1021

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 27۔نومبر 2008

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبولﷺ

1۔ سوالات (محکمہ جات سپیشل ایجوکیشن، آبکاری و محصولات اور سپورٹس)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

توجہ دلاؤ نوٹس

علیٰحدہ فہرست میں شامل کئے گئے توجہ دلاؤ نوٹسز کے بارے میں سوالات کئے جائیں گے اور ان کے زبانی جوابات دئیے جائیں گے۔

سرکاری کارروائی

زراعت پر عام بحث جاری رہے گی

1023

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا دسواں اجلاس

جمعرات، 27 ۔نومبر 2008

(یوم الخمیس، 28۔ذیقعد 1429ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 18 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارٗا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا
مَلَـٰٓئِكَةٌ غِلَاظٞ شِدَادٞ لَّا يَعۡصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُونَ مَا يُؤۡمَرُونَo يَـٰٓأَيُّهَا
ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَا تَعۡتَذِرُواْ ٱلۡيَوۡمَۖ إِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ مَا كُنتُمۡ تَعۡمَلُونَ o يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ
ءَامَنُواْ تُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ تَوۡبَةٗ نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمۡ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمۡ سَيِّـَٔاتِكُمۡ
وَيُدۡخِلَكُمۡ جَنَّـٰتٖ تَجۡرِى مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَـٰرُ يَوۡمَ لَا يُخۡزِى ٱللَّهُ ٱلنَّبِىَّ وَٱلَّذِينَ
ءَامَنُواْ مَعَهُۥۖ نُورُهُمۡ يَسۡعَىٰ بَيۡنَ أَيۡدِيهِمۡ وَبِأَيۡمَـٰنِهِمۡ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَتۡمِمۡ لَنَا
نُورَنَا وَٱغۡفِرۡ لَنَآۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَىۡءٖ قَدِيرٞ o

سُوۡرَةُ التّحۡريم آيات 7 تا 10

مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے (مقرر) ہیں جو ارشاد خدا ان کو فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجا لاتے ہیںo کافرو! آج بہانے مت بناؤ۔ جو عمل تم کیا کرتے ہو ان ہی کا تم کو بدلہ دیا جائے گاo مومنو! خدا کے آگے صاف دل سے توبہ کرو۔ امید ہے کہ وہ تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا اور تم کو باغہائے بہشت میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا۔ اس دن پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ

ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا (بلکہ) ان کا نور ایمان ان کے آگے اور داہنی طرف (روشنی کرتا ہوا) چل رہا ہو گا۔ اور وہ خدا سے التجا کریں گے کہ اے پروردگار ہمارا نور ہمارے لئے پورا کر اور ہمیں معاف کرنا۔ بے شک خدا ہر چیز پر قادر ہے o

وماعلینا الاالبلاغ o

نعت رسول مقبول ﷺ قاری سید صداقت علی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

صلی اللہ علیک یا رسول اللہ
وسلم علیک یا حبیب اللہ
اکھیاں دے نیر جدائی وچ دن رات وگائے جاندے نیں
خوش بختاں نوں محبوباں دے دیدار کرائے جاندے نیں
اک وار فرشتے روزے تے جو آندے فیر نہ آندے نیں
سرکار دے امتی نے جیہڑے مڑ مڑ کے بلائے جاندے نیں
کعبے دا دوارا کی آکھاں روضے دا نظارہ کی آکھاں
ایتھے ورد سنائے جاندے نیں اوتھے درد ونڈائے جاندے نیں
اک جھلک جو ویکھی یوسف دی ہتھ کٹ لئے عورتاں مصر دیاں
ایتھے بن ڈٹھیاں اوہدے نام اتوں لکھاں سیس کٹائے جاندے نیں

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج کے ایجنڈے پر محکمہ جات سپیشل ایجوکیشن، آبکاری و محصولات اور سپورٹس سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔

پوائنٹ آف آرڈر

گورنمنٹ بوائز ہائی سکول کلر سیداں (راولپنڈی) کے پلے گراونڈ میں ڈی سی او کی جانب سے سستا بازار لگوانا

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، کرنل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں لیکن خیال کیجئے گا کہ ہم ساڑھے دس بجے شروع کر رہے ہیں اور ساڑھے گیارہ بجے تک وقفہ سوالات ہوگا۔ اس دوران میں گزارش کروں گا کہ ہم نے ایجنڈے کے مطابق جتنے بھی سوالات ہیں ان سب کو لینا ہے۔ لہذا آپ بھی مہربانی فرمائیں۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب سپیکر! ضلع راولپنڈی کی ایڈمنسٹریشن یا جو D.C.O صاحب ہیں وہ گورنمنٹ بوائز ہائی سکول کلر سیداں کے play ground میں کھوکھے لگا کر سستا بازار لگوانا چاہتے ہیں۔ یہ گراؤنڈ بڑی locative جگہ ہے اس پر پہلے بھی قبضہ ہو چکا تھا تو ہائی کورٹ سے واگزار کروایا ہے۔ D.C.O صاحب کل وہاں پر گئے ہیں اور لوگوں نے اس پر وہاں احتجاج کیا ہے لیکن he admits کہ اس گراؤنڈ میں بازار لگے گا۔ Although there are number of other places which are available جیسے منڈی مویشیاں کی جگہ ہے۔ I fear کہ دوبارہ اس پر قبضہ ہو جائے گا تو میں آپ کے اور پریس کے توسط سے وزیر اعلیٰ صاحب اور لاء منسٹر صاحب سے درخواست کروں گا کہ ان کو بتائیں کہ وہ کسی اور جگہ پر سستا بازار لگائیں لیکن بچوں کے کھیلنے کی جگہ کو استعمال نہ کریں۔ شکریہ

جناب محمد یار ہراج: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں نے ایک short statement دینی ہے۔ بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے floor دیا اور میں ہاؤس کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا۔

جناب سپیکر: میں نے آپ کو کب floor دیا ہے؟

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! اگر آپ مجھے وقت دیں گے تو مہربانی ہوگی۔

جناب سپیکر: کرنل صاحب نے راولپنڈی کے حوالے سے جو بات کی ہے اس کا پہلے لاء منسٹر صاحب جواب دے لیں۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جب وقفہ ہوتا ہے یا اجلاس ختم ہوتا ہے تو محترم کرنل صاحب میرے پاس تشریف لے آئیں تو D.C.O راولپنڈی سے آج ہی بات کرتے ہیں کہ یا تو وہ ان کے خدشات کو دور کریں یا پھر جس طرح یہ فرما رہے ہیں اس کے مطابق اس معاملے کو دیکھیں۔

جناب سپیکر: جی، ہراج صاحب!

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میں short statement یہ دینا چاہتا تھا کہ کل ہم Opposition نے واک آؤٹ کیا اس پر میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا تھا۔ آپ کی بہت مہربانی کہ آپ نے ہمیں کل بولنے کا بہت موقع دیا۔ ہم اس لئے باہر گئے کیونکہ ہمیں یہ بھی یقین دہانی کروائی گئی تھی کہ ہم ایک general discussion کسی وقت بھی کر سکیں گے۔ اگرچہ بہت موضوعات پر آپ کی مہربانی سے ٹائم بھی دیا گیا لیکن general discussion کا چونکہ ہمارا خیال تھا کہ ہمیں موقع دیا جائے گا۔ جب ڈپٹی سپیکر صاحب نے point out کیا کہ وہ نہیں ہو سکتی تو پھر ہم نے اس point پر واک آؤٹ کیا۔ آج ہم واپس ہاؤس میں موجود ہیں۔ کل ہمیں کافی وقت بھی ملا لیکن ہم نے صرف اپنا point نوٹ کرانے کے لئے واک آؤٹ کیا تھا اور آج ہم واپس ہاؤس میں آ گئے ہیں تو ہم اپنا role play کریں گے۔

جناب سپیکر: آپ کا بہت شکریہ۔ میں بذات خود آپ کے پاس گیا ہوں کہ آپ واپس ہاؤس میں تشریف لے آئیں۔ میں نے کہہ دیا تھا کہ آپ کی جو بات تھی اس کو سنا جانا تھا لیکن افسوس کہ آپ واپس تشریف نہیں لائے۔ بہر حال اچھی روایت ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم ہراج صاحب نے جو بات کی ہے اس حوالے سے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ درست ہے کہ جب amendments کے اوپر بات ہو رہی تھی تو اس وقت آپ کی موجودگی میں یہ طے ہوا تھا کہ جب third reading شروع ہو گی تو اسے جتنے بھی Opposition کے ممبر oppose کر کے بات کرنا چاہیں تو وہ بات کر سکتے ہیں اور rules اس بات کو permit کرتے ہیں لیکن جب وقت آیا تو اس وقت آپ کی Chair پر ڈپٹی سپیکر صاحب موجود تھے تو انہیں یہ بات باور کرائی گئی تھی لیکن انہوں نے اس کے باوجود put question کرنا شروع کر دیا اور Opposition نے احتجاج کیا اور باہر چلے گئے لیکن ہراج صاحب اس بات کو خاطر میں نہیں لائے کہ میں نے اسی وقت اٹھ کر Chair سے request کی کہ ہماری یہ بات طے ہوئی تھی اور یہ rules اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ third reading پر

بات کر سکتے ہیں اور یہ ان کا حق ہے لہذا ان کو بلایا جائے اور ان کے آنے پر کارروائی کو آگے بڑھایا جائے۔ میری اس عرض پر باقاعدہ فوڈ منسٹر اور ان کے ساتھ تین اور آدمیوں پر مشتمل کمیٹی بنی اور کمیٹی نے جا کر ان سے درخواست کی کہ آپ واپس آ جائیں، آپ میں سے جو دوست ابھی بات کرنا چاہتے ہیں وہ آئیں اور بات کریں، اس کے بعد ہم کارروائی کو آگے بڑھائیں گے لیکن مجھے یہ افسوس ہے کہ ہمارے Opposition کے دوست میری اس عرض کو خاطر میں نہیں لائے اور کہا کہ ہم باہر آ گئے ہیں اور ہم نے واپس نہیں جانا۔

جناب سپیکر: یہ ہمارے بھائی ہیں۔ یہاں سے کمیٹی بھی بھیجی گئی اور اس کے بعد میں بذات خود اس مقصد کے لئے ان کے پاس حاضر ہوا کہ آپ واپس تشریف لے آئیں۔ چلیں آج انہوں نے اس بات کو acknowledge کیا ہے۔

صوبائی محتسب اعلیٰ، پبلک سروس ٹربیونل اور سی ایم آئی ٹی کے چیئر مینوں کی خالی اسامیوں کو پُر کرنا

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: اب میرے خیال میں سوالات کی طرف آتے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! صوبے کا بڑا اہم issue ہے کہ ہمارے محتسب کی سیٹ پچھلے چھ مہینے سے خالی پڑی ہے اور تین ہزار سے زیادہ شکایات وہاں پر pending ہیں جس سے عوام suffer کر رہے ہیں۔ 1997 میں جس وقت (ن) لیگ کی ہی حکومت تھی اس وقت محتسب کا بڑا اچھا دفتر بنایا گیا تھا اور جس کا Preamble بہت ہی زبردست بات کرتا ہے۔ Preamble میں ہے کہ:

> "As for protection of the rights of the people, ensuring adherence to the rule of law, diagnosing, redressing and rectifying any injustice done to a person through maladministration and suppressing corrupt practices."

یہ چھ مہینے سے اتنا اہم دفتر خالی پڑا ہوا ہے۔ میں لاء منسٹر صاحب کے نوٹس میں لانا چاہوں گا کہ وہ مہربانی کر کے اس سیٹ کی appointment کے لئے بھی کچھ کریں۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ جہاں پر حکومت کی functioning بہتر ہو سکتی ہے وہاں میں لاء منسٹر صاحب کے نوٹس میں یہ چیزیں گاہے بگاہے لاتا رہتا ہوں۔ ہم اپنی contribution رکھنا چاہتے ہیں کہ جہاں پر ہم کمی کوتاہی کی نشاندہی کریں تو یہ اس کو rectify کریں اور زیادہ بہتر طریقے سے حکومت چل سکے۔

جناب سپیکر: یہ بہت اچھی اور positive بات ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چیمہ صاحب!

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ اسی طرح پنجاب سروس ٹربیونل کے چیئرمین کی ریٹائرمنٹ کے بعد contract ختم ہو گیا تھا وہ سیٹ بھی ابھی تک خالی پڑی ہوئی ہے اور وہاں پر ایک ممبر ٹربیونل کی سیٹ بھی خالی پڑی ہوئی ہے۔ چونکہ انہوں نے service matters deal کرنے ہوتے ہیں اور ان کا پورے صوبے کے ملازمین کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ لہذا ان پوسٹوں کو بھی حکومت fill کرے تاکہ ملازمین جو دور دراز سے آتے ہیں ان کے مسائل کو حل کیا جا سکے۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میں بھی اس میں کچھ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ C.M.I.T کے چیئرمین کی سیٹ بھی خالی ہے۔ بٹ صاحب جب سے ریونیو بورڈ کی طرف گئے ہیں تو وہ possession بھی موجود ہے جو کہ اس کو بھی fill ہونا ہے اور اس کا عارضی charge دیا گیا ہے۔ یہ 1960 C.M.I.T میں form ہوئی تھی لیکن اس اہم پوسٹ کو خالی رکھنا بھی مناسب نہیں ہے، اسے fill کرنا بہت ضروری ہے لہذا لاء منسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ جتنے اہم محکمہ جات کی leadership خالی پڑی ہے، جس طرح میجر عبدالرحمٰن صاحب نے بھی ذکر کیا تھا کہ سپیشل کمیٹی نے LAFCO کی رپورٹ مانگی تھی لیکن ایک چیئرمین کے نہ ہونے کی وجہ سے اسمبلی کی کارروائی کے اہم

معاملات رُکے ہوئے ہیں۔ ہم Opposition والے لاء منسٹر صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ ان posts کو جتنا جلدی ہو سکے fill کیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں Opposition کی طرف سے اس نشاندہی کو welcome and appreciate کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ Opposition کی ذمہ داری بھی ہے اور حق بھی ہے۔ ان کی نشاندہی پر میں on behalf of the Government انہیں یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان سیٹوں پر all the posts, after all analysis جو competent لوگ ہوں گے انہیں انشاء اللہ بہت جلد تعینات کر دیا جائے گا۔

ضلع ڈیرہ غازی خان کے اندر گندم، آٹا اور کھاد کی نقل و حمل پر پابندی

سردار فتح محمد خان بزدار: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بزدار صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سردار فتح محمد خان بزدار: جناب سپیکر! میرا تعلق tribal area ڈیرہ غازی خان تحصیل تونسہ سے ہے جو پنجاب میں واقع ہے لیکن پولیس حکام والے کہتے ہیں کہ آٹا اور گندم ان کے لئے پابندی ہے۔ حالانکہ وہ بہت بڑا علاقہ ہے وہاں پر بھی انسان ہیں اور انہیں بھی کچھ کھانا ہے تو میں آپ کے توسط سے گورنمنٹ سے یہ کہتا ہوں کہ یہ پابندی ہٹائیں کیونکہ ہم بھی پاکستانی ہیں اور پنجاب میں رہنے والے ہیں۔ ایسا ہمارے ساتھ کیوں ہو رہا ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ہمارا بھی tribal area ہے۔ وہاں پہلے گندم کے لئے بھی ایک مسئلہ ہوتا تھا اور اب کھاد کے لئے بھی ہو رہا ہے یا تو کہہ دیا جائے کہ tribal area کا علاقہ پنجاب سے باہر ہے، ادھر کوئی نہیں جا سکے گا۔ وہاں سردیوں میں لوگ پہاڑ سے نیچے مزدوری کرنے کے لئے آئے تھے تو میرے حلقے میں ایک "ڈالے" کے اوپر ایک خاندان اپنی مزدوری کرنے کے بعد

اپنے حصے کی تین بوری گندم لے کر جا رہے تھے تو tribal area کی حد پر انہیں روک دیا گیا اور اس family کو تھانے میں بند کر دیا گیا، اس family کے ساتھ چار ماہ کی ایک بیمار بچی تھی جو تھانے کی حدود میں بھوک، پیاس اور بیماری کی وجہ سے اللہ کو پیاری ہو گئی۔ یہ اتنا بڑا ظلم ہے کہ اس پوری تحصیل کو کوئی چیز لے جانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اس حد پر ہائی وے پٹرولنگ والوں کو بٹھا دیا گیا ہے اور وہاں پہلے Food Department والے تھے اور اب میرے خیال میں محکمہ زراعت والے ہیں جو کہتے ہیں کہ آپ اس علاقے میں کھاد نہیں لے جا سکتے۔ اگر وہ کھاد نہیں لے کر جائیں گے تو وہ اپنی فصل کیسے بوئیں گے۔ جس وقت Food Minister صاحب ڈیرہ غازی خان آئے تھے تو اس وقت بھی میں نے یہ نشاندہی کی تھی کہ وہاں ایسا ہو رہا ہے اور اب کھاد کے لئے بھی یہی کچھ ہو رہا ہے اور اب میرے خیال میں ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ والوں کا یہ موقف ہے کہ جی، آپ اس علاقے میں کھاد نہیں لے جا سکتے۔ اگر وہ کھاد نہیں لے کے جائیں گے تو فصل کیسے کاشت کریں گے؟ اس سلسلے میں یہ مہربانی کریں اور میں نے پہلے بھی فوڈ منسٹر صاحب کو جس وقت ڈیرہ غازی خان آئے تھے تو انہیں نشاندہی کروائی تھی کہ ہمارے یہاں یہ ہو رہا ہے اور اب کھاد کے لئے بھی یہی ہو رہا ہے تو آپ کی توسط سے لاء منسٹر صاحب اور حکومت سے گزارش ہے کہ ڈیرہ غازی خان tribal area کے ساتھ کئے جانے والے discriminatory سلوک کو ختم کیا جائے یا اگر یہ سزا اس لئے دی جا رہی ہے کہ tribal area کے علاقے سے فتح محمد خان بزدار بھی اپوزیشن والی پارٹی میں سے ہیں اور میرا تعلق بھی اپوزیشن سے ہے تو اگر اس تحصیل کے لوگوں کو یہ سزا اس لئے دی جا رہی ہے کہ انہوں نے (ن) لیگ کو ووٹ نہیں دیا تو مہربانی کر کے یہ واضح کر دیں اور اگر کوئی اور وجہ ہے تو۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: کیونکہ tribal area کے اندر گندم بھی نہیں لے جائی جا سکتی۔ ضلع بھی وہی ہے اگر بین الاضلاعی پابندی ہے تو بین التحصیل کوئی پابندی نہیں۔۔۔

جناب سپیکر: لغاری صاحب! کافی بات ہو گئی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ بڑی زیادتی والی بات ہے اور یہ بڑی زیادتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر خوراک و صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! انہوں نے جس بات کی نشان دہی کی ہے وہ بالکل صحیح کی ہے اور اس میں کوئی دورائے نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں پہلے جو واقعہ پیش کیا، ایسے ہی ہوا تھا تو اس کو چیک کیا گیا اور اسے compensate کیا اور جنہوں نے خلاف قانون کام کیا تھا انہیں sought out کیا گیا اور اب اس کے بعد کی یہ جو صورتحال بتا رہے ہیں تو میں اس کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔ گو کہ یہ وقفہ سوالات ہے اور ٹائم ضائع ہو رہا ہے لیکن یہ بھی ایک اہم issue ہے اور اس کے متعلق وضاحت ہونی ضروری ہے۔

جناب سپیکر! وہاں پر اصل صورتحال یہ ہے کہ جس علاقے کی یہ بات کر رہے ہیں وہ tribal area ہے اور وہاں سے دوسرے صوبوں کی سرحد لگتی ہے اور وہاں سے 50 کے قریب ایسے راستے ہیں جنہیں ہم روک سکتے ہیں اور نہ ہم وہاں پر اپنی پوسٹ قائم کر کے اس کو manage کر سکتے ہیں تو وہاں سے گندم cross ہوتی تھی۔ اس وجہ سے وہاں جو bridge جاتا ہے اس کے اوپر ہم نے manage کیا ہوا ہے کہ وہاں پر ہم sought out کر لیں کہ کیا چیز جا سکتی ہے اور کیا چیز نہیں جا سکتی۔ آٹے کی shortage کی جو بات کر رہے ہیں تو ہم نے وہ shortage ختم کر دی تھی۔ دو تحصیلیں اور علاقہ جات ہیں وہاں کی daily requirement کے مطابق ہم allow کرتے ہیں کہ وہاں پر وہ جائے۔ اب انہوں نے یہ بات کی ہے تو آٹے کا issue وہاں پر ختم ہو چکا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آٹے کے ساتھ ساتھ کھاد بھی ہے۔

وزیر خوراک و صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اب انہوں نے کھاد کی بات کی ہے تو اس سلسلے میں کھاد کو محکمہ زراعت deal کرتا ہے لیکن اس کے باوجود اگر ہمارے وہاں پر آدمی بیٹھے ہیں تو میں اس صورتحال میں انشاء اللہ ان کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کو sought out کریں گے تو یہ میرے پاس ابھی دفتر میں تشریف لے آئیں تو ہم بیٹھ کر اس مسئلہ کو حل کر لیتے ہیں اور وہاں پر انہیں مکمل facility avail کر دی جائے گی۔ انشاء اللہ

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر! tribal area کی بات ہے تو دوسرے صوبوں کے ساتھ اٹک کی حد صوبہ سرحد سے ملتی ہے اور رحیم یار خان میں بھی ہم سندھ کے ساتھ ملتے ہیں تو یہ صرف اور صرف ڈیرہ غازی خان کے tribes کے ساتھ ہی ہے۔اٹک کی آخری تحصیل کو کیا بلاک کر دیا جاتا ہے، جو رحیم یار خان کی آخری تحصیل صادق آباد آتی ہے تو کیا اس میں movement ختم کر دی جاتی ہے؟ یہ صرف tribal area تحصیل کے لوگوں کے ساتھ ہے جس میں لغاری اور بزدار tribes اکثریت میں بیٹھے ہیں اور یہ ہمارے ساتھ discommunication کی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر: بزدار صاحب اور آپ مل کر ان سے بیٹھ کر بات کر لیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر! منسٹر صاحب یقین دہانی کروادیں کہ ان کو گندم لے جانے سے روکا جائے گا اور نہ ان کو کھاد لے جانے سے روکا جائے گا۔ ہر سہولت کے لئے ہماری تحصیل کے ساتھ زیادتی کی جاتی ہے۔ مہربانی کر کے یا تو صوبوں کی حد براری کروادی جائے جس طرح زمیندارانہ ہوتی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر! ہم کہاں پر fall کرتے ہیں؟ اگر ہم پنجاب میں fall کرتے ہیں تو منسٹر صاحب یہاں پر commitment کر دیں کہ وہاں سے دانہ لے جانے کی، آٹا لے جانے کی اجازت ہوگی تو اس کے لئے آپ انہیں حکم فرمادیں۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ جو وہاں کے residents ہیں ان کے لئے نہیں روکنا چاہئے۔

وزیر خوراک و صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! ان کے ساتھ ہماری پہلے ملاقات بھی ہوئی اور ان کے ساتھ بیٹھ کر ہم نے manage بھی کیا جو problems تھے انہیں sought out بھی کیا۔اب یہ یہاں پر surety لینا چاہتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: جن کے پاس residence کے کارڈ ہیں ان کو allow کر دیں کہ گھریلو استعمال کے لئے وہ لے جا سکتے ہیں۔

وزیر خوراک و صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں بتا رہا ہوں کہ allow کیا ہوا ہے اور کسی کو وہاں پر problem نہیں ہے۔

جناب سپیکر: لغاری صاحب! کسی کو problem نہیں ہو گی۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! کھاد کا بھی کہہ دیں۔

وزیر خوراک و صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! گندم کے دانوں کی بات ہو رہی ہے اور کھاد کی بات میں نہیں کر رہا۔۔۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! کھاد بھی ایسے ہی کر دیں۔

وزیر خوراک و صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! کھاد کے معاملے کے لئے یہ میرے پاس تشریف لے آئیں تو اس کو بیٹھ کر sought out کر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: بزدار صاحب! کافی ہے اور میرے خیال میں اب سوالات کی طرف بڑھیں۔ مناسب یہی ہے۔

امپورٹ شدہ Red Bull جوسز کے پینے سے نوجوانوں میں ہارٹ اٹیک جیسے مرض میں اضافہ

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ اس وقت خوراک کی بات ہو رہی ہے تو میں آپ کے علم میں ایک بات لانا چاہتا ہوں کہ اس ملک میں کروڑوں روپے کے juices اس قسم کے امپورٹ ہو رہے ہیں جو heart attack کے اور دوسرے لوگوں کی اموات کا باعث بن رہے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ یہ red bull وغیرہ juices جو آ رہے ہیں جنہیں عام طور پر teen agers پی رہے ہیں اگر حکومت ان کی امپورٹ کو بند نہیں کر سکتی تو کم از کم ان لوگوں کو educate کرنے کے

لئے جیسے سگریٹ پر لکھا ہوتا ہے یا اخبارات کے ذریعے لوگوں کو بتایا ضرور جائے کہ یہ جس cost پر یہ لوگ پی رہے ہیں تو اس کے لئے فوری طور پر کچھ ہونا چاہئے کیونکہ یہ بیماریوں کا باعث بن رہے ہیں اور خاص طور پر ہمارے جوان لوگ اس کو پی رہے ہیں اور بہت نقصان اٹھا رہے ہیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر خوراک و صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ drinks کی بات کر رہے ہیں تو یہ فوڈ ڈیپارٹمنٹ کے زیر اثر معاملہ نہیں آتا۔۔۔

جناب سپیکر: اس کی کوئی ٹاسک فورس بنی ہوئی ہے جو جعلی ادویات اور جعلی مشروبات کی روک تھام کرتی ہے؟

وزیر خوراک وصحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! پہلے ہی ایک ڈیپارٹمنٹ ہے اور۔۔۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! جعلی ادویات اور چیز ہیں اور میرے پاس انٹرنیشنل پریس ہے جس کے اندر ایک 13 سال کی لڑکی کو صرف red bull juice پینے سے heart attack ہوا۔۔۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! تشریف رکھیں۔ منسٹر صاحب جواب دے رہے ہیں۔

وزیر خوراک و صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اس کو فوڈ ڈیپارٹمنٹ deal نہیں کرتا بلکہ اس کو محکمہ صحت کے افسر deal کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ انڈسٹری ڈیپارٹمنٹ deal کرتا ہے تو یہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ جائیں کیونکہ دونوں محکمہ جات کے متعلق پہلے ہی ہمارے پاس ایک issue چل رہا ہے جو آپ نے اس دن ایک Dew کی بوتل دکھائی تھی جس پر wrapper paper تھا اور اس پر پہلے ہی ہم کل کام کر رہے تھے اور کل اس فیکٹری کا ہم نے چالان بھی کیا ہے تو یہ ڈیپارٹمنٹ دوسرا ہے چونکہ میری ڈیوٹی لگائی گئی تھی اس لئے میں پہلے ہی اس پر کام کر رہا ہوں تو ہم اس issue کو بھی ساتھ لے لیتے ہیں تو شیخ صاحب تشریف لے آئیں اور بیٹھ کر یہ مسئلہ بھی حل کر لیا جائے گا۔

جناب شاہجہاں احمد بھٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب شاہجہاں احمد بھٹی: جناب سپیکر! adulteration کی بات نہیں کر رہے بلکہ یہ بات ایسے drinks کی بات کر رہے ہیں جو import ہو رہے ہیں اور وہ انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! Instant energy کے لئے کہا جاتا ہے تو میں اس کی تفصیل میں کیا جاؤں ؟ آپ صرف انہیں یہ کہیں کہ لوگوں کو educate کریں کہ instant موت کا حصہ ہے، یہ energy کا حصہ نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! شیخ علاؤالدین صاحب نے ایک بہت ہی اہم نکتہ اٹھایا ہے جس کا تعلق ہماری معیشت سے بھی indirectly بنتا ہے۔ یہ جتنے بھی juices اور cosmetics جو روؤسا اور امرا کے استعمال میں آتی ہیں یہ juices ایسے ہیں کہ جو سو سو روپے کا ایک tin ہے، غریب آدمی تو دو روپے کا امرود بھی لے کر نہیں کھا سکتا۔ ان چیزوں کی امپورٹ بند کرنے کے لئے اس ایوان کی طرف سے کوئی رائے آنی چاہئے۔ اصل میں جو ساری چیزیں یہاں پر بتائی گئی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! یہ فیڈرل issue ہے۔ امپورٹ ہم تو نہیں کر سکتے اور امپورٹ کا لائسنس بھی جاری نہیں کر سکتے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! ہم اپنی austerity drive. ایسی پالیسیاں اور تجاویز مرکز کو بھیج سکتے ہیں کہ ہمارے امپورٹ بل اور ایکسپورٹ بل کے اندر ایک بہت زیادہ mark difference ہے جسے کم کرنے کے لئے ایسے measures لئے جا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس دوران کوئی ایسا لائسنس جاری نہیں ہوا ہوگا۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں نے اپنی تجویز دینی تھی جو کہ پیش کر دی ہے۔

انجینئر شہزادالٰہی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

انجینئر شہزادالٰہی: جناب سپیکر! ایک کمیونٹی کا مسئلہ ہے اور آپ کی اور لاء منسٹر کی بھی توجہ چاہوں گا کہ جب سے یہ حکومت آئی ہے تو وزیراعلیٰ نے لینڈ مافیا کو۔۔۔

جناب سپیکر: میں آپ کو تقریر کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

انجینئر شہزادالٰہی: جناب سپیکر! وزیراعلیٰ نے کہا تھا کہ ہم قبضہ گروپ ختم کریں گے، وہ قبضہ گروپ پتا نہیں ختم ہوں گے کہ نہیں لیکن جب سے یہ حکومت آئی ہے تو ہمارے چرچ پر قبضے ہو رہے ہیں، ہمارے قبرستانوں پر قبضے ہو رہے ہیں اور ایف سی کالج کے ساتھ ملحقہ کوٹھیوں پر قبضے ہو رہے ہیں۔ سابق دور میں ہمارے ادارے واپس کئے گئے تھے اور اس وقت کے نوٹیفکیشن ہوئے ہیں لیکن میں سیکرٹری ایجوکیشن سے جا کر ملا ہوں تو ہمارے تین سکولوں کے نوٹیفکیشن ہو چکے ہیں لیکن وہ handing over اور taking over نہیں کر رہے۔ رنگ محل سکول ہے، حاجی پورہ سکول ہے اور راجہ بازار کا سکول ہے جن کے نوٹیفکیشن ہو چکے ہیں لیکن سیکرٹری ایجوکیشن نے کہا ہے کہ مجھ پر دباؤ ہے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناءاللہ خان): جناب سپیکر! یہ بات تو بالکل serious ہے لیکن یہ non serious طریقے سے کی جا رہی ہے انہوں نے جو بات پہلے کی ہے کہ ہمارے قبرستانوں پر قبضے ہو رہے ہیں، ہمارے churches پر قبضے ہو رہے ہیں، ایف سی کالج کے ساتھ کوٹھیوں پر قبضے ہو رہے ہیں اور پھر انہوں نے کہا کہ ہمارے سکول واپس نہیں کئے جا رہے۔ اگر یہ معاملہ اتنا ہی اہم تھا تو یہ اجلاس تقریباً دو ہفتے سے چل رہا ہے، یہ مجھے میرے آفس میں مل لیتے یا یہاں پر ہی properly اس معاملے کو raise کرتے۔ اب اس کی اتنی information یا تو میں یہ بات کروں اور کہہ دوں کہ آپ نے جو کہا ہے وہ بالکل غلط ہے اور ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن بات یہ ہے کہ اگر آپ نے یہ بات کی ہے تو یا تو اس کو proper طریقے سے کریں اور اگر آپ نے پوائنٹ آف آرڈر پر ہی

بات کرنی ہے تو پھر آپ میرے آفس آ جائیں۔ میں آپ کے سامنے سیکرٹری ایجوکیشن سے پوچھوں گا اور جو معاملات ہیں وہ ہمارے نوٹس میں لائیں۔ اس طرح سے بات کرنے کا تو کوئی جواز نہیں بنتا۔

جناب سپیکر: جی، میرے خیال میں مناسب بات یہی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ رانا صاحب سے آفس میں مل لیں۔

سوالات

(محکمہ جات سپیشل ایجوکیشن، آبکاری و محصولات اور سپورٹس)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: پہلا سوال میاں نصیر احمد کا ہے۔

میاں نصیر احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 13 ہے۔ اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور میں رجسٹرڈ گاڑیوں کی تعداد و دیگر تفصیل

*13: **میاں نصیر احمد:** کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) لاہور میں اس وقت رجسٹرڈ گاڑیوں کی تعداد کیا ہے؟

(ب) ہر سال کتنی گاڑیاں رجسٹرڈ ہو رہی ہیں؟

(ج) ہر سال گاڑیوں کی رجسٹریشن سے کتنا ریونیو حکومت کے خزانے میں جمع ہو رہا ہے؟

(د) 1999 سے 2007 تک ہر سال کے حساب سے جو ریونیو جمع ہوا، اس کی تفصیل بتائی جائے؟

وزیر آبکاری و محصولات (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) ضلع لاہور میں اس وقت رجسٹرڈ گاڑیوں کی تعداد ماہ مارچ 2008 تک 1838223 ہے۔

(ب) ہر سال رجسٹرڈ ہونے والی گاڑیوں کی تعداد مختلف ہوتی ہے لہذا پچھلے پانچ سالوں میں رجسٹرڈ ہونے والی گاڑیوں کی تفصیل فلیگ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) حکومت کے خزانے میں رجسٹریشن کی مد میں جو ریونیو پچھلے پانچ سالوں کے دوران جمع ہوا ہے اس کی تفصیل فلیگ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) موٹر وہیکل رجسٹریشن کی مد میں جو ریونیو 1999 سے لے کر 2007 تک خزانہ میں جمع ہوا اس کی تفصیل سال وار فلیگ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میرا منسٹر صاحب سے ایک ضمنی سوال ہے کہ لاہور شہر میں جتنی بڑی گاڑیاں Prado وغیرہ ہیں ان بڑی گاڑیوں پر زیادہ تر فرضی نمبر پلیٹ چسپاں ہوتی ہیں اور کئی کئی سال تک رہتی ہیں۔ اس مد میں جو گاڑیاں رجسٹرڈ نہیں ہوتیں اور کروڑوں روپیہ جو رجسٹریشن کی مد میں گورنمنٹ آف پنجاب کے پاس جمع ہونا ہوتا ہے وہ جمع نہیں ہوتا۔ میں جناب منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ بڑی گاڑیاں جن کو normally ٹریفک وارڈن بھی روکتے ہوئے ہچکچاتے ہیں اور جن گاڑیوں پر اسلام آباد کی نمبر پلیٹ لگی ہو ان کو بھی روکتے ہوئے ہچکچاتے ہیں تو ان کی رجسٹریشن کو check کرنے کے لئے کوئی سد باب، کوئی پالیسی ان کے ذہن میں ہے، انہوں نے اس بارے میں کیا سوچا ہوا ہے؟

وزیر آبکاری و محصولات (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! یہ جو معزز رکن نے unregistered گاڑیوں کے بارے میں فرمایا ہے میں نے پہلے بھی ایک دن بتایا تھا کہ ہمارے محکمے نے ایک extensive campaign نہ صرف لاہور بلکہ پورے صوبے میں شروع کی ہے جس میں unregistered گاڑیاں، جعلی نمبر پلیٹ والی گاڑیاں ہیں اور جس طرح انہوں نے کہا ہے کہ اسلام آباد کے نمبر لگے ہوتے ہیں ان پر ہمارے محکمے ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن نے ٹریفک پولیس کے ساتھ extensively یہ campaign launch کی ہے۔ اس میں ہمارے لوگ آپ کو شاید ہائی ویز پر نظر بھی آئیں گے، وہ گاڑیوں کو روک رہے ہوتے ہیں اور باقاعدہ ان کے کاغذات وغیرہ check کر رہے ہوتے ہیں۔ اس میں ہمارے محکمے ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کے لوگ ہیں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اس میں جو ایک چھوٹی سی قباحت سامنے آئی ہے کہ محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کا جو ریکارڈ ہے وہ متعلقہ پولیس کے اہلکاران کے پاس ہوتا ہے جب وہ گاڑی کسی واردات یا کسی واقعے میں ملوث ہوتی ہے تو وہ ریکارڈ ان کو نہیں دیا جاتا تو جب یہ campaign start کرتے ہیں تب ہی unregistered گاڑیوں کا ریکارڈ سامنے لایا جاتا ہے تو کیا منسٹر صاحب کا اس campaign کو پُر اثر بنانے کے لئے کوئی اس طرح کے data کو change کرنے کا پروگرام ہے؟ ان کی campaign تو دو سال یا سال میں ایک دفعہ شروع ہوتی ہے اور 15 دِن کے لئے شروع ہوتی ہے جس کے دوران گاڑیاں روک لی جاتی ہیں کیا اس کو روکنے کے لئے proper سدباب کیا ہے تاکہ اگر ان کی campaign نہیں بھی چلتی تو اس کے دوران بھی un registered گاڑیوں کو پکڑا جا سکے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر آبکاری و محصولات (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! یہ پندرہ دن کے لئے نہیں ہے۔ میں نے ان سے عرض کی ہے کہ extensively یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور انشاء اللہ ہمیں امید ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ unregistered گاڑیوں کو جو صوبہ پنجاب میں چلتی ہیں ان کو registered کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ حکومت پنجاب کی top priority ہے اس کے علاوہ میں ان سے یہ بھی عرض کر دوں کہ open letter پر بھی بہت سی گاڑیاں چلتی ہیں ان کے خلاف بھی ہم نے extensive campaign چلائی ہے۔ میں دوبارہ آپ سے یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ سلسلہ 15 دِن کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت تک چلتا رہے گا جب تک ہم properly اپنا target achieve نہیں کر لیتے۔ آپ کی بات بجا ہے کہ ہمارا محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن پنجاب کا major revenue collecting department ہے اور ہمیں unregistered گاڑیوں کی وجہ سے major loss ہوتا ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اس میں جز (د) ہے جس میں سالانہ revenue کے متعلق بتایا گیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ کے دو ضمنی سوال ہو چکے ہیں۔ دیکھیں! ٹائم کا خیال کریں اور دوسروں کا بھی خیال کریں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! یہ میرا آخری ضمنی سوال ہے۔ اس میں کچھ ماہ پہلے ہم نے گاڑیوں کی ٹیکس رجسٹریشن کی مد میں فیسیں بڑھائی ہیں جو 100 فیصد ٹیکس رجسٹریشن کی amount میں فرق پڑا ہے اس کی وجہ سے گاڑیاں اب صوبہ پنجاب سے باہر جا کر رجسٹرڈ ہونا شروع ہو گئی ہیں، جس میں اسلام آباد اور دوسرے صوبوں سے گاڑیاں رجسٹرڈ ہو رہی ہیں کیا اس مد میں اس رجسٹریشن کو روکنے کے لئے سد باب کیا گیا ہے؟

پوائنٹ آف آرڈر
ڈی سی او منڈی بہاؤالدین کا معزز اراکین اسمبلی کو اپنے دفتر سے باہر نکالنے کی کوشش

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ دو تین روز قبل منڈی بہاؤالدین میں ایک واقعہ ہوا ہے۔ ڈی سی او صاحب نے ہمارے ایم پی اے حضرات کے ساتھ بد تمیزی کی۔ اب انہوں نے ضلع میں ہڑتالیں شروع کرائی ہوئی ہیں اور خود بھی دفتر کو تالا لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ ہمارے custodian ہیں اگر ہم M.P.As کے ساتھ کوئی زیادتی ہوتی ہے تو آپ کو بھی از خود اس کا نوٹس لینا چاہئے۔

جناب سپیکر: تحریک استحقاق آپ کے پاس موجود ہے؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! یہ تحریک استحقاق کا معاملہ نہیں ہے۔ تحریک استحقاق تو اس حد تک ہوتی ہے کہ اگر کوئی ایم پی اے کے ساتھ زبانی کلامی بد تمیزی کرتا ہے۔ ایک ڈی سی او نے ہمارے M.P.As کو دفتر سے دھکے دے کر نکالنے کی کوشش کی ہے اور اب وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے یہ نہیں کیا بلکہ ان M.P.As نے کیا ہے اور ہماری وہاں پر ایک نام نہاد انکوائری بھی چل رہی ہے۔ ہم یہ قطعاً برداشت نہیں کرتے، اگر کسی پٹواری کے ساتھ بھی زیادتی ہوتی ہے تو وہ بھی ہڑتال پر چلے جاتے ہیں

اور پورے پنجاب کا کام رُک جاتا ہے۔ ہماری بھی یہ community ہے۔ میری تمام M.P.As سے یہ گزارش ہے، چاہے وہ مسلم لیگ (ن) کے ہوں یا (ق) کے ہوں ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے ہمارا ساتھ دیں۔ جب تک وہ D.C.O وہاں سے ٹرانسفر نہیں ہو جاتا ہم اسمبلی کی کارروائی نہیں چلنے دیں گے، ہمارے ساتھ یہ ظلم ہے اور ہمیں اس ظلم کا ازالہ چاہئے۔

چودھری شوکت محمود بسرا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! گزارش ہے کہ D.C.O کا رویہ یہ ہے کہ انہوں نے M.P.As کو باقاعدہ convey کیا ہے لہذا ان کو ٹرانسفر نہ کیا جائے بلکہ He must be suspended. (شوروغل)

(اس مرحلہ پر تمام اراکین اسمبلی اپنی سیٹوں پر D.C.O کے خلاف احتجاجاً کھڑے ہو گئے)

جناب سپیکر: اب لاء منسٹر صاحب آپ کی بات کا جواب دے رہے ہیں، آپ تشریف رکھیں اور ان کی بات سنیں۔

چودھری شوکت محمود بسرا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! گزارش صرف یہ ہے کہ He is not only be transferred, he must be suspended. بلکہ اس کو terminate ہونا چاہئے۔ یہ اس پورے ہاؤس کی توہین کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: جی ہاں، اس کا علاج ہو گا، آپ بات تو سنیں۔ آپ نے اپنی بات کر لی ہے اب لاء منسٹر صاحب کی بھی بات سن لیں۔

معزز ممبران (خواتین) حزب اقتدار: D.C.O کو suspend کریں، D.C.O کو فارغ کریں۔

جناب سپیکر: میں آپ تمام حضرات کا بہت احترام کرتا ہوں، آپ تشریف رکھیں اور لاء منسٹر کو بات کرنے دیں۔ لاء منسٹر صاحب آپ کے سامنے بات کرنے لگے ہیں ان کی بات سُن لیجئے۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! ڈی سی او کو پہلے suspend کریں اس کے بعد انکوائری ہونی چاہئے۔

(تمام معزز ممبران اپنی نشستوں پر کھڑے رہے
اور D.C.O کے خلاف احتجاج کرتے رہے)

جناب سپیکر: دیکھیں! میری بات سُنیں، آپ معزز ممبران ہیں، ہمیں آپ کا بہت احترام ہے۔ آپ کی عزت ہماری عزت ہے، ایسی بات نہیں ہے۔ آپ میری بات سنیں، لاء منسٹر صاحب جواب دے رہے ہیں، ذرا جواب سنئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جو واقعہ محترم اراکین اسمبلی، میرے محترم بھائیوں نے یہاں پر بیان کیا ہے۔ میں بالکل نہیں کہتا کہ اس میں قطعی طور پر کسی قسم کی کوئی مبالغہ آرائی ہو گی، انھوں نے جو فرمایا وہ بالکل درست ہے، اس کے اوپر وہ جو حکم فرما رہے ہیں اس کو بھی میں مانتا ہوں، مجھے ان سے صرف اتنی گزارش ہے کہ وہ ایک گھنٹے کا ٹائم دے دیں تاکہ میں اس بارے میں معلومات لے کر جو بھی گورنمنٹ کا موقف ہے اور ان کا جو موقف ہے اور ان کا جو حکم ہے، آخر اس حکم کو implement کرنے کے لئے بھی تو ٹائم چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد میں جب آپ سے یہاں پر ٹائم لوں تو اس وقت ان کے موقف کی بھی تائید ہو چکی ہو اور ان کے حکم کی تعمیل بھی ہو چکی ہو۔ اس لئے میری ان سے یہ گزارش ہے کہ ہم اس معزز ہاؤس کے رکن ہیں اور یہ وہ ادارہ ہے کہ جس نے پورے صوبہ کو انصاف فراہم کرنا ہے، جس نے پورے صوبہ کے معاملات کو چلانا ہے۔ ہر کسی سے ہونے والی زیادتی کے بھی ہم ہی ذمہ دار ہیں، اگر ہمیں کسی جگہ پر کوئی مشکل پیش آتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنا کام چھوڑ کر یا اس ہاؤس کو چھوڑ کر اگر ہم باہر چلے جائیں گے تو پھر باقی معاملات کس طرح سے چلیں گے؟ ہاؤس میں بیٹھے، اسی ہاؤس کی وجہ سے ہی ہماری عزت ہے، یہاں پر بیٹھ کر ہی ہمارا مقام ہے، یہاں پر بیٹھنے اور بات کرنے کے لئے ہی لوگوں نے ہمیں منتخب کر کے بھیجا ہے، آپ اس ہاؤس کی کارروائی کو چلنے دیں، مجھے جو ٹائم آپ فرما رہے ہیں اس سے within that time مجھے اپنے حکم کی تعمیل کے لئے وہ مجھے ٹائم دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ گورنمنٹ جو ہے وہ آپ کے تابع ہے۔ اس ہاؤس کو جوابدہ ہے، آپ کے جو احساسات ہیں ان کے اوپر اسی طرح سے respon کرے گی جس طرح سے آپ کی خواہش ہے یا آپ کا حکم ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! رانا صاحب نے جو فرمایا ہے ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہم اس سسٹم کا حصہ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری گورنمنٹ ہے۔ ہم گورنمنٹ کا حصہ

ہیں لیکن یہاں یہ بھی دیکھیں کہ ہمارے ایک صحافی بھائی یا صحافی بہن کے ساتھ ایک ڈاکٹر نے زیادتی کی، اس ہاؤس کی کارروائی معطل کر کے ایک گھنٹے میں وہ انکوائری ہوئی اور اسے suspend کیا گیا، dismiss کیا گیا اور پھر یہاں ہاؤس میں آ کر اس کی رپورٹ پیش کی گئی۔ کیا ہم پاکستان کے شہری نہیں ہیں، کیا ہمارا یہ حق نہیں ہے کہ ہمارے لئے بھی ہاؤس کی کارروائی suspend ہو؟(نعرہ ہائے تحسین)

یہ D.C.Os جن کو ہم طاقتیں دینے کے لئے یہاں پر قانون سازی کرتے ہیں، ہم نے کل ایک بل پاس کیا ہے جس میں ہم نے کمشنر کو طاقتور بنایا ہے اور آج وہی بیوروکریسی ہم پر برس رہی ہے۔ آج کارروائی suspend کریں اور ایک گھنٹے میں انکوائری کر کے ہم پر مہربانی کریں، ہمارا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ ہماری عزت کو بحال کیا جائے۔ اس کے بعد اس ہاؤس کی کارروائی ہو۔

محترمہ نرگس فیض ملک: جناب سپیکر! جب ہمیں کوئی تحفظ نہیں ہے، ہم اگر اپنا defence نہیں کر سکتے تو پھر ہم اپنے حلقوں کے لوگوں کے حقوق کا کیسے defence کریں گے؟

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میرے محترم بھائی حسن مرتضیٰ صاحب نے جو فرمایا ہے کہ ایک صحافی کے ساتھ زیادتی ہوئی، اس کے بعد ہاؤس کی کارروائی suspend کر کے انکوائری کی گئی، اس کے بعد اس ڈپٹی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کو suspend کر کے پھر ہاؤس کی کارروائی دوبارہ شروع ہوئی۔ اس میں، میں یہ عرض کروں کہ ایک تو یہ معاملہ جو تھا یہ ایک دن پہلے کا تھا اور وہ اسی دن شام کو میرے نوٹس میں آ گیا۔ میں نے اسی وقت سیکرٹری ہیلتھ سے کہا تھا کہ آپ نے صبح 00-9 بجے جا کر اس معاملے کی proper انکوائری کرنی ہے اور انکوائری کر کے آپ نے 00-11 بجے تک ہمیں رپورٹ کرنی ہے کہ primafacie کس کا گناہ بنتا ہے؟ میری صحافی بھائیوں سے بھی بات ہوئی تھی اور میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ آپ 00-11 بجے تک ہمیں ٹائم دیں کہ اس وقت تک یہ معاملہ resolve ہو جائے گا۔ اب اس کے بعد جب صحافی بھائیوں نے بائیکاٹ کیا اور mean time جب ان سے ہم meeting کر رہے تھے تو اس انکوائری کا رزلٹ بھی آ

گیا اور سیکرٹری ہیلتھ وہاں پر خود آئے۔ سیکرٹری ہیلتھ نے آکر وہاں پر ہمارے صحافی بھائیوں کے مؤقف کی تائید کی۔ انھوں نے کہا کہ میں نے خود جا کر enquire کیا ہے اور وہاں پر واقع ہی اس طرح سے تجاوز ہوا ہے۔ اس کے اوپر وہ orders کئے گئے تھے۔ اب میری ان سے گزارش ہے کہ میں اسی لئے کہتا ہوں کہ اگر یہ آج بھی کسی اور طبقے کا معاملہ ہوتا، صحافیوں کا معاملہ ہوتا، کسی اور segment of society کا معاملہ ہوتا تو بالکل میں آپ کی اس بات کے اوپر اعتراض نہ کرتا کہ آپ اپنی کارروائی کو suspend کر کے اس ظلم اور زیادتی کا ازالہ کروائیں۔ بات یہ ہے کہ اس میں ہماری اپنی ذات involve ہے۔ جہاں پر ہماری اپنی ذات involve ہو وہاں پر ہمیں grace اور space دینی چاہئے۔ یہی تقاضا اس معزز ہاؤس کا ہے اور جہاں پر ہم جس عزت کے ساتھ بیٹھے ہیں، جس عزت کے ساتھ اس صوبہ کے لوگوں نے ہمیں بٹھایا ہے کہ جب ہماری اپنی ذات کا معاملہ ہو تو وہاں پر ہم grace بھی دیں، space بھی دیں تو اس لئے اب جو میں نے عرض کیا ہے آپ اس کے اوپر اعتماد کریں، انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو قطعی طور پر مایوسی نہیں ہوگی، آپ کی خواہش کو بلکہ میں خواہش نہیں کہتا، آپ کے حکم کا مکمل احترام کیا جائے گا۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی، مجھے بات تو کرنے دیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! چیف سیکرٹری کو بلایا جائے۔ یہ وحید انصاری کا بھائی ہے جس نے قصور میں آپ کو بھی اپنی زد میں لیا تھا، وہ وحید انصاری اوروں کا بندہ ہے، آپ میری بات پر غور کریں، چیف سیکرٹری کو بلائیں، ابھی فیصلہ ہو جاتا ہے اور ایک گھنٹے کے لئے آپ اس ہاؤس کی کارروائی کو روکیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی، مجھے بات تو کرنے دیں۔

چودھری شوکت محمود بسرا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! رانا صاحب نے جو بات کہی ہے اس پر میں صرف ایک گزارش کروں گا:

ادھر ادھر کی تو بات نہ کر یہ بتا قافلہ کیوں لٹا
مجھے راہزنوں سے غرض نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

جناب سپیکر! گزارش صرف اتنی ہے کہ رانا صاحب کی بات ہمارے سر آنکھوں پر۔ ڈاکٹر کمزور آدمی تھا فوراً معطل ہو گیا۔ ڈی سی او ایک strong آدمی ہے اور اس نے پورے ضلع کو آگے لگایا ہوا ہے۔ اس کے لئے میں کہتا ہوں کہ ایک گھنٹے کا ٹائم بھی بہت زیادہ ہے، پرسوں کا واقعہ ہوا ہے، اخباروں میں رپورٹ ہوا ہے۔ یہ ہماری حکومت کا فرض تھا کہ پرسوں اس کا نوٹس لیتی اور اس کی انکوائری کر کے فی الفور اس کے خلاف کارروائی ہوتی۔ اب میری گزارش یہ ہے کہ ایک گھنٹے کا ٹائم نہیں بلکہ آدھے گھنٹے میں بھی یہ کام ہو سکتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، کائرہ صاحب!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! میں حسن مرتضیٰ صاحب اور اپنے ساتھیوں سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ جو رانا صاحب نے کہا ہے کہ ایک گھنٹے کا ٹائم، تو یہ مناسب ٹائم ہے اور مناسب بات ہے۔ وہ اس کو تسلیم کریں۔ بہت شکریہ

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ ہم اس سسٹم کا حصہ ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ رانا صاحب علیٰحدہ ہیں اور ہم علیٰحدہ ہیں۔ ہم بھی انہی کا حصہ ہیں۔ میرا بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ تین دن ہو گئے ہیں، دو گھنٹے کا راستہ ہے وہ ایک گھنٹے کا ٹائم مانگ رہے ہیں، میں کہتا ہوں کہ دو گھنٹے دے دیتے ہیں، وہ لاہور تو آئے۔ جو ڈی سی او اپنے ضلع میں بیٹھ کر ہڑتالیں کروا رہا ہے، انجمن تاجران کو بلا بلا کر کہہ رہا ہے کہ آپ لوگ ہڑتال کرو، صحافیوں کو کہہ رہا ہے کہ آپ لوگ ان کے خلاف خبریں لگاؤ۔ اگر اس نے سیاست کرنی ہے تو وہ ڈی سی او شپ سے resign کر دے، جس حلقے میں کہتا ہے وہ آ کر الیکشن لڑے، اس کو آٹے، دال کے بھاؤ کا پتا چلے۔ ساری عمر وہ ٹرانسپورٹ میں نوکری کرتا رہا ہے، سو سو، دو دو سو روپے اکٹھے کرنے والے ڈی سی او نے ہمارے ایم پی ایز کے ساتھ زیادتی کی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ اسے دو گھنٹے دو، ادھر لاہور آ کر وہ بات تو کرے۔ اگر ہم ثابت نہ کریں کہ اس نے ہڑتالیں کروائی ہیں تو ہم resign دے دیں گے اور اگر ثابت ہو جائے تو اس سے بھی resign لینا چاہئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جیسے حسن مرتضیٰ صاحب نے فرمایا معاملہ بالکل طے ہوگیا۔یہاں کائرہ صاحب موجود ہیں آپ ان کے ساتھ کوئی اور دو صاحبان مقرر کر دیں یا اس وقت جو دوست complaint کر رہے ہیں ان میں سے شامل کر لیں۔ میں ان کی خدمت کے لئے حاضر ہوں، ڈی سی او کو بلا لیتے ہیں، غالباً چیف سیکرٹری صاحب فیصل آباد میں ہیں ان کو بھی بلا لیتے ہیں۔ میری information کے مطابق وہ کل فیصل آباد تھے اگر وہ آ چکے ہیں تو میں ابھی پتا کروا لیتا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

میری بات سن لیں۔بھائی میری بات تو سن لیں۔میری بات مکمل ہونے دیں۔یہ تو کوئی طریقہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: پلیز! تمام ممبران تشریف رکھیں۔منسٹر صاحب آپ کے لئے بات کر رہے ہیں۔شاہ صاحب نے بات کی ہے، کائرہ صاحب نے بھی بات کی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ تمام دوست میری بات مکمل ہونے دیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: یہ کیا طریقہ ہے؟ ان کی بات تو سنیں۔یہ اچھی بات نہیں ہے۔خدا نخواستہ وہ آپ کے خلاف تو نہیں بول رہے بلکہ وہ تو آپ کو بتا رہے ہیں کہ ہم نے کس طریقے سے کرنا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جیسے میں نے عرض کیا ہے۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر!۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (راناثناء اللہ خان): میری بات تو سن لیں۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! وزیر قانون ہمیں میٹھی گولی دے رہے ہیں۔ ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ایک ایم پی اے ایک لاکھ افراد کا نمائندہ ہوتا ہے اور کیا یہاں تمام ایم پی ایز کھڑے ہو کر جھوٹ بول رہے ہیں؟

جناب سپیکر: آپ قانون بنانے والے ہیں۔آپ قانون کا احترام کرنے والے ہیں۔آپ اس کے مطابق ان کو بات تو کرنے دیں۔

ملک محمد عباس راں: ہم گزارش کرتے ہیں کہ پہلے اس ڈی سی او کو معطل کیا جائے اس کے بعد کمیٹی بنائی جائے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: کون کہتا ہے کہ جھوٹ بول رہے ہیں؟None can say

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! یہ اسی کا بھائی ہے جس نے قصور میں آپ کو گرفت میں لینے کی کوشش کی تھی۔

چودھری شوکت محمود بسرا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میری استدعا ہے کہ آدھ گھنٹے کے لئے اجلاس کی کارروائی ملتوی کی جائے اس دوران رانا صاحب کو بھی ٹائم مل جائے گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! جب دس ممبرز ایوان میں کھڑے ہو کر کوئی الزام لگاتے ہیں تو وہ جھوٹا نہیں ہوتا۔

آوازیں: پہلے ڈی سی او کو معطل کیا جائے۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! آپ کی کیا مجبوری ہے؟ ہم نے لاء منسٹر کی بات سن لی ہے۔

جناب سپیکر: آپ کے سامنے ہماری کوئی مجبوری نہیں ہے۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! پہلے ڈی سی او کو معطل کریں۔پھر انکوائری کریں، پھر چاہے دو گھنٹے ٹائم دے دیں۔

جناب سپیکر: پلیز! آپ تشریف رکھیں۔ان کی بات تو سنیں۔آپ کیا کرتے ہیں؟ معزز ممبران! پلیز! آپ تشریف رکھیں۔یہ طریقہ مناسب نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور/داخلہ(رانا ثناء اللہ خان):جناب سپیکر!میں تمام ہاؤس سے۔۔۔(شوروغل)

جناب سپیکر:آرڈر پلیز۔آرڈر پلیز۔منسٹر صاحب کی بات سنیں۔شاہ صاحب!پلیز بات سنیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور/داخلہ(رانا ثناء اللہ خان):جناب سپیکر!میں تمام معزز ممبران سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ میری بات سن لیں۔

جناب سپیکر:پلیز!راناصاحب کی بات سنیں۔اچھی بات آرہی ہے۔Order in the House.

وزیر قانون و پارلیمانی امور/داخلہ(رانا ثناء اللہ خان):حسن مرتضیٰ صاحب!آپ پہلے میری بات سن لیں۔

جناب سپیکر:پلیز!تشریف رکھیں۔راناصاحب بات کر رہے ہیں،آپ بات سنیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور/داخلہ(رانا ثناء اللہ خان):جناب سپیکر!میں معزز ہاؤس اور یہاں پر بیٹھے ہوئے معززاراکین کی خدمت میں دوبارہ عرض کروں گا کہ آپ کو پوراملک اور پوراصوبہ دیکھ رہا ہے۔ہمیں اپنی ذات کے معاملے میں grace and space سے کام لینا چاہئے۔(قطع کلامیاں) بھائی آپ بات تو سن لیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ:یہ پیپلز پارٹی والوں کے ساتھ ہوناہی تھا۔وہ تو بار بار کہہ رہے تھے کہ وزارتیں چھوڑدیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور/داخلہ(رانا ثناء اللہ خان):جب میں بات مکمل کرلوں اس کے بعد جواب دے دیں۔آپ کو جواب دینے سے کس نے روکا ہے؟

جناب سپیکر:یہ کیا طریقہ ہے؟Gentleman! This is not good to you منسٹر صاحب جواب دے رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جب میری بات مکمل ہو جائے تو پھر اس کے بعد اپوزیشن کے معزز بھائی اور دوسری طرف سے بھی بات کر لیں۔ میں اسی ہاؤس کا حصہ تھا، جب یہاں اس طرح ایک A.S.I کو معطل کروایا گیا تو بعد میں اسے لوگوں نے اور پریس نے ہیرو بنا دیا تھا۔ میری ذات آپ کے ساتھ ہے لیکن میں experience کی بنیاد پر عرض کرتا ہوں۔ میں بھی آپ کے ساتھ اس ایوان کا ممبر ہوں۔ یہ میرا موقف ہے، اگر آپ اسے تسلیم نہیں کرتے تو کوئی ایسی بات نہیں۔ میں خود کو باہر نہیں نکال رہا۔ میرا یہ مؤقف ہے کہ اس میں ہماری ذات involve ہے اس لئے ہمیں grace and space سے کام لینا چاہئے۔ میں نے یہ ایک تجویز دی ہے کہ آپ حکومت کو ایک گھنٹے کا ٹائم دے دیں۔ اس سلسلے میں آپ کی جو خواہش ہے، آپ کا جو حکم ہے، اس پر عملدرآمد کے لئے حکومت کو ٹائم دے دیں یا پھر انھوں نے جو دوسری بات کی ہے کہ اس ڈی سی او اور چیف سیکرٹری کو بلایا جائے تو میں اس کے متعلق یہ عرض کر رہا تھا، میں کوئی اپنی بات نہیں کر رہا تھا یہاں پر کائرہ صاحب موجود ہیں، ان کا ان کی جماعت سے تعلق ہے لہذا آپ کائرہ صاحب کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنا دیں۔ ڈی سی او اور چیف سیکرٹری یہاں حاضر ہو جاتے ہیں۔ بات سننے کے بعد کمیٹی جو بھی فیصلہ کرے گی میں on behalf of the Government , on behalf of the Chief Minister یہاں اس معزز ایوان کو ensure کرتا ہوں کہ اس پر عمل کیا جائے گا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! جیسے رانا صاحب نے بات کی ہے، ٹھیک ہے ہم ایک گھنٹے کا ٹائم دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: کائرہ صاحب کی سربراہی میں کمیٹی تشکیل دی جا رہی ہے اس میں حسن مرتضیٰ صاحب اور تیسرے کون صاحب voluntary اس کمیٹی میں آنا چاہیں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ ہاؤس کا معاملہ ہے لہذا اپوزیشن سے بھی لغاری صاحب یا ہراج صاحب کو شامل کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: چونکہ یہ ہاؤس کا معاملہ ہے لہذا لغاری صاحب کو اس کمیٹی میں شامل کیا جاتا ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! سیالکوٹ میں خواجہ آصف صاحب نے ڈائریکٹر کالجز کو مارا لیکن پھر بھی ڈائریکٹر نے معافی مانگی اس لئے چونکہ خواجہ آصف صاحب ruling party سے تھے اور یہاں پیپلز پارٹی والوں کو مارا جا رہا ہے۔ ہم تو کل سے ہی شور مچا رہے ہیں کہ یہ کمشنری نظام بھی اسی لئے لایا جا رہا ہے اور ڈپٹی چیف منسٹر اسی لئے بنائے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر: پلیز ہمیں کمیٹی بنانے دیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: یہ تو بار بار کہہ رہے ہیں کہ پیپلز پارٹی والو! وزارتیں چھوڑ جاؤ لیکن انھوں نے وزارتیں نہیں چھوڑیں۔ اس لئے یہ تو ہونا ہی تھا۔

جناب سپیکر: لغاری صاحب! میں نے آپ کو نامزد کر دیا ہے، آپ کمیٹی میں شامل ہیں۔ بہت شکریہ بڑی مہربانی۔

چودھری شوکت محمود بسرا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ہم گورنمنٹ کا حصہ ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) دونوں گورنمنٹ کا حصہ ہیں۔ ہمیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ پیپلز پارٹی والوں کے ساتھ یہ بات ہو رہی ہے We are part and parcel of this Government. اور ہمارے وزیر قانون رانا ثناء اللہ صاحب نے جو بات کہی ہے ہم اسے own کرتے ہیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: ہمارا کوئی ممبر اس کمیٹی میں شامل نہیں ہو گا چونکہ یہ ان کا آپس کا معاملہ ہے۔

جناب سپیکر: یہ جواب دینا آپ کے لئے مناسب نہیں ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپ ٹھیک کر رہے ہیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! اس میں ہماری پارٹی سے کوئی نہیں شامل ہو گا۔

جناب سپیکر: قائد حزب اختلاف چودھری ظہیر صاحب! ذرا آپ اس بارے میں ان سے کہیں۔

محترمہ نرگس فیض ملک: جناب سپیکر! ہمیں یہ نہ سمجھائیں ہم اپنے حق کی بات کر سکتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ یہ چیئر کا حکم ہے اور یہ ہاؤس کا معاملہ ہے۔ اس میں کوئی پیپلز پارٹی، مسلم لیگ (ن) یا مسلم لیگ (ق) کا معاملہ نہیں ہے۔ یہ ہاؤس کا معاملہ ہے۔ آپ نے لغاری صاحب کو ممبر نامزد کر دیا ہے اور ہمیں امید ہے کہ لغاری صاحب اس میں contribute کریں گے۔ چیمہ صاحب نے جو یہاں پر آہ و پکار کی ہے میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ ساری complaints ایک ڈی۔ سی۔ او کے پاس ہیں ۔کمشنر نے کچھ نہیں کیا۔ کمشنر تو ڈی۔ سی۔ او کو check کریں گے اور ایسی شکایات پیدا نہیں ہوں گی۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں گزارش کرتا ہوں کہ ہم نے Call Attention Notice بھی دیا ہوا ہے۔ آج اسے out of turn لے لیا جائے تو ٹھیک ہے لیکن اگر وزیر قانون صاحب اس کو proper time پر take up کرنا چاہیں گے تو پھر بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ حقیقت بات ہے کہ یہ سارے ہاؤس کا معاملہ ہے۔ سارے ہاؤس کی عزت کا معاملہ ہے۔ اگر کسی بھی ایک ساتھی کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے تو وہ سارے ہاؤس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اب جو کمیٹی بنائی گئی ہے، انہی دنوں دوسرے جو دو تین واقعات ہو چکے ہیں ان کو بھی اسی کمیٹی میں بھجوا دیا جائے۔ سیالکوٹ کا واقعہ ہوا ہے کہ ای۔ ڈی۔ او ایجوکیشن کو اٹھا کر لے گئے ہیں، خواجہ آصف کے گھر لے کر گئے ہیں۔ یہ اخبار میں آیا ہے، اگر یہ خبر غلط ہے تو اخبار والے سے پوچھا جائے۔

جناب سپیکر: اس وقت جس حوالے سے کمیٹی بنائی گئی ہے ، جس میں محسن لغاری صاحب کو بھی شامل کیا گیا ہے اس بارے میں آپ بات کریں۔ میں نے جو ایک گزارش کی ہے اس بارے میں فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! آپ نے لغاری صاحب کو اس کمیٹی کا ممبر نامزد فرمایا ہے، ہم آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں، وہ کمیٹی میں شرکت کریں گے لیکن ہماری یہ گزارش ہو گی کہ اس کے اندر یہ معاملات بھی discuss کئے جائیں۔ ابھی کل ہی ایک ڈاکٹر کے ساتھ واقعہ ہوا ہے۔ آپ مہربانی کر کے اجازت فرمائیے گا کہ ہماری ایک ساتھی ممبر اس بارے میں اپنی

گزارش پیش کر سکے۔ وہ صرف آپ اور وزیر قانون صاحب کے نوٹس میں لانا چاہتی ہیں۔ ہم وزیر قانون صاحب کی خواہش اور آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے ساتھی کو اس کمیٹی میں بھجوائیں گے۔ جناب! good governance and bad governance کے درمیان فیصلہ ہونے کے لئے ایک thin line موجود ہے میں امید رکھتا ہوں کہ اس thin line کے بارے میں یہ کمیٹی اپنے remarks دے گی۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: یہ وقفہ سوالات ہے، اب کارروائی کو آگے چلنے دیں۔ وہ بات ہو چکی، کمیٹی بن چکی ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! بہت ضروری بات ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! جیسا کہ ہمارے قائد چودھری ظہیر الدین نے کہا ہے کہ ایک اور بہت اہم واقعہ ہوا ہے۔ یہ آج کے اخبار "جنگ" میں موجود ہے کہ کل ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ڈسٹرکٹ ہسپتال میں Secretary Environment صاحب بہانے سے وہاں پر visit کرنے کے لئے چلے گئے اور انھوں نے وہاں صفائی کو ناقص کہتے ہوئے وہاں کے ایم۔ایس کو باتھ روم میں lock کر دیا۔ میں یہ پوچھتی ہوں کہ یہاں فیصلہ کرنے کے لئے دو گھنٹے مانگے جا رہے ہیں۔ آخر وہ Secretary Environment اتنا طاقتور کیسے ہو گیا کہ اس نے ایک اکیسویں گریڈ کے آفیسر کو باتھ روم میں بند کرنے کا فیصلہ بھی کر لیا، اس کو سزا بھی دے دی اور اس کو degrade کیا۔ یہ جگہ جگہ ڈاکٹروں کی جو degradation چل رہی ہے وہ اس حکومت کے لئے اچھی نہیں ہے اور ہم خاموشی سے نہیں بیٹھیں گے۔

جناب سپیکر: اب آپ تشریف رکھیں، بڑی مہربانی۔ آپ کی بات کا وزیر صاحب نوٹس لے رہے ہیں۔

چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ابھی قائد حزب اختلاف ای۔ڈی۔او کے حوالے سے بات کر رہے تھے۔یہ واقعہ میرے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔ میں نے اس کو فون کیا تھا۔

جناب سپیکر: ہندلی صاحب! اس کا ایک طریق کار ہے۔آپ اس بارے میں کوئی تحریک استحقاق لے آئیں۔یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔یہ وقفہ سوالات ہے، آپ مہربانی کریں اور تشریف رکھیں۔

چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ہمیں بھی وقت دے دیں۔ آپ نے ان تینوں کو بات کرنے دی ہے لیکن مجھے آپ وقت نہیں دے رہے۔مجھے بھی بات کرنے دیں۔

جناب سپیکر: آپ ماشاء اللہ زیادہ تعداد میں ہیں اور وہ تھوڑی تعداد میں ہیں اس لئے ان کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ): آپ میری عرض تو سن لیں۔ میں اسی سے متعلقہ بات کرنا چاہتا ہوں۔ میرا تعلق سیالکوٹ سے ہے۔ میں نے اس ای۔ڈی۔او صاحب کو ایک کام کے سلسلے میں خود فون کیا تھا اور اس نے جو الفاظ استعمال کئے اور جتنی بدتمیزی میرے ساتھ کی تھی میں وہ بیان نہیں کر سکتا۔باقی میرا تعلق پیپلز پارٹی سے ہے میں خواجہ صاحب کے متعلق وضاحت نہیں کر رہا۔ خواجہ صاحب بیرون ملک ہیں۔وہاں ایک عام کارکن کے ساتھ اس کا جھگڑا ضرور ہوا ہے مگر وہ ایک ایسا بدتمیز انسان ہے کہ ضلع سیالکوٹ میں آپ کسی سے بھی پوچھ سکتے ہیں۔اس نے وہاں لوگوں سے بہت زیادہ پیسے لئے ہیں۔اس نے لوگوں سے پیسے لے کر بھرتیاں کی ہیں۔اگر ایک سو آدمی بھرتی ہونا تھا تو اس نے پانچ سو آدمیوں سے بھرتی کروانے کے لئے رقم اکٹھی کر لی ہے۔ میں اس کے متعلق انشاء اللہ تحریک بھی پیش کروں گا۔اس بارے میں انکوائری کی جائے اور اس کی رپورٹ ہاؤس میں پیش کی جائے کیونکہ وہ انتہائی بدتمیز آدمی ہے اور اس نے میرے ساتھ بھی فون پر بدتمیزی کی تھی۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! میں صرف ایک منٹ بات کرنے کے لئے آپ سے اجازت چاہوں گا۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(---جاری)

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ میں اب سوالات کی طرف آ رہا ہوں۔ آپ بعد میں بات کر لیجئے گا۔ آپ تشریف رکھیں، No, this is not good.

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! آپ اپوزیشن کو بات کرنے کے لئے زیادہ وقت دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ یہ میرا کام ہے، یہ میرا معاملہ ہے اور میں خود بہتر جانتا ہوں کہ کیا کرنا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ بڑی مہربانی۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! ہم بھی ہاؤس کے ممبر ہیں، ہم بھی ہاؤس کا حصہ ہیں۔ آپ ان کو وقت دیتے ہیں اس کے باوجود بھی وہ walk out کر جاتے ہیں۔ آپ ان کو وقت بھی دیتے ہیں لیکن وہ پھر بھی راضی نہیں ہوتے۔

جناب سپیکر: یہ ان کی منشا ہے لیکن ان کو وقت دینا میرا فرض ہے۔

ملک محمد عباس راں: یہ جو ڈی۔ سی۔ او والا مسئلہ ہے، منڈی بہاؤالدین کتنی دور ہے؟ ابھی hot line پر فون کریں، دو گھنٹے میں ڈی۔ سی۔ او یہاں حاضر ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: آپ سے دو گھنٹے کا وقت اسی لئے لیا گیا ہے۔ اس حوالے سے کمیٹی بن چکی ہے، اب وہ خود ہی اسے call کر لیں گے۔ وہ اپنے طور پر کر رہے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

ملک محمد عباس راں: آپ ہمارے custodian ہیں۔

جناب سپیکر: آپ مجھے custodian بننے دیں گے تو بنوں گا۔ آپ تو کوئی کام ہی نہیں ہونے دے رہے۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ پلیز! آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ تشریف رکھیں۔ بڑی مہربانی۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! وزیر صاحب نے ابھی سوال نمبر 13 کا جواب دینا ہے۔ پہلے سوال کا ابھی جواب رہتا ہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں تو اس پر ضمنی سوالات مکمل ہو چکے ہیں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! ابھی ایک سوال کا جواب رہتا ہے۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ان کا ضمنی سوال ہے۔اس کے بعد اس سوال پر مزید ضمنی سوال نہیں ہوگا۔ ٹھیک ساڑھے دس بجے یہ question hour ختم ہو جائے گا۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میرے پہلے ضمنی سوال کا جواب تو آلینے دیں۔

وزیر آبکاری و محصولات (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میاں نصیر صاحب نے جو ضمنی سوال کیا ہے ویسے تو یہ fresh question بنتا تھا مگر میں پھر بھی اپنے فاضل ممبر کو اس کا جواب دینا چاہوں گا۔انھوں نے رجسٹریشن کے حوالے سے بات کی ہے تو رجسٹریشن فیس میں پنجاب حکومت کی طرف سے کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔آپ کو رجسٹریشن فیس میں جو اضافہ نظر آ رہا ہے وہ وفاقی حکومت کا withholding tax ہے جس کی c.c.wise ایک slab ہے۔اس میں 1000 سی سی، 1300 سی سی، 1600 سی سی، 2000 سی سی کے مطابق یہ withholding tax لگا ہوا ہے۔اگر آپ کو اس کی detail چاہئے ہو گی تو وہ میں آپ کو فراہم کر دوں گا۔

جناب سپیکر! معزز ممبر نے اپنے دوسرے سوال میں luxury tax کے حوالے سے بات کی تھی۔پنجاب حکومت نے 2000-cc and 3000-cc, imported vehicles کے اوپر دو لاکھ اور تین لاکھ کی مناسبت سے luxury tax لگایا ہوا ہے۔اس میں ہمارے پاس اس وقت recovery ہو رہی ہے۔یہ یکم جولائی 2005 سے اب تک جتنی بھی گاڑیاں پنجاب میں رجسٹرڈ ہیں ان سے یہ ٹیکس ہم نے وصول کرنا ہے اور اس کی بابت recovery ہو رہی ہے لیکن slow ہے۔آپ کی یہ بات بجا ہے کہ یہ ٹیکس لگنے کی وجہ سے نئی رجسٹریشن میں decrease آ گیا ہے، downfall ہے اور گاڑیاں اسلام آباد یا دوسرے صوبوں میں رجسٹر ہو رہی ہیں جس سے ہمیں لگ رہا ہے کہ مستقبل میں محکمہ پنجاب کو بڑی گاڑیوں کی مناسبت سے جو ٹیکس وصول ہوتا ہے اس میں revenue loss ہو گا۔یہ معاملہ عدالت میں بھی ہے اور وہاں پر اس بارے میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، پوچھیں لیکن یہ دیکھ لیں کہ آپ کے پاس آدھا منٹ ہے۔ انھوں نے جواب بھی دینا ہے۔

جناب وسیم قادر: میں آدھے منٹ میں مکمل کر لوں گا۔ تقریر نہیں کروں گا۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! یہ دیکھا گیا ہے کہ باقی جو چھوٹے districts ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال کریں۔

جناب وسیم قادر: جی، ضمنی سوال ہی کر رہا ہوں، سن تو لیں۔

جناب سپیکر: جی، بولیں!

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! بولنے دیں گے تو بولوں گا۔ دیکھا گیا ہے کہ اکثر چھوٹے اضلاع کے لوگ لاہور میں گاڑیوں کی رجسٹریشن کرواتے ہیں وہ اس لئے کہ انھیں اعتماد نہیں ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ شاید چھوٹے اضلاع میں دو نمبر رجسٹریشن ہوتی ہے تو قابل احترام منسٹر صاحب سے میرا یہ سوال ہے کہ کیا وہ ensure کریں گے کہ جو تمام چھوٹے اضلاع ہیں ان میں بھی رجسٹریشن کا نظام computerize کیا جائے گا اور اس وقت کس کس ضلع میں computerize system موجود ہے؟ اگر چھوٹے اضلاع میں نہیں ہے تو کب تک موٹر وہیکلز رجسٹریشن کا کام تمام اضلاع میں computerize کر دیا جائے گا؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر آبکاری و محصولات (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! یہ پانچواں supplementary question آگیا ہے۔

جناب سپیکر: اس کو دیکھنا میرا کام ہے، آپ ان کا جواب دیں، بس۔

وزیر آبکاری و محصولات (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! اس میں عرض یہ ہے کہ پنجاب کے 35 اضلاع ہیں ان میں سے 22 اضلاع میں ہمارا کمپیوٹرائزڈ سسٹم ہے وہاں پر جعلی رجسٹریشن کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ باقی اضلاع میں بھی ہمارا سسٹم کمپیوٹرائزڈ ہو رہا ہے اور جہاں کمپیوٹرائزڈ نہیں ہے وہاں بھی میں ان سے بالکل agree نہیں کرتا کہ وہاں پر ہمارے محکمے کے حوالے سے جعلی رجسٹریشن ہوتی ہے۔ اگر کہیں پر کوئی جعلی رجسٹریشن ہوتی ہے تو وہ باہر بیٹھے ہوئے کوئی لوگ کرتے ہوں گے جس طرح مختلف محکموں میں جعلی کام ہوتے ہیں۔ جہاں تک انہوں نے کہا تو یہ لوگوں کی مرضی ہے اگر وہ لاہور کا ایڈریس دیتے ہیں اور ہمیں proof دیتے ہیں کہ گاڑی لاہور سے لی ہے تو We are bound کہ ہم انہیں لاہور کا نمبر دیں اور وہ یہاں پر گاڑی رجسٹرڈ کروائیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔ جو سوالات رہ گئے ہیں وہ pending ہیں، جب اس محکمے کی باری آئے گی تو یہ سوال جاری رہیں گے۔ (قطع کلامیاں)

جی نہیں، میں نے کہہ دیا ہے۔ No, you cannot challenge it. آپ تشریف رکھیں۔ بڑی مہربانی

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب سپیکر: اب ہم Call Attention Notice لیتے ہیں۔ جناب وسیم قادر صاحب!

لاہور عطاء روڈ، باغبانپورہ میں نوجوان کی ہلاکت

125: جناب وسیم قادر: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 21۔نومبر 2008 باغبانپورہ کے علاقے عطاء روڈ کے امام مسجد حافظ امیر کے بیٹے شکیل کو موٹر سائیکل کا کرایہ مانگنے پر ملزم محسن عرف موسیٰ نے اپنے بھائی کے ساتھ مل کر اندھا دھند فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور فرار ہو گئے؟

(ب) دہشت گردی کے متذکرہ بدترین واقعہ کے درج مقدمہ میں کل کتنے ملزمان کو نامزد کیا گیا نیز تاحال کوئی گرفتاری عمل میں لائی گئی ہے تو مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور/داخلہ (راناثناء اللہ خان):

(الف) یہ درست ہے کہ مورخہ 2008-11-20 کو باغبانپورہ کے علاقہ عطاء روڈ پر امام مسجد امیر کے بیٹے شکیل کو موٹر سائیکل کا کرایہ مانگنے پر ملزمان محسن عرف موسیٰ، خدا بخش اور ایک کس نامعلوم نے اندھا دھند فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور فرار ہو گئے جس پر مقدمہ نمبر 2008/1354 مورخہ 2008-11-20 بجرم 34/302 (ت پ) تھانہ باغبانپورہ درج رجسٹر ہوا ہے جس کی تفتیش بذریعہ شہباز احمد SI عمل میں لائی جا رہی ہے۔

(ب) اس واقعہ میں کل 3 کس ملزمان مسمیان محسن عرف موسیٰ، خدا بخش عرف بخشو اور ایک کس نامعلوم شامل ہیں تاحال کوئی بھی ملزم گرفتار نہ ہوا ہے۔ ملزمان کی گرفتاری کے لئے مختلف مقامات پر ریڈ کئے جا رہے ہیں۔ ایس پی او باغبانپورہ کی زیر نگرانی ملزمان کی گرفتاری کے لئے خصوصی ٹیم تشکیل دی گئی ہے۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! میں اس پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہ واقعہ 21 تاریخ کو ہوا ہے اور رات بھی حافظ امیر صاحب امام مسجد سے میری بات ہوئی تھی تو انہوں نے بتایا تھا کہ پولیس والے کہتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ شہباز چٹھہ صاحب investigation officer ان سے بالکل کوئی تعاون نہیں کر رہے اور 3/2 دفعہ پولیس والوں کو خود ساتھ لے کر گئے ہیں، پٹرول بھی خود دیا ہے، کھانا بھی خود کھلایا ہے اور پوزیشن یہ ہے کہ کسی لواحقین سے پوچھا نہیں گیا۔ وہ بندہ امام مسجد ہے اور منبر خدا پر بیٹھ کر روتا ہے، جس کا بیٹا قتل ہو گیا اور دیکھیں! آج کتنے دن ہو گئے ہیں تو ابھی تک پولیس نے کچھ نہیں کیا۔ ہمیں چار تھانے لگتے ہیں، باغبانپورہ، مغل پورہ، سنگھ پورہ اور شالامار ٹاؤن، ان میں جواء دیکھ لیں، پرچی جواء دیکھ لیں، منشیات اور تمام وہ کام ہو رہے ہیں جو نہیں ہونے چاہئیں۔ یہ لاہور کا نمبر 1 علاقہ ہے اور پولیس حکام کو بار بار کہنے کے باوجود آج تک پولیس نے کوئی ایسا action نہیں کیا۔

جناب سپیکر: آپ کوئی ضمنی سوال تو پوچھ سکتے ہیں لیکن میرے خیال میں اس سے زیادہ بحث تو آپ نہیں کر سکتے۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پولیس ان ملزمان کو کب تک گرفتار کرے گی اور زبانی کہنے سے تو مسئلہ حل نہیں ہوگا، اس سلسلے میں پولیس والے کیا efforts کر رہے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! پہلے اس مقدمہ کی تفتیش ایک SI level کا آدمی کر رہا تھا اور یہ معاملہ معزز رکن کے Call Attention Notice پر اٹھانے کے بعد ایس پی او باغبانپورہ کر رہے ہیں اور انہوں نے during briefing مجھے اس بات کا یقین دلایا ہے کہ انہوں نے ملزمان کے عزیزوں کو pressurize کیا ہے اور وعدہ وعید اس طرح سے ہوئے ہیں کہ within two weeks وہ ان ملزمان کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور میں معزز رکن کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ اگر within two weeks وہ اپنی اس commitment کو honour نہ کر سکے تو ہم اس معاملے کو دوبارہ take up کریں گے اور میں C.C.P.O لاہور سے بھی بات کروں گا کہ اس سلسلے میں وہ بھی اس کا نوٹس لیں اور ان ملزمان کی گرفتاری کے لئے موثر طریقے سے کوشش کریں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ ہم نے پہلے جو کمیٹی بنائی ہے اس میں میجر ذوالفقار صاحب کا نام بھی شامل کر لیا جائے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! کمیٹی کا ایجنڈا کیا ہے؟

جناب سپیکر: آپ کو سب ایجنڈا بتا دیں گے۔ آپ کو پتا ہے۔ آپ صبح سے بیٹھے ہیں، آپ کو ابھی تک ایجنڈے کا نہیں پتا۔ (قطع کلامیاں)

وہ رات والی بات پھر درست ہوئی ناں۔ جی، next محترمہ فائزہ احمد ملک صاحبہ!

شیخوپورہ میں نامعلوم افراد کی فائرنگ سے ڈاکٹر کی ہلاکت

124: **محترمہ فائزہ احمد ملک:** کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 23۔نومبر 2008 کی ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق ڈاکٹر کمبوہ معروف سرجن کو لاہور روڈ شیخوپورہ میں نامعلوم افراد نے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا؟
(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متعلقہ پولیس نے ابھی تک اس قتل کے ملزم گرفتار نہ کئے ہیں؟
(ج) یہ قتل کس تھانہ کی حدود میں ہوا، کیا اس کی ایف آئی آر میں کوئی ملزم نامزد کیا گیا ہے؟
(د) ملزمان کی گرفتاری عمل میں نہ لانے کی وجوہات کیا ہیں، کیا حکومت نے اس قتل پر کسی پولیس ملازم کے خلاف کوئی ایکشن لیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (راناثناء اللہ خان):

(الف) یہ درست ہے۔
(ب) مقدمہ بابت قتل ڈاکٹر یوسف کمبوہ میں کوئی ملزم نامزد ہے اور نہ ہی ابتدائی رپورٹ میں وجہ عناد لکھوائی گئی ہے۔ تاہم ملزمان کی تلاش ہر ممکن طریقہ سے جاری ہے جس کی نگرانی S.P and D.S.P Investigation City Circle کر رہے ہیں۔
(ج) یہ وقوعہ تھانہ صدر شیخوپورہ کی حدود میں رونما ہوا ہے۔ ایف آئی آر میں کوئی ملزم نامزد نہ ہے۔
(د) ملزمان کی تلاش و گرفتاری کے لئے سر توڑ کوششیں جاری ہیں۔ مقتول ڈاکٹر کے ورثاء نے مسمی محمد امیر ولد محمد رفیق قوم ارائیں سکنہ نواں کوٹ پر شبہ ظاہر کیا ہے۔ عرصہ 20یوم قبل محمد امیر کی والدہ زینب بی بی جس کی ٹانگ میں کینسر تھا، دوران اپریشن اپنی رضامندی سے مقتول ڈاکٹر صاحب سے ٹانگ کٹوائی تھی جو بعد ازاں محمد امین مشتعل ہو گیا۔ جس کو شامل تفتیش کر لیا گیا ہے۔ تاہم بادی النظر میں کسی پولیس ملازم کی کوئی کوتاہی نہ پائی گئی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر محترمہ فائزہ احمد ملک صاحبہ کی information کے لئے عرض کروں کہ محمد امیر کو شامل تفتیش کیا گیا لیکن تفتیش میں innocent پایا گیا ہے اور اس پر الزام ثابت نہیں ہو سکا۔ اب تک کی پولیس کی تفتیش کے مطابق It is not final کہ یہ ذاتی عناد پر قتل ہوا

ہے اور شاید یہ قتل robbery کے نتیجے میں ہوا ہے اس لئے اس معاملے میں پولیس کافی تندہی سے تفتیش کر رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ ملزمان جلد گرفتار ہو جائیں گے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ صغیرہ اسلام!

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! اسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہ شیخوپورہ کی بد قسمتی ہے کہ یہاں پر D.P.O شیخوپورہ جیسے آدمی کو تعینات کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! 11۔جون کو بارہا اس اسمبلی کے floor پر۔۔۔۔

جناب سپیکر: ان کے سوال کا تو جواب آنے دیں۔ توجہ دلاؤ نوٹس کا 15 منٹ کا وقت ہوتا ہے۔ آپ اس کے بعد بات کر لیجئے گا۔ جی، محترمہ فائزہ ملک صاحبہ!

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میں وزیر قانون صاحب کی توجہ دلانا چاہوں گی کہ جیسے ابھی ہماری رکن اسمبلی نے شیخوپورہ کے حوالے سے بات کی ہے تو واقعی میں سمجھتی ہوں کہ اتنے مہینوں میں جو ہم واقعات سنتے آ رہے ہیں اس سے پہلے بھی بہت سارے ایسے واقعات شیخوپورہ کے حوالے سے بیان ہوئے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ضمنی سوال کریں۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میں صرف آپ کی توجہ دلانا چاہتی تھی کہ ہم نے شیخوپورہ میں جو D.P.O تعینات کیا ہے یا ہمارے جو شیخوپورہ کے پولیس افسران تعینات کئے گئے ہیں ان کی اب تک کی کارکردگی غیر تسلی بخش ہے۔ اس چیز کا notice لینا بھی ہماری ہی ذمہ داری ہے کیونکہ یہ اہم بات ہے کہ صرف اس علاقے میں ہی ایسے واقعات کیوں ہوتے ہیں؟ ان کی روک تھام اور سد باب پولیس سے کیوں نہیں ہو رہا؟ اس کے علاوہ ملزمان کی گرفتاری کا جو مسئلہ ہے تو یہ issue اسمبلی میں بہت عرصے سے چلا آ رہا ہے کہ اگر شیخوپورہ میں کوئی واردات ہوتی ہے تو وہاں کے ملزمان گرفتار کیوں نہیں ہوتے؟ آخر اس کے پیچھے کیا پس منظر ہے اور اس کی وجوہات و محرکات کیا ہیں؟ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان کی کارکردگی چیک کریں کیونکہ ہم حکومت میں بیٹھے ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہ بہت

ضروری issue ہے کہ ہم اس کو فوری طور پر دیکھیں کہ صرف اس علاقے کی کارکردگی ابھی تک کیوں غیر تسلی بخش ہے اس لئے اس کا notice لیناوزیر قانون صاحب کے لئے بہت ضروری ہے۔

وزیر قانون وپارلیمانی امور / داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترمہ نے جو فرمایا ہے کہ اس معزز ہاؤس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس قسم کی کارکردگی کا notice لے۔ یہ بالکل درست بات ہے۔ اس ہاؤس کو حکومت اور اس کا ہر functionary جوابدہ ہے۔ مجھے جہاں تک off hand information ہے کہ ضلع شیخوپورہ میں جو اشتہاریوں کو پکڑنے کی مہم تھی وہ بڑی کامیابی سے چلائی گئی ہے اور وہاں سے اشتہاری ملزموں کو گرفتار کرنے کا تناسب دوسرے بہت سے اضلاع سے بہتر ہے لیکن پھر بھی جو محترمہ نے نشاندہی کی ہے میں اس سلسلے میں facts and figures منگوا لوں گا اور اگر ضلع شیخوپورہ کی کارکردگی اشتہاری ملزمان کو پکڑنے میں کوئی کمی بیشی پائی گئی تو محکمہ اس پر سخت notice لے گا اور متعلقہ افسران کی جوابدہی کرے گا۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ صغیرہ اسلام!

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! وزیر قانون ہمارے بھائی ہیں اور انتہائی قابل احترام ہیں۔ انھوں نے ایوان میں مجھے کئی دفعہ یقین دہانی بھی کروائی ہے۔ اس ملزم کی تو نشاندہی ہی نہیں ہوئی لیکن میں نے تو ملزمان کی نشاندہی بھی کی کہ یہ ملزم ہیں۔ وہ 25 لوگوں کا ایک ایسا گروہ ہے جو قتل کی واردات بھی کرتے ہیں، چوریاں بھی کرتے ہیں، ڈکیتیاں بھی کرتے ہیں اور یہ پولیس کے علم میں بھی ہے۔ میں جب یہ بات کہتی ہوں کہ تھانے بک جاتے ہیں، پولیس بک جاتی ہے تو پھر ملزم کیسے پکڑے جائیں گے؟ یہ اشتہاری اس وقت تک جرم نہیں کرتے جب تک انھیں پولیس کی پشت پناہی حاصل نہ ہو۔

جناب سپیکر! انھوں نے پہلے بھی میرے ایک عزیز کو قتل کیا تھا جو کہ 17 سال کا نوجوان تھا اور بالکل بے گناہ تھا۔ وہ تو ایک شادی پر آیا تھا۔ میں آٹھ سال سے لگاتار کہہ رہی ہوں کہ اگر وہ ملزم پکڑے جاتے تو آج ایک بے گناہ اور نہ مارا جاتا۔ اس گاؤں سے ان اشتہاریوں کی وجہ سے آدھے سے زیادہ راجپوت برادری کے لوگ گاؤں کو چھوڑ کر جا چکے ہیں کیونکہ ان ملزمان کو تمام ضلع کے بڑے سے لے کر چھوٹے افسر تک کی پشت پناہی حاصل ہے۔ اگر پولیس ان کی پشت پناہی نہ کرے تو ملزمان اتنے

طاقتور نہیں ہیں کہ وہ پکڑے نہ جائیں۔ وہ تمام لوگ منشیات کا کام کرتے ہیں اور پولیس کو منتھلی دیتے ہیں اس لئے پولیس ان کو ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں کرتی۔

جناب سپیکر: راناصاحب! ان کی اس بات کا سختی سے notice لیا جائے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گی کہ D.P.O صاحب سے یہ پوچھا جائے کہ چھ ماہ کے عرصے میں وہ ایک بھی اشتہاری نہیں پکڑ سکے۔ عید والے دن ایک ایک موٹر سائیکل پر تین تین بندے بیٹھ کر پورے گاؤں میں اس طرح فائرنگ کر رہے تھے کہ ایسے لگتا تھا کہ ہر گھر میں فائرنگ ہو رہی ہے لیکن کوئی آدمی ان کو پکڑنے کی جرأت نہیں کرتا۔ وہ کیوں پکڑیں کہ جب منتھلی ان کے گھروں میں پہنچ رہی ہے تو پھر پکڑنے کی کیا جرأت ہے۔ اگر D.P.O صاحب کا رویہ یہی رہا تو میں وزیراعلیٰ سے یہ گزارش کروں گی کہ ایسے D.P.O کو جو ضلع شیخوپورہ میں جرائم پر قابو نہیں پا سکا، کسی اشتہاری کو نہیں پکڑ سکا اور اگر میرے عزیز کے ساتھ ایسا ہو سکتا ہے تو باقی لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا اس لئے ایسے D.P.O کی ضلع شیخوپورہ میں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ جس کو سفارش کے تحت ضلع شیخوپورہ میں لگایا گیا ہے۔ میں پھر کہتی ہوں کہ جب تھانے بکتے ہیں، پولیس بکتی ہے تو اشتہاریوں کی جرأت اتنی ہی بڑھتی ہے کہ جتنی اس D.P.O جو میرے سامنے بیٹھے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ان کو address نہ کریں۔ آپ مجھ سے بات کریں۔ آپ ہماری بہن ہیں اور بڑی پرانی پارلیمنٹیرین ہیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! مجھے بتائیں کہ اگر آپ کے گھر کے کسی فرد کے ساتھ ایسا ہو تو پھر آپ کیا کریں گے؟

جناب سپیکر: محترمہ! میں آپ کے ساتھ ہوں۔ میرے خیال میں اس فورم پر میں نے سب سے پہلے آپ سے بات کی تھی۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! چھ ماہ کے عرصے میں ایک ملزم ان سے نہیں پکڑا گیا۔ اگر ان کے گھر کے کسی فرد کے ساتھ بھی یہ تھوڑی سی سختی کرتے تو ملزم ضرور پکڑے جاتے لیکن پولیس ملزمان سے ملی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب اس بارے میں notice لے رہے ہیں۔ جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے اس بات پر ہمدردی ہے کہ جو نوجوان قتل ہوا ہے، اس کے ملزمان اب تک گرفتار نہیں ہو سکے۔ بہر حال جو مقامی پولیس ہے اس کا یہ کہنا ہے کہ انھوں نے اس بارے میں حتی المقدور کوشش کی ہے اور ملزمان وہاں سے فرار ہیں۔ ان کا وہاں پر کوئی نام و نشان نہیں ہے لیکن میں محترمہ کی اس بات سے متفق نہیں ہوں کہ انھوں نے کہا ہے کہ D.P.O شیخوپورہ کسی سفارش کے اوپر لگایا گیا ہے۔

جناب سپیکر! اس بارے میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کی دوٹوک پالیسی ہے اور انھوں نے اس سلسلہ میں تمام تر دباؤ کو برداشت کیا ہے اس لئے کوئی D.C.O، کوئی D.P.O اور اس level کے جتنے بھی افسران ہیں ان کی تمام ایجنسیوں سے رپورٹ لے کر اور پوری چھان پھٹک کے بعد ان لوگوں کو تعینات کیا گیا ہے اس لئے قطعی طور پر اس سلسلہ میں کوئی otherwise اور نہ کسی political سفارش کو خاطر میں لایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے فرمایا ہے کہ وہاں پر تھانہ بکا ہوا ہے، منتھلی دی جا رہی ہے تو اس لئے ملزمان کو نہیں پکڑا جا رہا تو میں محترمہ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس ضلع میں آخر ایماندار لوگ بھی تو ہوں گے، کوئی نہ کوئی ڈھونڈنے سے مل جائے گا اگر وہاں پر نہیں ملتا تو یہ لاہور میں نشاندہی کر دیں تو جس آدمی کو یہ سمجھیں کہ یہ بہت competent ہے، یہ منتھلی نہیں لیتا، یہ رشوت نہیں لیتا میں ان سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ یہ بتائیں گی تو اس متعلقہ تھانے میں ہم اس competent آدمی کو جس کو یہ بھی competnet سمجھیں تو ہم اس کو duty دیتے ہیں کہ وہ ان ملزمان کو پکڑنے کے لئے حتی المقدور جو کوششیں ہو رہی ہیں ان میں مزید اضافہ کرے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں آپ اس سلسلہ میں علیٰحدگی میں بیٹھ کر بات کر لیں تو بہتر ہے۔ آپ جو suggest کریں گی تو یہ اس کے مطابق عمل کروائیں گے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! وزیر قانون بہت زیادہ صفائی دے رہے ہیں۔ میں D.P.O کی کارکردگی صرف اس لئے جاننا چاہتی ہوں کہ عید کے دن ان اشتہاریوں نے میرے ہی گاؤں کے اندر کتنی فائرنگ کی ہے۔ اسی گاؤں میں ایک قتل کے بعد چھ قتل اور ہوئے ہیں لیکن ایک بندہ بھی نہیں پکڑا گیا۔

جناب سپیکر! اگر کوئی آدمی یہ کہتا ہے کہ ہم نے آپ کو دیکھا ہے تو وہ اس کی ٹانگوں میں گولی مار دیتے ہیں کہ تم ان ٹانگوں پر چل کر گواہی دو گے۔ وہ آتے ہیں اور ٹرانسفارمر کو گولی مار کر اڑا دیتے ہیں تو کسی بندے کی جرأت نہیں کہ ان کے خلاف کوئی شکایت کرے اس لئے کہ وہ اس حد تک بڑھ چکے ہیں۔ کوئی آدمی جرائم میں کب پڑتا ہے۔

جناب سپیکر: راناصاحب! اس کے لئے کوئی special team بنوادیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! جب پشت پناہی کی جاتی ہے پھر جرم بڑھتا ہے۔

جناب سپیکر: راناصاحب! میرے خیال میں اس کے لئے کوئی special team بنادی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! D.P.O شیخوپورہ اور آئی جی صاحب کے liaison officer with this august House وہ موجود ہیں۔ میں نے انہیں direction دی ہے اور وہ رُک جاتے ہیں تو محترمہ کے ساتھ بیٹھ کر ہم اس مسئلے کو focus کر لیتے ہیں۔ جو مناسب طریقہ ہے ہم اختیار کرتے ہیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! یہ مجھے surety دے دیں۔

جناب سپیکر: آپ راناصاحب کی بات تو سنیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! یہ مجھے اس بات کی surety دے دیں کہ وہ کتنے دنوں میں ملزم پکڑوادیں گے؟

جناب سپیکر: آپ جب رانا صاحب سے ان کے دفتر میں ملیں گی تو آپ کو assurance ضرور دلوائیں گے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میرا تعلق بھی ضلع شیخوپورہ سے ہے۔

جناب سپیکر: اب توجہ دلاؤ نوٹس کا وقت ختم ہوتا ہے۔ جی، عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ محترمہ ہماری معزز ممبر ہیں اور ان کے عزیزوں میں اب تک تین قتل ہو چکے ہیں۔ اگر ایک رکن اسمبلی بار بار اس ہاؤس میں وقتاً فوقتاً اس issue کو raise کرتی ہیں لیکن وہ گفتن شنیدن برخاستن ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر عمل نہیں ہوتا۔۔۔

جناب سپیکر: ایسا نہیں ہو گا۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: اگر محترمہ identify specifically کر رہی ہیں اور بتا رہی ہیں تو پھر بھی ملزم گرفتار نہیں ہوتے تو میں سمجھتی ہوں کہ ان کی ناراضگی بالکل بجا ہے۔ اس پر آپ نے ٹھیک فرمایا ہے کہ اس پر special team appoint کرنی چاہئے کیونکہ محترمہ کے بار بار ہاؤس میں لانے کے باوجود مسئلہ حل نہیں ہو رہا۔ اگر D.P.O صاحب بھی کوشش کر رہے ہیں اور پھر بھی وہ گرفتار نہیں ہو رہے تو پھر کرائم برانچ کی کوئی special team بنا دیں۔ محترمہ ہماری ہاؤس کی ایک معزز ممبر ہیں اور وہ floor پر کہہ رہی ہیں کہ عید والے دن بھی انہوں نے فائرنگ کی اور ہر وقت وہ گاؤں میں موجود ہوتے ہیں تو پھر وہ گرفتار کیوں نہیں ہوتے؟ اس بات کی کوئی solid logic ہونی چاہئے کہ وہ ملزمان گرفتار کیوں نہیں ہوتے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے تو ان کی بات پر کہا ہے کہ ابھی ان کے ساتھ بیٹھ کر طے کر لیتے ہیں اور جو طریق کار پولیس نے اب تک اپنایا ہے وہ بھی سامنے آ جائے گا اور جو محترمہ چاہتی ہیں کہ اس میں کمی ہے وہ دور کر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! جو تجویز آپ دینا چاہتی ہیں وہ دیں، انشاء اللہ اس کے مطابق عمل ہو گا۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میری یہ تجویز ہے کہ محترمہ بار بار اس بات کو ہاؤس میں لا چکی ہیں اور یہ اب ہاؤس کی property ہے۔ اس کے علاوہ یہ بار بار لاء منسٹر صاحب کے ساتھ ملاقات بھی کر چکی ہیں تو اب اس کے اوپر جو بھی کارروائی اور رپورٹ آئے گی وہ جناب کی خدمت میں اس ہاؤس میں پیش کی جائے، یہ میری آپ سے گزارش ہے۔

جناب سپیکر: جی، میں ان سے پوچھ لوں گا۔

محترمہ نرگس فیض ملک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ نرگس فیض ملک: جناب سپیکر! میں لاء منسٹر صاحب سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ وہ کہاں کہاں، کس کس ضلع میں جاکر اور کس کس کے ساتھ بیٹھیں گے کیونکہ جہاں سے ان کو briefing دی جاتی ہے kindly اگر وہاں پر یہ briefing بھی مل جائے کہ آپ نے معزز اراکین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے تو شاید پھر یہ نوبت نہ آئے۔ یہ ایک ضلع کا واقعہ نہیں ہے بلکہ کل رات راولپنڈی میں ایک DSP نے تھانہ سٹی میں خود سے مظاہرہ کرواکر خود ہی فائرنگ کروائی اور جو ملزمان already bail پر تھے اس کے باوجود پولیس نے جاکر ان کو arrest کیا۔ حالانکہ ایک دکان کے قبضے کی بات تھی جس پر already انہوں نے قبضہ لیا ہوا تھا اور وہ property بھی ان کے نام ہے، پھر انہوں نے عبوری ضمانتیں بھی کروائی ہوئی تھیں لیکن اس کے باوجود پولیس نے جاکر ان کو arrest کیا۔ ہر شہر کا معاملہ ایسے ہی ہے تو اگر فرداً فرداً ہر رکن اٹھ کر رونا روئے تو آپ اس بیوروکریسی کا قبلہ کیوں نہیں درست کرتے؟ آپ اپنی tone میں ان کو سمجھادیں کیونکہ ہماری تو شاید وہ بات سمجھتے نہیں ہیں ورنہ پاکستان پیپلز پارٹی کو یہ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ ہم اپنی پارٹی discipline کے پابند ہیں جس کی وجہ سے ہم یہاں پر within House بات کر رہے ہیں otherwise ہم اس tone میں بھی بات کرنے کے عادی نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترمہ نے جو بات کی ہے اس میں گزارش یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی زیادتی ہو یا جہاں کوئی آفیسر قانون اپنے ہاتھ میں لے تو وہاں پر ہمارا جانا، بیٹھنا یا اس معاملے کو enquire کرنا ہماری ذمہ داری ہے کسی کے اوپر کوئی احسان نہیں ہے۔ باقی انہوں نے راولپنڈی کے واقعہ کا جو ذکر کیا ہے اس کے متعلق اگر وہاں پر کسی نے زیادتی کی ہے تو اس کا بھی نوٹس لیا جائے گا اور throughout پنجاب کے تمام افسران بالخصوص پولیس افسران کو

باقاعدہ طور پر تحریری شکل میں آئی جی صاحب کی طرف سے اور وزیراعلیٰ صاحب کی طرف سے بھی یہ کہا گیا ہے کہ وہ اراکین اسمبلی کی عزت و احترام کریں اور جو بھی معاملہ ہو وہ ان کے ساتھ discuss کریں اور نہ صرف اس کے اوپر عمل کریں بلکہ اس کے بعد ان کو inform بھی کریں۔ باقی جہاں کہیں کوئی کوتاہی ہوتی ہے اس کا ہم نوٹس لینے کے لئے تیار ہیں۔

جناب محمد یار ہراج: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب نے کچھ دیر پہلے وضاحت کی کہ وزیراعلیٰ صاحب نے اچھے اور ایماندار آفیسر D.C.Os and D.P.Os لگائے ہیں جو ایجنسیوں اور باقی رپورٹوں کے مطابق رشوت نہ لیتے ہوں۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے اور ہمیں بہت خوشی ہے۔

جناب سپیکر: اب تحاریک استحقاق کا وقت ہے آپ خود ہی اپنا ٹائم ضائع کر رہے ہیں۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! مجھے اپنی بات ختم تو کرنے دیں۔ میں لاء منسٹر صاحب سے صرف یہ وضاحت کروانا چاہتا ہوں کہ جو آفیسر رشوت لیتے اور جو بُرے ہیں ان کو اکٹھا کر کے کہاں لے جایا گیا ہے، کیا وہ ابھی بھی سسٹم کا حصہ ہیں اور تنخواہیں لے رہے ہیں یا کیا ان کو معطل کر کے نکال دیا گیا ہے؟

جناب سپیکر: جو اچھا کام ہو اس میں آپ کو ان کا ساتھ پوری طرح دینا چاہئے۔ انہوں نے جو اچھی بات کی ہے وہ آپ کو پسند آنی چاہئے۔ میں نہیں سمجھتا کہ انہوں نے ایسی کوئی مبہم بات کی ہے۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میں ذرا مزید وضاحت کر دوں۔

جناب سپیکر: کافی بات ہو گئی ہے۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں پولیس کے حوالے سے یہ کہنا چاہوں گی کہ نہ صرف یہ لوگ criminal لوگوں کی پشت پناہی کرتے ہیں بلکہ ان کا اگر اپنا کوئی مجرم ہو تو یہ اس کو بھی defend کرتے ہیں۔ اس کی سب سے واضح مثال یہ ہے کہ ضلع بہاولنگر میں روزوں کے دنوں میں

ایک آدمی روزے سے تھا اور D.S.P کے بیٹے کی گاڑی سے لگنے کی وجہ سے "توں توں میں میں" ہو گئی۔۔۔

جناب سپیکر: جب لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہو گی تب آپ ضرور یہ بات کیجئے گا۔ بہت شکریہ

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! لاء اینڈ آرڈر پر بحث کا دن مختص کر دیں تاکہ تمام ممبران جو بولنا چاہتے ہیں ان issues کو address کر لیں۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! امن و امان پر بحث کے حوالے سے already ہم نے agree کیا ہوا ہے اور جو بھی دن Opposition کے ساتھ بیٹھ کر fix ہو گا اس دن بحث ہو گی لیکن یہاں پر میں اس معزز ہاؤس کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ تمام لوگ خواہ وہ پولیس ملازم ہو، کلرک ہو یا وہ کسی پرائیویٹ فیکٹری میں کام کرتا ہو تو یہ ہاؤس تمام کے حقوق کا custodian ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ پولیس میں غلط لوگ ہیں، پولیس میں رشوت لینے والے لوگ ہیں لیکن یہ کہہ دینا کہ وہاں پر کوئی بھی آدمی ایماندار نہیں ہے تو یہ بھی مناسب نہیں ہے۔ یہ بات بھی on record رہنی چاہئے کہ پچھلے سال سینکڑوں بلکہ تقریباً 500 کے قریب figure touch کرتا ہے کہ اس محکمے سے لوگ شہید ہوئے ہیں اور ان لوگوں نے ہمارے ہی جان و مال کی حفاظت کے لئے اپنی جانوں کی قربانی دی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ cross the board یہ بات درست نہیں ہے۔ بہر حال یہ بھی ٹھیک ہے کہ ہمارے معاشرے میں تمام محکموں میں اچھے اور بُرے لوگ جس تناسب سے پائے جاتے ہیں اسی تناسب سے پولیس میں بھی ہیں۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: اب میرے خیال میں تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر39، چودھری ظہیر الدین خان، چودھری عامر سلطان چیمہ، جناب محمد یار ہراج، ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ، چودھری عبداللہ یوسف، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ، جناب محمد محسن خان لغاری، محترمہ آمنہ جہانگیر صاحبہ، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا، محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ، محترمہ عائشہ جاوید صاحبہ، محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ، جناب خالد جاوید اصغر گھرال، سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی صاحبہ، میاں شفیع محمد، میاں محمد اعجاز شفیع، محترمہ نسیم لودھی صاحبہ اور محترمہ قمر عامر چودھری صاحبہ کی طرف سے ہے۔

قانون ترقی شہر پنجاب مصدرہ 1976 کے سیکشن 35 کے قانونی تقاضوں کے باوجود اس کی سرگرمیوں کی سالانہ رپورٹ برائے سال 06۔2005 کا پیش نہ کیا جانا

(۔۔۔جاری)

جناب محمد محسن خان لغاری: یہ move ہو چکی ہے اس کی رپورٹ آنی تھی۔

جناب سپیکر: راناصاحب! اس کی رپورٹ آ گئی ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں نے صرف ایک point raise کرنا ہے، کوئی شور شرابہ نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر: آپ انتظار کریں۔ شور شرابہ ہو گا تو مجھے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! کل جو بل یہاں پر پاس کیا گیا ہے تو وہ ایک بُرا قانون ہے۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ لغاری صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ اب تحاریک استحقاق کا وقت ہے اس لئے آپ اس کو چھوڑیں۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ نے اس بابت بات کرنی ہے کیونکہ یہ مناسب ٹائم نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ علیٰحدہ بیٹھ کر اس پر بحث کر لیں۔ آپ میرے پاس تشریف لے آئیں، میں آپ کے ساتھ بیٹھوں گا اور لاء منسٹر صاحب کو ادھر بلا کر اس بارے میں بات کریں گے۔ آپ ایوان کا وقت ضائع نہ کریں۔ تشریف رکھیں۔ جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! لغاری صاحب نے جو معاملہ اٹھایا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ میرے ساتھ بیٹھ کر مجھے سمجھا دیں تو اس بارے میں۔۔۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ قانون بڑی عجلت میں بنایا گیا ہے اور یہ اسے ایک گھنٹے میں پاس نہ کرتے اور bulldoze نہ کرتے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے کہ پچھلی اسمبلی نے اس کو غالباً amend کیا تھا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس کی clause-2 ہے، پہلے Preamble ہے اور اس کی commencement ہے۔ اس کے بعد ٹائٹل ہے اور اس کے بعد It extends to the whole of the Province of Punjab except the tribal areas. تو کمشنر کا جو دائرہ اختیار ہوگا، جو ہم نئے کمشنر بنا رہے ہیں تو ان کی بھی tribal area میں پھر کوئی دخل اندازی نہیں ہوگی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): یقیناً آپ جو فرما رہے ہیں اس کے مطابق تو یہی sense بنتی ہے۔ میں آپ کے ساتھ بیٹھ کر اس پر بات کر لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، آپ بیٹھ کر اس کو اچھی طرح thrash out کر لیں۔ لغاری صاحب! بیٹھ کر کرتے ہیں اور میں بھی آپ کے ساتھ بیٹھوں گا۔ Don't worry۔

میجر (ر) عبدالرحمٰن رانا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میجر (ر) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! لغاری صاحب نے جو کہا ہے تو اس کو اس میں سے منفی کیا جائے۔

جناب سپیکر: نہیں، منفی نہیں کیا جا سکے گا۔ ہم نے ابھی جو کمیٹی بنائی تھی تو اس میں ملک ندیم کامران صاحب کو بھی شامل کر لیا جائے۔ جی، رانا صاحب! تحریک استحقاق نمبر 39 کا جواب دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): اس تحریک استحقاق میں جن رپورٹوں کا ذکر کیا ہے وہ طباعت کے مراحل میں ہیں اور انشاء اللہ دو ہفتوں کے اندر اندر رپورٹیں ایوان کی میز پر رکھ دی جائیں گی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: شکریہ۔

جناب سپیکر: یہ dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 45 ملک احمد کریم قسور لنگڑیال صاحب کی ہے۔ جی، لنگڑیال صاحب!

ایس پی انوسٹی گیشن مظفر گڑھ کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ ناروا سلوک

ملک احمد کریم قسور لنگڑیال: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں اپنے علاقے میں پولیس کی کارکردگی بتانے کے لئے ایس پی انوسٹی گیشن مظفر گڑھ کے پاس گیا اور انہیں بتایا کہ میرے حلقہ میں پولیس کی تفتیش کا معیار انتہائی ناقص ہے بلکہ تفتیشی افسران صرف تھانہ کی چار دیواری تک محدود رہتے ہیں اور مقدمات کی تفتیش میرٹ پر کرنے کی بجائے صرف رشوت کے زور پر مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں اور بڑی ڈھٹائی سے رشوت طلب کرتے ہیں حتیٰ کہ قتل، زنا، ڈکیتی کے مقدمات میں نامی گرامی ملزمان کو چھوڑ دیتے ہیں اور بے گناہ شریف شہریوں کو تنگ کرتے ہیں۔ یہ سچی باتیں جناب ایس پی انوسٹی گیشن کو بُری لگیں اور وہ سیخ پا ہو گئے اور کہا کہ یہ محکمہ کا معاملہ ہے، آپ کا کیا تعلق ہے؟ میں جو کرنا چاہوں

کروں گا میں کسی ایم پی اے کو نہیں مانتا بلکہ میری ریٹائرمنٹ میں باقی پانچ چھ ماہ رہ گئے ہیں، تمہیں جو کرنا ہے کر لو اور انتہائی بدتمیزی پر اتر آیا اور مزید کہنے لگا کہ میرے رشتہ دار اقتدار میں ہیں جو مرضی آئے گا میں کروں گا بلکہ آئندہ کسی عوامی مسئلہ کے سلسلہ میں کوئی ایم پی اے میرے دفتر نہ آئے۔

مندرجہ بالا حالات کے پیش نظر بطور ایم پی اے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دادیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مذکورہ ایس پی انوسٹی گیشن کے رخصت پر ہونے کی وجہ سے ان کا جواب تو مجھے موصول نہیں ہو سکا لیکن وہاں پر موجود D.P.O صاحب نے اپنی طرف سے یہ request بھیجی ہے کہ یہ معاملہ ان کے علم میں اس طرح سے آیا تھا کہ محترم لنگڑیال صاحب اور ایس پی انوسٹی گیشن کا کسی مقدمہ کے اوپر اختلاف رائے تھا اور میٹنگ کے دوران محترم لنگڑیال صاحب نے ایس پی انوسٹی گیشن کے ناروا رویہ کی بابت کوئی بات میرے نوٹس میں نہ لائی ہے۔ اگر واقعہ جناب ممبر صاحب کے ساتھ پیش آیا ہے تو اگر یہ میرے نوٹس میں آجاتا تو میں اس کا ازالہ کرتا۔ انہوں نے کہا ہے کہ ابھی یہ بات میرے نوٹس میں آئی ہے اور انہوں نے وقت مانگا ہے کہ جب ایس پی انوسٹی گیشن واپس آجائیں تو وہ کہتے ہیں کہ میں اس معاملے کو بیٹھ کر resolve کروادوں گا اور ان کا جواب بھی آپ کو بھجوادوں گا۔ میری گزارش ہے کہ اس کو pending کر لیا جائے۔

ملک احمد کریم قسور لنگڑیال: جناب سپیکر! ایس پی انوسٹی گیشن D.P.O کے under تو نہیں آتا ناں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ D.P.O کے under ہی ہوتا ہے۔

ملک احمد کریم قسور لنگڑیال: جناب سپیکر! اسے کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر کے ماتحت ہی ایس پی انوسٹی گیشن آتا ہے تو میری گزارش ہے کہ ابھی ان کا جواب موصول نہیں ہوا تو اسے آپ pending فرمادیں۔ جواب آنے کے بعد جیسے آپ کا حکم ہوگا ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ ان کا جواب آ لینے دیں۔

ملک احمد کریم قسور لنگڑیال: جناب سپیکر! اسے کل تک pending کردیں۔

جناب سپیکر: جی، کل تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک استحقاق عامر سعید انصاری صاحب کی ہے۔

جناب شہزاد سعید چیمہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب شہزاد سعید چیمہ: جناب سپیکر! اسے pending کرلیں کیونکہ آج وزیر اعلیٰ صاحب ملتان گئے ہیں تو وہ مجھے کہہ کر گئے تھے کہ اسے pending کروادینا۔

جناب سپیکر: جی، یہ منگل تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک استحقاق چودھری شہباز احمد صاحب کی ہے۔۔۔ چودھری شہباز احمد، تشریف فرما ہیں اور نہ ہی کسی کے ذریعے کوئی پیغام وغیرہ دیا لہٰذا اس کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک چودھری محمد طارق گجر کی ہے۔ جی، گجر صاحب!

ایڈیشنل رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی گوجرانوالہ کیمپس کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ ہتک آمیز رویہ

چودھری محمد طارق گجر: جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 24۔ ستمبر 2008 کو بوقت 11:00 بجے دن اپنے حلقے کے دو بچوں کے داخلے کے سلسلے میں جناب احمد علی چٹھہ، ایڈیشنل رجسٹرار، پنجاب یونیورسٹی گوجرانوالہ

کیمپس گیا۔ میں نے اپنا تعارف کروایا اور ایڈیشنل رجسٹرار سے request کی کہ یہ بچے میرے حلقے کے ہیں ان کو evening shift کی بجائے صبح کی shift میں transfer کر دیا جائے کیونکہ یہ غریب گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، یہ ڈبل فیس afford نہیں کر سکتے۔ رجسٹرار صاحب نے فرمایا کہ سیٹیں ختم ہو گئی ہیں۔ میں نے دوبارہ ان سے استدعا کی کہ جناب مہربانی فرمائیں یہ میرے حلقے کے بچے ہیں۔ میں عوام کا نمائندہ ہوں، ان کی خدمت کرنا میرا فرض ہے۔ اس پر رجسٹرار صاحب نے فرمایا کہ آپ کو خدمت کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو اپنی جیب سے ان کی فیس ادا کریں۔ میں نے دوبارہ استدعا کی کہ جناب کوئی راستہ نکالیں اور ان کو accommodate کریں اس پر رجسٹرار صاحب آگ بگولہ ہو گئے اور فرمانے لگے کہ آپ ایم پی اے ہوں گے تو گھر پر ہوں گے۔ آپ جیسے کئی ایم پی ایز، منسٹرز آئے روز یہاں پر آتے ہیں۔ آپ ایک بات ذہن نشین کر لیں کہ ہمارے وائس چانسلر بڑے powerful آدمی ہیں۔ ان کے اختیارات چیف منسٹر سے بھی زیادہ ہیں، وہ آپ جیسے ایم پی ایز کو کچھ نہیں سمجھتے۔ اس کے علاوہ ذومعنی الفاظ بیان کئے۔ رجسٹرار کے اس بیان سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! گجر صاحب کی تحریک پر پہلے بھی کافی discussion ہو چکی ہے لیکن بعد میں جس دن کے لئے یہ pending تھی اس دن یہ تشریف نہ لا سکے اور یہ dispose of ہو گئی لیکن بعد میں آپ نے دوبارہ take up کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس کے متعلق میری گزارش ہے کہ اس کا جو جواب وائس چانسلر اور رجسٹرار کی طرف سے آیا ہے اور جو grievances محترم ممبر کے تھے انہوں نے بالکل ہی اس معاملے کو touch نہیں کیا اس لئے اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک کمیٹی کے سپرد کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک میجر عبدالرحمٰن صاحب کی ہے۔

نشان زدہ سوال نمبر 558 کے غلط جواب کی فراہمی

میجر (ر) عبدالرحمٰن رانا: بہت مہربانی۔ جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 24۔نومبر 2008 کو جب مواصلات کے محکمے کے متعلقہ سوالات کا دن تھا اس میں سوال نمبر 558 جو کہ محترمہ ڈاکٹر یاسمین زمرد رانا کی طرف سے تھا میں نے جب اس سوال کے محکمہ ہذا کے جوابات کی تفصیل پڑھی تو معلوم ہوا کہ محکمہ کے جوابات کا زیادہ حصہ زمینی حقیقت کے خلاف ہے۔ میں مزید کہنا چاہتا ہوں کہ کچھ حصہ کے جوابات نہ دے کر حقائق کو چھپایا گیا ہے۔

1۔ جن کمپنیوں نے bid میں حصہ لیا ان کے نام اور تعداد نہ دی گئی۔

2۔ ٹھیکہ دینے کی بنیاد بہت ہی مبہم ہے۔

3۔ ٹول کی منظور شدہ شرح سڑک کے استعمال پر منحصر ہے۔ یہ سراسر غلط ہے۔ LAFCO اس سڑک پر اوور چارج کر رہا ہے جبکہ جواب میں کہا گیا ہے کہ گورنمنٹ نوٹیفکیشن کے مطابق ٹول وصول کر رہی ہے۔

لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں تو کوئی دوسری رائے نہیں ہو سکتی کہ اس ایوان کا استحقاق ہے کہ جس محکمے سے یہاں پر جو بھی information مانگی جائے اسے پوری تفصیل کے ساتھ اور پوری دیانتداری کے ساتھ پہنچائے۔ جب یہاں پر question take up ہوا تھا تو اس دن بھی بات ہوئی تھی۔ اس میں محکمے کا جواب تو آیا ہے لیکن میں یہ چاہوں گا کہ محترم عبدالرحمٰن رانا اور محترمہ یاسمین زمرد آج یا کل صبح کا کوئی ٹائم جب Privilege Motion نے take up ہونا ہے اس سے پہلے کا کوئی ٹائم بتادیں اور مجھ سے مل لیں تاکہ اس بات کو پوری طرح

سے analyze کیا جائے کہ واقعتاً ہی جواب میں غلط حقائق بیان کئے گئے ہیں اور کسی چیز کو چھپایا گیا ہے۔ اگر یہ بات ensure ہو جائے تو بالکل میں اس motion کو قطعی طور پر oppose نہیں کرنا چاہتا۔ اس کو کل تک کے لئے pending کر لیں اور یہ آج یا صبح تک کا کوئی ٹائم فرمادیں۔

جناب سپیکر: یہ تحریک کل تک pending کی جاتی ہے۔ عبدالرحمٰن صاحب! آپ رانا صاحب کے ساتھ کوئی ٹائم طے کر لیں اور ساتھ محترمہ یاسمین زمرد کو بھی لے لیں۔

میجر (ر) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! جب ایک چیز ہمارے پاس ثبوت کے ساتھ موجود ہے تو پھر اس پر مزید بات چیت کرنے کا کوئی مقصد نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جو بات ہو چکی ہے میرے خیال میں آپ سمجھ پائیں گے اور آپ کا مسئلہ انشاء اللہ اچھے طریقے سے حل ہو گا۔ اگر انہوں نے رپورٹ غلط دی ہے تو یقیناً اُن کے خلاف ایکشن ہو گا۔ آپ رانا صاحب کے ساتھ بیٹھ جائیں اس میں کوئی حرج والی بات نہیں ہے۔ اگلی تحریک محترمہ فوزیہ بہرام کی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر کل اس بات کی کوئی confusion نہ ہو تو محترم عبدالرحمٰن رانا اور محترمہ زمرد یاسمین کل صبح ساڑھے نو بجے میرے دفتر آ جائیں میں سیکرٹری C&W کو بلا لیتا ہوں وہاں بیٹھ کر ان کا معاملہ resolve ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: کل صبح ساڑھے نو بجے یہ آپ کے پاس دفتر آئیں گے۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! رانا ثناء اللہ صاحب کی بہت حلیم طبیعت ہے مگر یہ ذرا اونچی آواز میں بات کر لیا کریں تاکہ ہم بھی سن سکیں۔ جب ہمارے لنگڑیال صاحب نے تحریک استحقاق پیش کی تو انہوں نے بھی یہی شکایت کی۔ کسی سے پوچھ لیں کہ ان کی بات اتنی سمجھ نہیں آتی۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ اب ان کی عمر زیادہ ہو گئی ہے مگر ابھی اتنے بوڑھے نہیں ہوئے کہ ان کی آواز میں طاقت نہ ہو۔ یہ ہمیں اتنا احساس نہ کرائیں کہ یہ بالکل بوڑھے ہو چکے ہیں ہم تو انہیں ابھی بھی جوان سمجھتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے جن کے لئے بات کی تھی ان کی سمجھ میں آ گئی ہے لیکن شاہ صاحب کو سمجھ نہیں آئی۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں بھی اس ہاؤس کا ممبر ہوں۔ یہ لاء منسٹر ہو کر اگر rule کی بات کرتے ہیں تو یہی نہیں کہ صرف ساتھ والے کو سمجھانے کے لئے انہوں نے بات کرنی ہے۔یہاں پر تمام ممبران کا برابر کا استحقاق ہے اور ہر ممبر کو بات سمجھ آنی چاہئے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ کی بات درست ہے لیکن میرے خیال میں آپ تک کا فاصلہ اتنا زیادہ نہیں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ آپ کو کیوں سنائی نہیں دیتا؟ جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے شاہ صاحب صرف یہ بات سمجھا دیں کہ اب جو میں نے بات کی جس کا انہوں نے جواب دیا یہ بات ان کو کیسے سمجھ آ گئی؟ (قہقہہ)

جناب سپیکر: زبان یار من ترکی اور من ترکی نمی دانم۔ جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! اب جو لاء منسٹر نے بات کی ہے اس سے محسوس ہوتا تھا کہ یہ لاء منسٹر ہیں اور یہ ابھی بوڑھے نہیں ہوئے بلکہ ماشاء اللہ جوان ہیں اس لئے سمجھ آ گئی ہے۔

جناب سپیکر: آپ کی آواز سے بھی جوانی نظر آتی ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ کے توسط سے رانا صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ:

کب تک جفا حسن والوں کی سہتے
جوانی جو رہتی پھر ہم نہ رہتے

جناب سپیکر: جی، بہت اچھا۔ محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ کی تحریک استحقاق نمبر 52 ہے اور انھوں نے ٹیلیفون کیا ہے کہ میں کل تک اس کو pending کر دوں لہذا اس کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 53 آصف بشیر بھاگٹ، طارق محمود ساہی صاحب کی ہے۔ جی، بھاگٹ صاحب!

جناب آصف بشیر بھاگٹ: جناب سپیکر! طارق محمود ساہی صاحب نے کہا ہوا ہے کہ اس کو pending کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کو pending کیا جاتا ہے۔ رانا صاحب! بھاگٹ صاحب کے مسئلہ کو کب تک pending کیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! وہ تو اب معاملہ تنویر اشرف کائرہ صاحب اس کمیٹی کے سربراہ ہیں ان کے پاس ہے۔

جناب سپیکر: کتنے دنوں میں یہ لے آئیں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): یہ تو اب کائرہ صاحب بتائیں گے۔ میں تو ان کی خدمت میں ڈی سی او صاحب کو بھی حاضر کروں گا اور خود بھی حاضر ہو جاؤں گا۔ اب فیصلہ انھوں نے کرنا ہے۔

جناب سپیکر: جی، کائرہ صاحب!۔۔۔ نہیں ہیں۔ میرے خیال میں اس پر دو دن سے زیادہ ٹائم نہیں لگنا چاہئے۔

جناب آصف بشیر بھاگٹ: جناب سپیکر! اس کو کل تک pending کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، میں اس کو pending کرتا ہوں لیکن اگر کائرہ صاحب ادھر لابی میں تشریف رکھتے ہیں تو وہ اندر تشریف لے آئیں۔

ایک آواز: وہ میٹنگ میں ہیں۔

جناب سپیکر: جی، میٹنگ میں ہیں۔ ذرا آپ تکلیف کر کے ان سے ٹائم لے آئیں۔ اتنی دیر تک اس پر ہم کوئی آرڈر جاری نہیں کرتے۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 54 رانا محمد ارشد صاحب کی ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ پھر اب اس کو dispose of کیا جاتا ہے کیونکہ انھوں نے مجھے تو کوئی اطلاع نہیں دی۔ یہ dispose of تصور کی جائے۔ اب ہم نے تحریک استحقاق نمبر 53 کا ٹائم دینا ہے۔ باقی معاملات تو میرا خیال ہے کہ نمٹ چکے ہیں اور اس کا ٹائم بھی مکمل ہو گیا ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب سپیکر! میں نے صبح پوائنٹ آف آرڈر پر عوامی مفادات کا ایک point raise کیا تھا کہ گورنمنٹ ہائی سکول کلر سیداں کے کھیل کے گراؤنڈ پر جو سستا بازار لگایا گیا ہے تو لاء منسٹر نے بڑی مہربانی سے مجھے guide کیا کہ اس پر تحریک التوائے کار پیش کی جائے۔ اب میں آپ سے یہ گزارش کر رہا ہوں کہ اس کو out of turn لیا جائے تاکہ میں اس کو پیش کروں۔ لاء منسٹر صاحب نے مجھے advise کیا ہے کہ اس کو تحریک التوائے کار کی شکل میں آج پیش کریں تاکہ اس کا یہ proper جواب لے لیں اور پھر اس کے اوپر پھر کارروائی ہو۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر اس کو out of turn لینا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن یہ ہے کہ پھر یہ آج اسے پڑھ دیں اور اس کا جواب میں پھر کل ہی دے سکوں گا۔

جناب سپیکر: آپ نے اسے پڑھنا ہے تو پڑھ دیں لیکن طریق کار جو ہے وہ آپ کو پتا ہی ہے۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب سپیکر! میں اسے پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، چلیں! میں آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ آپ اسے پڑھ دیں۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب سپیکر! شکریہ۔ ضلع راولپنڈی کی ایڈمنسٹریشن ڈی سی او گورنمنٹ بوائز ہائی سکول کلر سیداں کے کھیل کے گراؤنڈ میں کھوکھے لگوا کر سستا بازار لگوانا چاہتے ہیں۔ اس سے قبل بھی اس گراؤنڈ پر قبضہ ہو گیا تھا اور لاہور ہائیکورٹ سے واگزار کرایا گیا تھا۔ کل ڈی سی او صاحب نے اس جگہ کو وزٹ کیا تو علاقہ کے لوگ سراپا احتجاج بنے ہوئے تھے مگر ڈی سی او صاحب بضد ہیں کہ بازار اسی جگہ پر لگے گا حالانکہ اس مقصد کے لئے متبادل جگہیں دستیاب ہیں۔

مہربانی فرما کر اس پر ایکشن لیا جائے اور سکول کے بچوں کو کھیل کے میدان سے محروم نہ کیا جائے۔ شکریہ

راجہ شوکت عزیز بھٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اگر آپ کی اجازت ہو تو میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میری طرف سے ایک قرار دادadmit ہونے سے پہلے آپ نے مجھے موقع دیا تھا اور وزیر قانون موصوف نے کہا تھا کہ میں وقت نکال کر سیکرٹری ایجوکیشن کو بلا کر اس پر بات کروں گا۔ وہ انتہائی اہم معاملہ ہے، میٹرک کے بچوں کے داخلے کا معاملہ تھا، وزیر موصوف بہت مصروف ہیں، ان کے پاس وقت نہیں ہے، مہربانی فرما کر اگر وہ مجھے اس floor پر assurance دے دیں، یہ خود ہی سیکرٹری ایجوکیشن کو بلا کر ہدایت جاری کر دیں کہ بار بار فون آتے ہیں، سینکڑوں، ہزاروں بچے اس حکم کے منتظر ہیں کہ کب وزیر قانون سیکرٹری ایجوکیشن سے بات کر کے ہمیں اجازت دیں گے اور ہمارے داخلے وصول ہوں گے جو انتظار میں بیٹھے ہیں۔ یہ floor پر assurance دے دیں اور اسے خود implement کرا دیں، بہت مہربانی ہو گی۔ شکریہ

جناب محمد اعجاز شفیع: پوائنٹ آف آرڈر۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ میری بات کا جواب پہلے وزیر موصوف سے لے لیں۔ اس کے بعد سابق منسٹر صاحب مجھ سے زیادہ سینئر پارلیمنٹیرین ہیں، بہتر سمجھتے ہوں گے، مہربانی فرمائیں۔

جناب سپیکر: علاؤالدین صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ رانا صاحب اس ایک بات کا جواب دے رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے افسوس ہے کہ کل آپ کو پتا ہی ہے کہ 00-4 بجے تک اجلاس چلا اور میری کوتاہی ہے کہ کل میں اس معاملے کو نہیں دیکھ سکا۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ ہم آپ کو یہ نہیں کہتے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): آج میں انشاء اللہ تعالیٰ بھٹی صاحب سے مل کر اس معاملے کو resolve کروں گا۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب سپیکر! یہ اس پر implement کروادیں۔ میں نہ بھی ہوں تو ان کی مہربانی ہے کیونکہ ان کی مصروفیات بہت زیادہ ہیں۔ بس اس بات کو ensure کریں کہ اس کو کر دیں گے۔

جناب سپیکر: چلیں! ٹھیک ہے۔ آپ کی بات انھوں نے سن لی ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: دیکھیں! یہ آپ کی تحریک التوائے کار آ رہی ہے۔۔۔ اب کدھر گیا پوائنٹ آف آرڈر؟ چلیں! آپ پوائنٹ آف آرڈر پر آ جائیں۔ (قہقہے)

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! میں ایک انتہائی sensitive اور important issue پر آپ سے out of turn ایک قرار داد پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ یہ ایک انتہائی اہم پاکستان کی سلامتی اور پاکستان کی اہمیت کا issue ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، ابھی میں آپ کو اجازت نہیں دے رہا ہوں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: نہیں، میں پڑھ نہیں رہا، میں صرف اجازت چاہ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ کی یہ تحریک ہے۔ مجھے اس کو پڑھنے دیں، proceed کرنے دیں، according to rules ہمیں چلنے دیں، آپ کی مہربانی۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، آپ ادھر سے کیا اطلاع لائے ہیں؟

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! وہ ہاؤس میں آ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: چلیں! ٹھیک ہے۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! دوسرا میری ایک بات ہے، میں پہلے بھی کھڑا ہوا تھا۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے ساری ٹاسک فورسز بنا دی ہیں۔ ہمارا ایک جو اہمیت کا پہلو ہے وہ میرے خیال میں نظر انداز ہو رہا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر! متوجہ ہوں۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! ساری ٹاسک فورسز بنادی گئی ہیں۔ایک اہمیت کا حامل پہلو ہے اس کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ایک ملاوٹ مافیا جو کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کو پورے صوبہ میں جاری وساری رکھے ہوئے ہے۔لوگوں کو چائے اور دوسری چیزوں میں زہر پلایا جا رہا ہے۔میری اس ہاؤس کے توسط سے یہ بھی گزارش تھی کہ اس ملاوٹ مافیا کے خلاف بھی ایک ٹاسک فورس بنائی جائے اور خاص طور پر کھانے پینے والی چیزیں جو بازار میں ملاوٹ شدہ ملتی ہیں ان کے خلاف یہ ٹاسک فورس بنائی جائے۔میں اس ہاؤس کے توسط سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بہت ہی اہمیت کا حامل مسئلہ ہے۔لوگوں کی صحت داؤ پر لگ رہی ہے لہذا اس پر ذرا غور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، ہیلتھ اینڈ فوڈ منسٹر!۔۔وہ پوچھ رہے ہیں کہ آپ اس میں کوئی ٹاسک فورس بنانا چاہتے ہیں یا کوئی بنائی ہے؟

وزیر خوراک وصحت (ملک ندیم کامران): جی، ٹاسک فورس تو شاید ابھی اس سلسلے میں کوئی نہیں بنی، اگر ہاؤس اجازت دیتا ہے تو ہمیں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں، اس کا فائدہ یقیناً پہنچے گا، اگر ہاؤس اجازت دے اور آپ مہربانی فرمائیں تو اس پر ٹیم بن سکتی ہے۔میں اس کو object نہیں کرتا، ضرور بننی چاہئے۔

جناب سپیکر: ہیلتھ بھی آپ ہی deal کرتے ہیں؟

وزیر خوراک وصحت (ملک ندیم کامران): جی۔

جناب سپیکر: تو پھر آپ اس میں کوئی طریقہ اپنائیں تاکہ لوگوں کی صحت کا خیال رکھا جائے۔

وزیر خوراک وصحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! دیکھیں، یا تو آپ اس سلسلے میں ایک ٹاسک فورس بنادیں یا ایک کمیٹی بنادیں یا اس سلسلے میں یہ مجھ سے بیٹھ کر بات کر لیں۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ یہ چیف منسٹر صاحب سے بات کریں کہ یہ معاملہ ہے، اس کے لئے کوئی سپیشل کمیٹی بنائی جائے یا ٹاسک فورس بنائی جائے۔ان چیزوں کو بند ہونا چاہئے۔

وزیر خوراک وصحت (ملک ندیم کامران): ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے ایک اہم مسئلہ لانا چاہتا ہوں۔ معاملہ یہ ہے کہ مرکزی حکومت نے گریڈ1 سے گریڈ15 تک کے ملازمین کو جو کنٹریکٹ پر تھے ان کو ریگولر کر دیا ہے، میرے پاس آرڈر کی کاپی ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، یہ آپ کی تحریک کس طرح کی ہے؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہی یہ عرض کر رہا ہوں کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ حکومت پنجاب بھی ان غریب ملازمین کے لئے جو کنٹریکٹ پر ہیں اور انتہائی عجیب صورتحال سے دوچار ہیں ان کے مستقبل کا کوئی پتا نہیں ہے۔ انہیں ہر وقت دھڑکا اور خطرہ لگا رہتا ہے، ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، میں یہ چاہتا ہوں کہ حکومت پنجاب ان کو بھی regularize کر دے۔ جناب کی مہربانی کہ مجھے ٹائم دیا۔ اس میں ایک اہم بات یہ ہے کہ انھوں نے جون 2008 تک کے ملازمین کو regular کر دیا ہے۔ اگر یہاں پر بھی یہ مہربانی ہو جائے تو لوگوں کا بھلا ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے اس کی کاپی موصول نہیں ہوئی۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! میری بات مکمل نہیں ہوئی تھی۔ میری گزارش ہے کہ کمیٹی بنا دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ ادھر کی کمیٹی کیا کرے گی۔ جن کا کام ہے ان کو کرنے دیں۔ پلیز! تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے اس تحریک کی کاپی نہیں ملی۔

جناب سپیکر: تحریک نہیں بلکہ ان کی طرف سے پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): یہ مجھے لکھ کر دے دیں تو required information لے کر دے دوں گا۔

شیخ علاؤالدین: جی، بہت شکریہ۔ میں ابھی لکھ کر دے دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں نے ایک تحریک جمع کروائی ہے یہ rule-83 کے تحت تو maintainable نہیں ہے لیکن اب میں ایک قرارداد پیش کرنا چاہ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ خود rule-83 پڑھ چکے ہیں لہذا بتائیں کہ آپ نے جو صحت کے بارے میں تحریک دی ہوئی ہے اس کی کیا fate ہو گی؟

جناب محمد اعجاز شفیع: وہ maintainable نہیں ہے۔

جناب سپیکر: کیا اسے dispose of کر دوں؟

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب! اگر آپ خصوصی مہربانی کریں تو اسے کر دیں نہیں تو rule-234 suspend کر کے مجھے قرارداد پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ میں لاء منسٹر صاحب سے بھی عرض کروں گا کہ ایک important and sensitive issue پر قرارداد ہے اگر آپ اسے out of turn allow کریں تو میں پیش کر دوں۔

جناب سپیکر: اس کی کاپی تو لاء منسٹر صاحب کو دیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جی، درست ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اعجاز شفیع صاحب نے اس کی کاپی مجھے فراہم کی ہے یہ اس قرارداد کے ذریعے ایئر چیف مارشل کے بیان کا خیر مقدم کرنا چاہتے ہیں۔

ان کی خدمت میں میری گزارش ہے کہ ایئر مارشلوں کے بیانوں کو خیر مقدم کرنے والی روایت ختم کریں، بیان دینا ایئر چیف مارشل کا کیا کام ہے؟ اسے تو بیان ہی نہیں دینا چاہئے، بیان دینا حکومت کا کام ہے۔وفاقی حکومت بیان دے، صوبائی حکومت بیان دے یا سیاست دان بیان دیں لیکن ان ایئر مارشلوں کا کام نہیں کہ وہ اس قسم کی بیان بازی کریں۔یہ بیان تو وزیر خارجہ کو دینا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، ان کو ملک کا دفاع کرنا چاہئے۔وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ ان کی ڈیوٹی ہے۔آپ ان کے بارے میں ایسی بات نہ کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جی، دفاع کرنا چاہئے لیکن اس طرح بیان دینا تو ان کا کام نہیں بنتا۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کی مہربانی۔ پلیز! ان کو اس میں نہ گھسیٹیں۔ وہ سیاست میں دخل نہیں دینا چاہتے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! جب حکومت ڈیل کر کے بیٹھ جائے گی تو پھر فوج تو بولے گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ پہلے پانچ سال وردی کے گیت گاتے رہے ہیں اور اب بہانے بہانے سے پھر گانا چاہتے ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ اب ان کو چاہئے کہ اس معاملے کو جانے دیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! اگر آج فوج بول رہی ہے کہ ہمارے پاس طاقت ہے اور ہم حملے روک سکتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، اللہ کا شکر ہے۔ہمارے پاس طاقت ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! ہم نے اس قرارداد کے ذریعے وفاقی حکومت سے یہی کہنا ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں۔پلیز! نہیں۔پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ قاعدے کے مطابق نہیں ہیں۔آپ rule-81 کو پڑھ لیں کہ آپ کو کتنی دیر پہلے یہاں یہ قرار داد جمع کرانی چاہئے تھی پھر ہم اس پر سوچتے۔

جناب محمد اعجاز شفیع:جناب سپیکر!یہ important and sensitive issue ہے اور آج ہمارا ملک تباہی کے دہانے تک پہنچ چکا ہے۔

جناب سپیکر:اعجاز شفیع صاحب!آپ جان بوجھ کر ماحول کو کسی اور طرف کرتے ہیں۔میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ مہربانی کریں اور مجھے rules کے مطابق چلنے دیں۔بہت شکریہ

جناب محمد اعجاز شفیع:جناب سپیکر!ملک کی سرحدوں کی حفاظت فوج نے کرنی ہے۔رانا ثناء اللہ یا اعجاز شفیع نے نہیں کرنی۔

جناب سپیکر: جی،آپ تشریف رکھیں۔ I will not allow you. جی،ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ!

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):جناب سپیکر!میں سمجھتا ہوں کہ محترم اعجاز شفیع صاحب کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ میرا نام لے کر ذاتی حوالے سے بات کریں۔بات یہ ہے کہ میں اس پر بڑا clear ہوں کہ اگر ملک کے دفاع کو کوئی خطرہ ہے تو اس بارے میں وزیر دفاع بیان دیں،وزیر خارجہ دیں لیکن چیف آف آرمی سٹاف اور ایئر چیف مارشل کا کوئی کام نہیں کہ وہ بیان دیں۔یہ بالکل غلط روایت ہے اور پھر سیاست دان ان بیانوں کو خراج تحسین پیش کرنا شروع کر دیں۔ ہم اس ایوان میں بیٹھ کر وردی کی حمایت بالکل نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر: جی،بلوچ صاحب!

جناب محمد اعجاز شفیع:جناب سپیکر!ہماری boundary پر attack کئے جا رہے ہیں۔

ڈاکٹر خالد امتیاز خان بلوچ:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: اعجاز شفیع صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ میں نے بلوچ صاحب کو floor دیا ہے۔ پلیز! آپ تشریف رکھیں۔ آپ کس point پر بول رہے ہیں؟ میں ابھی آپ کو اجازت نہیں دے رہا۔ جی، بلوچ صاحب!

ڈاکٹر خالد امتیاز خان بلوچ: جناب سپیکر! میں بالکل ایک صاف بات کرنا چاہ رہا ہوں کہ اعجاز شفیع صاحب کو ذاتی طور پر کھپ ڈالنے کی عادت ہے اور یہ ہر بات کو prolong کرتے ہیں، ہر بات میں غلط طریقے سے interfere کرتے ہیں we will not tolerate further ہم اس طرح ان کی کسی بات کو برداشت نہیں کریں گے کہ یہ غلط بات کریں اور پھر اسے طول دیں He should recognize by you, sir.

جناب سپیکر: جی، My dear Baloch sahib تشریف رکھیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! میں point of personal explanation پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کل بھی یہ issue یہاں اس لئے raise کیا تھا کہ ایئر چیف مارشل نے کہا ہے کہ اگر حکومت اجازت دے تو ہمارے پاس صلاحیت ہے، یہ کوئی معمولی نوعیت کی سٹیٹمنٹ نہیں ہے۔ آج قائداعظم کا پاکستان ٹوٹ رہا ہے۔ اقبال کا خواب ٹوٹ رہا ہے۔

جناب سپیکر: اعجاز شفیع صاحب! تشریف رکھیں۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ مجھے بات سننے دیں۔ جی، وزیر خزانہ صاحب!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! ہمارے معزز بھائیوں کا ڈی سی او کے ساتھ جو معاملہ تھا آپ نے اس پر کمیٹی بنائی تھی۔ اس سلسلے میں کمیٹی نے ڈی سی او کو طلب کر لیا ہے، وہ چار بجے تک پہنچ جائیں گے۔ ہم اس کی بات بھی سنیں گے اور معزز ممبران جنھوں نے ہاؤس میں بھی بات کی ان کی بات بھی سنیں گے اور ہمیں یقین ہے کہ جو یہ کہہ رہے ہیں، یہ درست ہے۔ کل کمیٹی اپنی رپورٹ ایوان میں پیش کر دے گی۔

جناب آصف بشیر بھاگٹ: ہم کمیٹی میں بالکل نہیں سنیں گے۔ایک طرف یہاں ٹائم دیا گیا کہ ہم اس کے خلاف کارروائی کرتے ہیں پھر دوسری بات یہ ہوئی تھی کہ ہم ایک کمیٹی بناتے ہیں۔ریکارڈ پر موجود ہے کہ حسن مرتضیٰ صاحب نے کہا تھا کہ ہم ایک گھنٹے کا ٹائم دیتے ہیں، آپ اس کے خلاف کارروائی کریں۔ہم یہ کمیٹیوں اور انکوائریوں والا معاملہ بالکل نہیں مانیں گے اور نہ ہی برداشت کریں گے۔

جناب سپیکر: دیکھیں! آپ بہت سمجھ دار لوگ ہیں لیکن جس طرح سے آپ بات کرتے ہیں مجھے اس پر افسوس ہو رہا ہے -

جناب آصف بشیر بھاگٹ: ہم صرف ہاؤس میں بات کریں گے۔

جناب سپیکر: آپ کے حقوق کا ہر صورت خیال رکھا جائے گا اور رکھنا چاہئے اس ہاؤس میں جو کمیٹی بن چکی ہے---

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں اپنے معزز بھائیوں کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ میں نے یہ بات کی تھی کہ یا تو معزز رکن ٹائم دے دیں تاکہ ان کے احساسات کے مطابق ازالے کے لئے حکومت عمل کر سکے اور یہ بات on record ہے۔ میں نے دوسری یہ بات کی تھی کہ کمیٹی بنا دیں اور کمیٹی جو فیصلہ کرے گی میں on behalf of the Government, on behalf of the Chief Minister اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ گورنمنٹ اس کمیٹی کے فیصلے کی پابند ہو گی۔اس پر پہلے آپ نے تین رکنی کمیٹی بنائی پھر اس میں ایک آدمی شامل کیا، پھر ایک آدمی شامل کیا۔کائرہ صاحب اس کمیٹی کے سربراہ ہیں۔ انھوں نے آج چار بجے اس کی میٹنگ بلالی ہے اور کل رپورٹ پیش ہو جائے گی لیکن اس طرح مناسب نہیں ہے۔لہذا معزز بھائیوں سے گزارش ہے کہ آپ تشریف رکھیں اور جس طرح طے ہوا ہے اسی طرح چلنے دیں۔

جناب آصف بشیر بھاگٹ: ہم نے ایک گھنٹے کا ٹائم دیا تھا۔

جناب سپیکر: I am sorry to say this. مجھے افسوس ہو رہا ہے۔ آپ سب سمجھدار ہیں پڑھے لکھے ہیں اور آپ کی موجودگی میں کمیٹی بنائی گئی ہے۔ آپ بعد میں آئے ہیں۔ پلیز! اس طرح نہ کریں۔

(اس مرحلہ پر وزیر قانون و پارلیمانی امور معزز ممبران کے پاس تشریف لے گئے)

جناب طاہر اقبال چودھری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب سپیکر! دراصل یہ ڈی سی او کا معاملہ نہیں بلکہ (ن) لیگ اور پیپلز پارٹی کا معاملہ ہے۔ ہم تو پہلے دن سے ہی کہہ رہے ہیں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: پلیز! تشریف رکھیں۔ میں آپ کو اجازت نہیں دے رہا۔

جناب طاہر اقبال چودھری: ان کے آپس کے اختلاف سامنے آرہے ہیں۔

جناب سپیکر: میں آپ کو اجازت نہیں دے رہا۔ پلیز! تشریف رکھیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ تشریف رکھیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! آپ ہاؤس کی کارروائی کو چلائیں۔ ان کے آپس کے مذاکرت ہوتے رہیں گے۔

(اس مرحلہ پر پیپلز پارٹی کے معزز اراکین، وزیر قانون اور وزیر خزانہ آپس میں مذاکرات کرتے رہے)

محترمہ خدیجہ عمر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ! آپ فرمائیں!

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! 11۔ستمبر کو transfer and posting پر ban لگا تھا اور 13۔ اکتوبر کو ڈیرہ غازی خان میں ایک ٹرانسفر ہوئی ہے جو زبردستی کی گئی ہے۔ میری گزارش ہے کہ اس بارے میں انکوائری کروائی جائے کہ اگر اس وقت transfer and posting پر ban لگا ہوا ہے تو انھوں نے اس کی ٹرانسفر کیوں کی ہے؟ یہ mutual transfer ہے اور نہ ہی ban lift ہوا ہے۔ kindly یہ بتادیا جائے کہ آپ کب تک اس معاملے کی انکوائری کروائیں گے؟

جناب سپیکر: وہ کون ہیں اور اس کا عہدہ کیا ہے؟

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! ڈیرہ غازی خان کے گورنمنٹ گرلز ہائی سکول میں سلمیٰ شاہین، اے۔ایس۔ٹی ٹیچر ہیں۔ ان کی ٹرانسفر کر دی گئی ہے۔ یہ mutual transfer بھی نہیں ہے، اگر transfer and posting پر ban لگا ہوا ہے تو پھر بتایا جائے کہ یہ ٹرانسفر کیوں کی گئی ہے؟ ایسے واقعات ہر جگہ ہو رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر ہر جگہ ہو رہے ہیں تو پھر یہ ہر جگہ کی مجھے information لکھ کر دے دیں۔ اگر ایک ہی جگہ پر ایسا ہوا ہے تو یہ مجھے لکھ کر دے دیں۔ یہ transfer اگر against the rules ہوئی ہے تو اسے فوری طور پر منسوخ کروادیں گے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا نوٹس لیتے ہیں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! اگر وزیر قانون صاحب کہتے ہیں تو میں ان کو exact detail بھی دے دیتی ہوں، ان کو بتادیتی ہوں۔ kindly یہ ضرور بتادیں کہ انھوں نے during ban کس بنیاد پر اس ٹیچر کو transfer کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، آپ پوری تفصیل وزیر قانون صاحب کو بتادیں۔

(اس مرحلہ پر معزز رکن نے ٹرانسفر سے متعلقہ کاغذات جناب سپیکر کو بھجوائے اور سپیکر صاحب نے وزیر قانون کو بھجوا دیئے)

چوہدری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! آج آپ گھبرا گئے ہیں۔ کارروائی نہیں چلا رہے۔

جناب سپیکر: میں تو کارروائی چلا رہا ہوں۔ تحریک التوائے کار ہے جو کہ ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ، محترمہ ماجدہ زیدی صاحبہ، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ، محترمہ آمنہ جہانگیر صاحبہ اور محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ کی طرف سے ہے۔

سروسز ہسپتال لاہور میں میڈیکل ٹیسٹ کے لئے آئے ہوئے امیدواروں پر پولیس اور ہسپتال انتظامیہ کا تشدد

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 13۔ ستمبر 2008 کی خبر کے مطابق سروسز ہسپتال لاہور میں اے ایس آئی کی بھرتی کے لئے میڈیکل ایگزامینیشن کے لئے آئے ہوئے سینکڑوں امیدواروں پر پولیس اور ہسپتال انتظامیہ نے تشدد کیا جس کے باعث انتظامیہ اور امیدواروں کے درمیان شدید ہنگامہ ہو گیا جس کے نتیجے میں ہسپتال کے شیشے، میز اور کرسیاں ٹوٹ گئیں اور ہسپتال کے اندر اور باہر احتجاجی مظاہرہ ہوا۔ تفصیل کے مطابق سروسز ہسپتال میں اے ایس آئی کی بھرتی کے لئے سینکڑوں امیدواروں کے میڈیکل ٹیسٹ کئے جا رہے تھے، ہسپتال انتظامیہ اور ٹاؤٹ مافیا رشوت لے کر اپنے من پسند افراد اندر لے جاتے اور ٹیسٹ پاس کرا دیتے جبکہ سحری کے وقت سے آئے ہوئے دیگر امیدوران کئی کئی گھنٹے انتظار میں ہی رہے جس پر بعض امیدواروں نے احتجاج کیا اور آہستہ آہستہ تمام امیدوار اس احتجاج میں شامل ہو گئے۔ خبر کے مطابق پولیس اور ہسپتال کی انتظامیہ نے اس موقع پر امیدواروں پر تشدد کیا جس سے متعدد امیدواروں کے سر پھٹ گئے۔ امیدواروں کا کہنا ہے کہ ہسپتال انتظامیہ سحری کے وقت کہتی تھی کہ میڈیکل ایگزامینیشن کے لئے آ جائیں وہ گزشتہ دو دنوں سے مسلسل آ رہے ہیں مگر میڈیکل ٹیسٹ نہیں کیا جا رہا، اس صورتحال سے امیدواروں میں بالخصوص اور عوام میں بالعموم ہسپتال انتظامیہ پولیس اور حکومت کے خلاف غم و غصہ کے جذبات پائے جاتے

ہیں۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر خوراک و صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! یہ جو تحریک انھوں نے پیش کی ہے اس سلسلے میں میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کی رپورٹ میں بڑا واضح جواب دیا گیا ہے۔ انھوں نے پڑھ بھی لیا ہوگا لیکن میں repeat کرنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر! میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کی رپورٹ کے مطابق روزنامہ ''نوائے وقت'' میں چھپنے والی خبر حقائق پر مبنی نہ ہے۔ سروسز ہسپتال میں اے۔ آئی۔ آئی کی بھرتی کے لئے میڈیکل کرانے کے لئے سینکڑوں امیدوار آتے رہتے ہیں، تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے باری کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور جن کی باری آخر میں آتی ہے ان کو زیادہ انتظار کرنا پڑتا ہے۔ ایسے میں بسا اوقات ان میں سے چند شرارتی حضرات دھکم پیل اور شور وغل کرتے ہیں جس کی وجہ سے مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ 12-9-08 کو بھی اسی قسم کی صورتحال پیش آئی۔ اس صورتحال سے نمٹنے کے لئے ہسپتال ہذا میں پولیس کی نفری منگوائی گئی لیکن وہ پولیس سے بھی کنٹرول نہیں ہو رہے تھے اس سلسلے میں ہسپتال انتظامیہ نے قطعاً کسی کے ساتھ امتیازی سلوک روا نہیں رکھا اور باری کے حساب سے سب کا میڈیکل کیا گیا۔

مورخہ 12-9-08 کی خبر اصل حقائق پر مبنی نہیں ہے۔ درحقیقت 12-9-08 کو ایک نجی ٹی وی کے اہلکاروں نے ہسپتال ہذا کے ڈاکٹر شاہد اقبال قریشی پر تشدد کیا جس کے نتیجے میں مذکورہ ڈاکٹر صاحب بری طرح زخمی ہو گئے ان کو آئی۔ سی۔ یو میں داخل کرا دیا گیا اور اس واقعے کی اطلاع سیکرٹری صحت کو دی گئی جنھوں نے مسٹر جواد رفیق، Provincial Coordinator Punjab کو انکوائری آفیسر مقرر کیا ہے جو اس معاملے کی انکوائری اور چھان بین کروا رہے ہیں۔ ان کی رپورٹ آنے پر اصل حقائق سامنے آ جائیں گے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! وزیر صاحب فرما رہے ہیں کہ انکوائری آفیسر مقرر کر دیا گیا ہے جو کہ انکوائری کر رہا ہے تو یہ انکوائری کب تک مکمل ہو جائے گی؟

وزیر خوراک و صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اب یہ جواب آیا تھا تو اس وقت انکوائری ہو رہی تھی اور اس کی رپورٹ نہیں آئی تھی لیکن اب انکوائری مکمل ہو چکی ہے اور اس کی رپورٹ میں نے کل منگوالی ہے۔ اس وقت انکوائری رپورٹ میرے پاس ہے۔ معزز رکن اسے دیکھنا چاہیں تو دیکھ سکتی ہیں۔ میں ان کو انکوائری رپورٹ پیش کر دوں گا۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں یہ کام مکمل ہو گیا ہے۔ انکوائری رپورٹ کے بارے میں آپ محترمہ کو بتا دیجئے گا۔

جناب محمد یار ہراج: پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! میں ایک clarification چاہتا ہوں۔ اس وقت بہت کچھ ادھر ہو رہا تھا اور ہمیں کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ یہ پیپلز پارٹی والوں نے walkout کیا ہے یا آپ نے انھیں کسی معاملے کو حل کرنے کے لئے بھجوایا ہے؟

جناب سپیکر: جی، اللہ کے فضل و کرم سے ایسی بات ابھی سنی نہیں ہے لیکن آپ اطمینان رکھیں۔ آپ اطمینان رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور / داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے ہراج صاحب کی خدمت میں یہی عرض کرنا ہے کہ ہمارے پیپلز پارٹی کے دوستوں نے بائیکاٹ نہیں کیا، وہ لابی میں بیٹھ کر اپنا کوئی مشورہ کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: زیر بحث تحریک disposed of ہوئی۔ تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوا، باقی تحاریک کو pending کیا جاتا ہے۔

سرکاری کارروائی

زراعت پر عام بحث

جناب سپیکر: اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔ آج کے ایجنڈے پر زراعت پر عام بحث ہے۔ جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ سوموار 24۔نومبر 2008 کو زراعت پر عام بحث کا آغاز ہوا تھا۔ اس بحث میں 16 معزز ارکان نے حصہ لیا تھا اور بہت سے معزز ارکان وقت کی کمی کی وجہ سے ہاؤس میں موجود ہونے کے باوجود حصہ نہ لے سکے تھے۔ اس بحث کو yesterday کے ایجنڈے پر بھی رکھا گیا لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے اس پر بحث نہ ہو سکی تھی۔ یہ طے ہوا تھا کہ اس پر آج بحث کی جائے گی اس لئے اس بحث کو آج دوبارہ ایجنڈے پر رکھا گیا ہے۔ پہلے ان اراکین کو بحث میں حصہ لینے کی دعوت دی جائے گی جو سوموار کو ہاؤس میں موجود تھے لیکن ان کی باری نہ آ سکی۔ جو معزز اراکین اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور ابھی تک اپنے نام نہیں بھجوا پائے ہیں میرے خیال میں یہ زیادہ نام موجود ہیں۔ ملک جلال الدین ڈھکو صاحب! تشریف فرما ہیں؟

ملک جلال الدین ڈھکو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: سب کو 5 منٹ ملیں گے۔ آپ کو 5 منٹ میں اپنی بحث سمیٹنا ہوگی۔ دیگر حضرات سے میری گزارش ہوگی کہ پہلے جو بات ہو جائے اس کو repeat نہ کیا جائے۔

ملک جلال الدین ڈھکو: جناب سپیکر! آپ نے زراعت کے لئے 5 منٹ دیئے ہیں جو کہ بہت تھوڑے ہیں۔ آپ نے قلیل وقت دیا ہے۔ میرے خیال میں یہ بڑھا کر 10 منٹ کر دیں۔

جناب والا! زراعت کو ریڑھ کی ہڈی کا درجہ دیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ ملک کے لئے ریڑھ کی ہڈی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ملک کا تمام تر دارومدار زراعت پر ہے۔ سب کو اس بات کا علم ہے لیکن جتنی حکومتیں آئی ہیں زراعت پر آج تک اس طریقے سے توجہ نہیں دی گئی جس طور پر دینی چاہئے تھی۔ آپ بھی سمجھتے ہیں کہ ہم اسمبلی میں بحث کے دوران جو تجاویز پیش کرتے ہیں، میں کافی عرصے سے اسمبلی میں آ رہا ہوں اسمبلی نے کسی ایک تجویز پر عمل نہیں کرایا۔ زراعت کے بارے میں جو آدمی فیصلے کرتے ہیں انہیں زراعت کا علم ہی نہیں۔ اسمبلی میں بیٹھے ہوئے کم از کم 85/80 فیصد

لوگ زراعت پیشہ ہیں ان کو تجربہ ہے، انہیں پتا ہے کہ زراعت کے کیا کیا problems ہیں، زراعت کو کس طرح improve کیا جا سکتا ہے اور کس طرح production بڑھائی جا سکتی ہے لیکن ان لوگوں کی تجاویز مان لی جاتی ہیں جنہیں پتا ہی نہیں۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ آج تک ہماری ایک تجویز بھی نہیں مانی گئی۔ ہر سیشن میں زراعت پر بحث ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: تجاویز دیں، میں بھی لکھ رہا ہوں، آپ لکھوائیں تو سہی۔

ملک جلال الدین ڈھکو: جناب سپیکر! میں لکھواؤں گا۔ میری گزارش ہے کہ نمبر 1 پر تو پانی کا مسئلہ ہے۔ آپ کا پڑوسی ملک آپ کے ساتھ ہی آزاد ہوا۔ آپ 14۔اگست کو آزاد ہوئے، وہ 15۔اگست کو آزاد ہوا۔ یہ ٹھیک ہے کہ دریاؤں کے دہانے ہندوستان سے بھی نکلتے ہیں لیکن اس کے باوجود انڈیا نے 54 ڈیم بنائے ہیں اور آپ بتائیں کہ آپ نے پانی store کرنے کے لئے کتنے ڈیم بنائے ہیں جو زراعت میں مدد کر سکتے ہیں؟ پانی کے بغیر زراعت ہو ہی نہیں سکتی۔ مجھے یہ بتائیں کہ کس حکومت نے زراعت کے لئے پانی کا بندوبست کیا ہے؟ اگر آپ اس ملک کی زراعت اور انڈسٹری میں ترقی چاہتے ہیں کیونکہ اس ملک کی تمام تر معیشت کا دارومدار زراعت پر ہے تو پھر آپ مہربانی کر کے No.1 priority پر زراعت پر توجہ دیں۔ ایک تو پانی کا بندوبست کریں اس کے لئے ڈیم بنائے جائیں۔ نمبر 2۔ آپ کے ملک میں اور particularly پنجاب میں بڑی بے آباد زمینیں پڑی ہیں۔ آپ دیکھ لیں کہ بنجر زمینیں بہاولپور ڈویژن، ملتان ڈویژن اور دوسرے ڈویژنوں میں بھی ہوں گی جن کے لئے کسی حکومت نے آج تک توجہ نہیں دی کہ ان زمینوں کو آباد کیا جائے۔ ان کی آبادکاری کے لئے حکومت کو توجہ دینی چاہئے جس سے production بہتر ہو سکتی ہے۔ آپ واہگہ بارڈر پر چلے جائیں، قصور والے بارڈر پر چلے جائیں۔ بارڈر سے اِس طرف تقریباً ساری زمینیں بنجر پڑی ہیں لیکن آپ جب انڈیا کی طرف چلے جائیں گے تو تمام زمینیں آباد ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، ڈھکو صاحب! جس جگہ کی آپ بات کر رہے ہیں اُدھر کوئی بنجر زمین نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں۔

ملک جلال الدین ڈھکو: جناب سپیکر! بنجر ہیں۔ میں گیا ہوں۔ اس کے بعد آپ بہاولپور ڈویژن دیکھ لیں۔ اگر آپ بنجر زمینوں کو آباد کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے تو پھر آپ زراعت کو کس طرح upgrade کر سکتے ہیں، آپ زراعت کو کس طرح develop کر سکتے ہیں؟ نمبر 3۔ میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ آپ کے ملک اور particularly پنجاب کے اندر اگر کسی کے پاس ایک مربع زمین ہے تو اس میں مختلف قسم کی کئی اجناس کاشت کی جاتی ہیں۔ کماد کاشت کیا جاتا ہے، چاول کاشت کیا جاتا ہے، گندم کاشت کی جاتی ہے، طرح طرح کی فصلات کاشت کی جاتی ہیں جس سے اس ملک کی پیداوار میں اضافہ نہیں ہو سکتا۔ یہاں پر ہر فصل کے لئے زون مقرر کئے جائیں۔ ضلع ساہیوال میں گندم اور چاول کا زون مقرر کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، یہ پابندی تو میں نہیں مانوں گا۔

ملک جلال الدین ڈھکو: جناب سپیکر! آپ دیکھ لیں، زون مقرر ہیں۔ آپ کیوں نہیں مانتے؟ آپ میرے ساتھ چلیں۔

جناب سپیکر: کاشت کار کو اپنے طور پر planning کرنی چاہئے۔

ملک جلال الدین ڈھکو: نہیں، نہیں۔ میں بھی نہیں مانتا۔ ہندوستان ہمارا پڑوسی ملک ہے اور ہمیں بار بار اس کی مثال دینی پڑتی ہے، یہ اچھا تو نہیں لگتا۔ ہندوستان کی 45/40 من فی ایکڑ گندم کی پیداوار ہے اور آپ 25/20 من فی ایکڑ پر کھڑے ہیں۔

جناب سپیکر! میں اس ضمن میں گزارش کروں گا کہ آپ حکمت عملی بنائیں۔ آپ باقاعدہ زون مقرر کریں، اس کے لئے باقاعدہ بیٹھ کر فیصلے کریں۔ اگر زون مقرر ہوں گے کہ کئی اضلاع گندم کے لئے، کئی اضلاع آلو کے لئے، کئی اضلاع کماد کے لئے مقرر کریں گے تو یقیناً آپ کی پیداوار بڑھے گی اور export ہوگی۔ ہم آج کل گندم درآمد کر رہے ہیں اور ہندوستان جو ایک ارب کی آبادی کا ملک ہے وہ گندم برآمد کرتا ہے۔ آپ خود دیکھیں اور مشاہدہ کریں کہ آپ درآمد کیوں کرتے ہیں؟ آپ کے ملک کی آبادی 17/16 کروڑ ہے۔ اس کے 80 فیصد لوگ دیہاتوں میں بستے ہیں جن کا دارومدار زراعت پر ہے۔ یہ غریب لوگ ہیں اور کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس وقت اتنی

مہنگائی ہے کہ آپ نے ڈیزل اتنا مہنگا کر دیا ہے، یہ کیوں مہنگا کیا گیا؟ میں حکومت سے مطالبہ کروں گا کہ ڈیزل کو سستا کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس وقت D.A.P کھاد جو فصل کاشت کرنے سے پہلے ڈالتے ہیں وہ 3500/- روپے سے زائد ہو گئی ہے۔ ایک غریب کاشتکار جس کو رات کی روٹی میسر نہیں آتی وہ 3500/- روپے کی بوری ایک ایکڑ میں کس طرح ڈالے گا؟ آپ خدا کا خوف کریں، اللہ کا نام لیں اور کھاد اور بیج کو سستا کریں۔

جناب سپیکر: 200/- روپے کم کر دیئے ہیں۔ اس وقت قیمت 3700/- روپے ہے۔

ملک جلال الدین ڈھکو: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ کھاد کی قیمتوں میں کمی کی جائے، ڈیزل کی قیمت میں کمی کی جائے اور مہربانی فرما کر جو بجلی کے ٹیوب ویل ہیں ان کے لئے فلیٹ ریٹ مقرر کیا جائے جو 2000/- روپے ماہانہ سے زائد نہ ہو۔ غریب آدمی کسی طور پر بھی 35/30 ہزار روپے ماہانہ بجلی کے ٹیوب ویل کے لئے برداشت نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر: آپ نے ماشاء اللہ ساری باتیں کر لی ہیں۔ آپ کا time ایک منٹ اوپر ہو گیا ہے۔ آپ اب آپ wind up کریں۔

ملک جلال الدین ڈھکو: جناب سپیکر! میں نے پہلے گزارش کی تھی کہ کم از کم دس منٹ دیں۔ میں آخر میں یہ گزارش کروں گا کہ جس ملک کا تمام انحصار اور تمام دارومدار زراعت پر ہے۔ جس وقت ہندوستان سے انگریز فارغ ہوا تو اس نے صاف طور پر پنجاب کے لئے یہ بات کی تھی کہ پنجاب سونے کی چڑیا ہے تو اب پنجاب جو سونے کی چڑیا تھی وہ اپنی خوراک خود پیدا نہیں کر سکتا اور خوراک درآمد کر رہا ہے۔ ہم گندم درآمد کر رہے ہیں۔ میری آخر میں گزارش یہ ہے کہ بغیر زراعت کے کارخانے بھی نہیں چل سکتے اس لئے زراعت پر بھرپور توجہ دینی چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، سید ناظم حسین شاہ صاحب!

(اذان ظہر)

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ جا رہے ہیں تو ہم نے تقریر کس کے لئے کرنی ہے؟ میں احتجاجاً تقریر نہیں کروں گا۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، سید ناظم حسین شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ہم برسوں سے یہ درخواست کر رہے تھے۔ اب زراعت کا مسئلہ تو خیر ایسے ہی ہے کیونکہ اس ملک کی جو بھی رنگینی ہے وہ زراعت کی وجہ سے ہی ہے بلکہ پوری دنیا کی رنگینی زراعت کی وجہ سے ہے مگر جب کسی کو کوئی سننے والا ہی نہیں ہے۔ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ راناصاحب سپیکر صاحب جا رہے ہیں اس لئے میں as a protest تقریر نہیں کروں گا۔ میں حضرت علی علیہ السلام کا ایک قول یاد کروں گا کہ کسی شخص نے ان سے پوچھا کہ عورت اور مرد میں فرق کیا ہے تو آپ نے یہ نہیں کہا کہ جس کی مونچھیں اور داڑھی ہو، وہ مرد ہے بلکہ انھوں نے کہا کہ مرد وہ ہے جو تحفظ فراہم کرے، مرد وہ ہے جس میں عجز وانکساری ہو، مرد وہ ہے جو حقیقت کا قائل ہو اور حقیقت کی کڑواہٹ کو برداشت کرنا ہی مردانگی ہے۔ مرد وہ ہے کہ جس کو اپنی زبان کا پاس ہو اور مرد وہ ہے کہ جس کے ساتھ اگر کوئی حادثہ رونما ہو جائے تو He does not lose his heart بلکہ وہ اس کو incentive کا کام دیتا ہے اس لئے میں نے یہ بات کہی ہے کہ مرد وہ ہے جس کو اپنی زبان کا پاس ہو تو اپنی زبان کا پاس رکھتے ہوئے as a protest میں تقریر نہیں کرتا۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جناب ثناء اللہ خان مستی خیل!

جناب ثناء اللہ خان مستی خیل: الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ خاتم النبین۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آج مجھے جس موضوع پر بات کرنے کا موقع دیا گیا ہے، پاکستان کی معیشت کا دار و مدار زراعت پر منحصر ہے اور کہتے ہیں کہ پاکستان کی معیشت میں زراعت ریڑھ کی ہڈی ہے۔ جیسے روح کے بغیر جسم باقی نہیں رہتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ زراعت کی پاکستان کی معیشت میں ایسی اہمیت ہے کہ یہ دل ہے، یہ گردہ ہے، یہ جگر ہے اور اگر آپ

اسے جسم سے نکال دیں گے تو جیسے انسان survive نہیں کر سکتا تو مجھے یہ کہنے دیجئے کہ اگر پاکستان کی معیشت سے زراعت کو نکال دیں تو پاکستان خدانہ کرے، خدانہ کرے کہ ایک صحرا کا روپ دھار لے، پاکستان ایتھوپیا کا روپ دھارلے۔

جناب سپیکر! چائنہ جو ہمارا برادر ملک ہے۔ انھوں نے ہم سے ایک سال بعد آزادی حاصل کی تھی۔ لوگ کہتے تھے کہ چائنیز نشے کی حالت میں سوئے ہوئے ہیں لیکن انھوں نے بھی جو ترقی کی ہے وہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا تھا کہ:

گراں خواب چینی سنبھلنے لگے
ہمالیہ کے چشمے ابلنے لگے

جناب سپیکر! چائنیز نے کتنی ترقی کی ہے۔ چائنہ کہاں پہنچ گیا ہے لیکن میں افسوس سے کہتا ہوں کہ 62 سالوں کے اندر پاکستان جیسی سرزمین اور دھرتی کو کوئی مسیحا نہیں ملا۔ میں کہوں گا کہ ماضی میں جو حکمران رہے ہیں وہ مٹی کے مادھو رہے ہیں۔ ان کے اندر vision نہیں تھا، ان کے اندر کوئی سوچ، بصیرت اور لیڈر شپ کی qualities نہیں تھیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں چیلنج سے کہہ رہا ہوں کہ دو سال کے لئے زراعت میرے حوالے کر دی جائے اور اگر میں نے زراعت کو اپنے پاؤں پر کھڑا نہ کر دیا تو مجھے گولی مار دیں، مجھے shoot کر دیں، مجھے hang کر دیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

موجودہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی dynamic لیڈر شپ کی وجہ سے اور ہمارے منسٹرز ماشاء اللہ بڑے شریف النفس اور dynamic ہیں، میاں صاحب نے چائنہ کا جو دورہ فرمایا ہے وہ اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ چونکہ وقت کم ہے اس لئے میں direct suggestions پر آؤں گا۔ یہاں پر زراعت کا مارکیٹنگ سسٹم دو چیزوں پر منحصر ہے ایک output اور ایک input ہے لیکن ہم input کے لوازمات پر خاطر خواہ توجہ اور priority نہیں دیتے۔ میری یہ گزارش ہو گی کہ inputs کی قیمتوں کو کنٹرول میں لایا جائے جیسے کھاد کی قیمتیں، تیل کی قیمتیں اور زرعی مشینری کی قیمتیں ہیں۔ اس کے بعد output ہے اور جب فی ایکڑ yield آتی ہے تو بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کاشتکار کو اس کا

فائدہ نہیں ملتا۔input میں بھی زمیندار پر ٹیکس لگتا ہے اور output پر بھی زمیندار کو پیداوار کے حساب سے قیمتیں نہیں ملتیں۔ میں گزارش کروں گا کہ مارکیٹنگ کے سسٹم کو بہتر کیا جائے۔ اگر ہماری قیمتوں پر direct کاشتکار استفادہ حاصل کرتا ہے، اگر ہماری ڈیزل کی قیمتیں internationally linked ہیں تو ہماری فصلوں کی قیمتوں کو internationally linked کیوں نہیں کرتے؟ میری گزارش یہ ہے کہ outputs سے middleman اور تاجر کما رہا ہے لیکن کاشتکار کو کچھ نہیں مل رہا۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ زرعی ٹیوب ویلوں میں incentives دینے چاہئیں اور ان کو لوڈ شیڈنگ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ زرعی ٹیوب ویلوں پر کم سے کم قیمت ہونی چاہئے اور سستے ملنے چاہئیں۔ میری یہ بھی تجویز ہے کہ جب وارابندی ہوتی ہے، خاص کر ہمارے اضلاع میانوالی، بھکر، خوشاب، لیہ، مظفر گڑھ جو تھل کے اضلاع ہیں تو وہاں وارابندی کے دوران ہر موگے پر چار ٹیوب ویل لگائے جائیں۔ جب وارہ بندی ہو اور ان موگوں پر جتنے ٹیوب ویل لگائیں تو ان کو گورنمنٹ subsidize کرے تاکہ کاشتکار کو فصلیں اچھی ملیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ شیخ علاؤالدین صاحب نے کچھ روز قبل یہ بیان دیا کہ جاگیردار یہاں ٹیکس نہیں لگنے دینا چاہتے، میں ان سے اس ہاؤس کو گواہ بنا کر سوال کرتا ہوں کہ یہاں پر سیکرٹری زراعت اور متعلقہ منسٹر نے پورے ہاؤس کو جو لسٹ فراہم کی ہے اس میں 95 فیصد کاشتکاروں کی زمین ساڑھے 12 ایکڑ سے کم ہے اور 5 فیصد لوگوں کی تعداد زیادہ ہے اس حوالے سے دیکھا جائے تو کہاں جاگیردار ہیں؟ یہ صنعتکار لوگ جن کو گورنمنٹ rebate دیتی ہے یہاں اگر گاڑیوں کی انشورنس ہو سکتی ہے تو فصلوں کی انشورنس بھی ہونی چاہئے۔ جیسا کہ اسلام آباد میں ہوٹل میں جو bomb blast کا incident ہوا تھا وہ بھی insured تھا لیکن کاشتکار کے لئے اگر یہاں کوئی قدرتی آفات آتی ہیں تو کوئی انشورنس نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کاشتکار کی فصلوں کی انشورنس ہونی چاہئے۔ اس کے علاوہ جو ہمارے اضلاع ہیں خاص کر بھکر، میانوالی، خوشاب، لیہ اور مظفر گڑھ جنہیں ہم تھل کے اضلاع کہتے ہیں اور ہم ٹیکس دے رہے ہیں۔ ڈیزل پر جو ٹیکس لگتا ہے وہ کاشتکار دے رہا ہے، زرعی آلات پر اور کھاد پر جو ٹیکس لگتا ہے وہ کاشتکار دے رہا ہے اور ہم already ٹیکس دے رہے ہیں اور آپ کو یاد ہو گا کہ میاں صاحب کی پچھلی گورنمنٹ میں جو زرعی انکم

ٹیکس لگا تھا اور اس وقت بھی ہم آئی ایم ایف کے پاس گئے تھے تو اس وقت بھی ٹیکس لگا تھا۔ایگریکلچر پر already ٹیکس لگا ہوا ہے گو کہ Prime Minister of Pakistan نے یہ categorical statement دی ہے لیکن رات کو پھر آئی ایم ایف کا statement چل رہا تھا کہ ہم نے گورنمنٹ آف پاکستان کو مجبور کیا ہے کہ وہ زرعی ٹیکس لگائے۔اگر پنجاب میں زرعی ٹیکس لگایا گیا تو ہمارا یہ عہد ہے کہ ہم پارٹی پالیسی سے بالاتر ہو کر کفن باندھ لیں گے لیکن ہم زرعی ٹیکس نہیں ادا کریں گے کیونکہ ہم already زرعی ٹیکس دے رہے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!انگریز نے کیا سسٹم دیا تھا کہ ہر علاقے کی اور ہر ضلع کی زمینوں کی اقسام ہیں اور ان کی کیمسٹری ہے۔ہمارے تھل کے اضلاع کی جو زمینیں ہیں ان کے پیداواری یونٹس 28 ہیں،اگر ہم ان کو شیخوپورہ، گوجرانوالہ اور بڑے fertile اضلاع کے ساتھ compare کریں تو ان کے ڈیڑھ سو سے لے کر دو سو تک زرعی پیداواری یونٹس ہیں۔جب ہم loan لینے جاتے ہیں تو ہمیں نہیں ملتا۔یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک لبرٹی مارکیٹ کے پلازہ پر بھی وہی ٹیکس ہو اور شاہدرہ کے کھوکھے پر بھی وہی ٹیکس ہو۔اس سے بڑی زیادتی اور کیا ہو سکتی ہے؟ میری آپ کے توسط سے یہ گزارش ہو گی کہ خاص کر تھل کے اضلاع کے لئے جو آبیانہ اور زرعی انکم ٹیکس لگایا گیا ہے اس پر فی الفور کمیٹی بنائی جائے اور وہ کمیٹی decide کرے۔اس کے علاوہ میری کافی suggestions ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں! ایک time format رکھا ہوا ہے۔۔۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! ناظم شاہ صاحب نے کہا تھا کہ میرا ٹائم آپ لے لینا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، میرا خیال ہے کہ انہوں نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا۔آپ پلیز! ایک منٹ میں wind up کر دیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! اس کے علاوہ پانی کا ضیاع ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ زراعت کے تین components ہیں۔levelling of land, provision of water اور اس کے علاوہ آپ کون سی فصل کاشت کر رہے ہیں۔پنجاب پانچ دریاؤں کی خوبصورت سرزمین ہے،

آج کھانے کو گندم نہیں مل رہی، لوگ لائنوں میں کھڑے ہیں حالانکہ اس سے بڑا نہری نظام دنیا میں کہیں نہیں ہے۔ میں مسلم لیگ (ن) سے ہوں، مجھے فخر ہے کہ میں اس پارٹی کا ادنی کارکن ہوں لیکن کاشتکاروں کے ساتھ پچھلے سال فصل کے موقع پر بہت کچھ کیا گیا۔ لوگوں کے گھروں میں تھریشرز لگی ہوئی تھیں، وہاں تحصیلدار اور پولیس والے پہنچ گئے اور ان لوگوں سے گندم لائے ہیں۔ اس سے بڑی زیادتی زمیندار کے ساتھ اور کیا ہو سکتی ہے؟ صنعت کار کی انڈسٹری ill ہوتی ہے اسے rebate دیتے ہیں، انہیں کم قیمتوں پر loaning دیتے ہیں مگر ہمیں کچھ نہیں دیتے۔ اگر زراعت پیشہ طبقہ کاشت کرنا چھوڑ دے تو میں آج challenge کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ پاکستان survive نہیں کرے گا، پاکستان کی معیشت survive نہیں کرے گی۔ جیسے دانشور طبقہ کہتا ہے کہ امریکہ کی سُپر پاور کو کنٹرول کرنے اور لگام دینے کے لئے اگر مسلم ممالک اکھٹے ہو جائیں کیونکہ ان کے پاس آئل کا بہت بڑا weapon ہے اگر وہ استعمال کریں تو امریکہ اور یورپین ممالک کی economy collapse کر جائے گی۔ اسی طرح زراعت کو انڈسٹری کا درجہ دینا چاہئے۔ یہاں صنعت کاروں کے لئے tax free zones بنتے رہے ہیں لیکن زراعت کے لئے کچھ نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد وارابندی کے نظام کو ختم کیا جائے۔ جیسا کہ irrigation کا شیڈول ہے کہ جب وہ نہروں میں پانی provide کرتے ہیں تو first second and third time irrigation ہوتی ہے۔ First دس دن، second بھی دس دن اور third بھی دس دن کے لئے ہوتی ہے لیکن ہمارے تھل کے اضلاع میں جب پانی چھوڑا جاتا ہے تو پانی بہت late پہنچتا ہے جو دس دِنوں کا پانی ہے وہ ہم چھ روز استعمال کرتے ہیں باقی بیس دِن کا پانی ہمیں نہیں مل رہا۔ اس کے علاوہ latest research یہ آئی ہے کہ 34 فیصد پانی کم ہو گیا ہے۔ اگر ہم بڑے ڈیم نہیں بنا سکتے اور ان پر اختلاف رائے ہے تو ہم چھوٹے ڈیم تو بنا سکتے ہیں۔ انڈیا جس نے خاص کر ہمارے پنجاب کا پانی روکا ہوا ہے، میری information کے مطابق انڈیا نے 46 ڈیم بنائے ہیں۔ پاکستانی حکمران سوتے رہے ہیں اور ان کو پتا ہی نہیں ہے کہ کتنے ڈیم بنا چکے ہیں۔ اگر ان حالات کو take up نہ کیا گیا تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں World Bank level تک اور International Justice of Court تک جانا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب میں جہلم اور چناب کا پانی نہیں ملے گا۔ اس کے علاوہ کھاد اور ڈیزل کی قیمتیں ہیں اور اب بڑا اچھا trend چلا ہے کہ internationally

ان کی قیمتیں کم ہوئی ہیں لیکن kindly میری آپ کے توسط سے یہ گزارش ہو گی کہ ڈیزل کو سستا کیا جائے کیونکہ آپ کی 75 فیصد آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے اور آپ کے ملک کا زرمبادلہ یہ لوگ کماتے ہیں۔ اگر ہم کاٹن کاشت نہیں کریں گے تو ہماری ٹیکسٹائل نہیں چلے گی، اگر ہم شوگر کین کاشت نہیں کریں گے تو آپ کی شوگر انڈسٹری نہیں چلے گی، اگر ہم چنے نہیں اگائیں گے تو دالیں کہاں سے ملیں گی اور آپ کی فوج کیسے پلے گی؟ میں سمجھتا ہوں کہ کاشتکار کے لئے کچھ نہ کچھ ریلیف دیا جائے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر یونین ہیڈکوارٹر پر کسان دوست سنٹر قائم کئے جائیں۔

جناب سپیکر! مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ریسرچ سنٹر سفید ہاتھی بنا ہوا ہے اور یہ کاشت کاروں اور زمینداروں کو کوئی گائیڈ نہیں کر رہے۔ انہیں دفاتر سے نکال کر فیلڈ میں بھیجا جائے۔ ہمارا پی ٹی وی گورنمنٹ کا ٹی وی ہے، فری ہے اور ہمارے ریڈیو فری ہیں تو education کے لئے ان پر ایک campaign launch کی جائے۔ سب سے اہم بات میں کرنے لگا ہوں کہ جب تک کارپوریٹ فارمنگ کو ہم best نہیں کریں گے، کسی نے کیا خوب کہا تھا کہ چھ ممالک کی best technique کو ہم جب تک استعمال نہیں کریں گے اور ان کی best practices avail نہیں کریں گے تو یہ ملک کیسے ترقی کرے گا؟ کارپوریٹ فارمنگ کو متعارف کروایا جائے یا اسے میں tunnel farming کا نام دوں گا کہ اسے متعارف کروایا جائے۔

جناب سپیکر! جاپان کے اندر جیسا یہ ہمارا حال ہے، چونکہ ان کے پاس اتنی زمین نہیں ہے تو وہ ہال میں سبزیاں کاشت کرتے ہیں، فصلیں کاشت کرتے ہیں اور انہوں نے خانے بنائے ہوئے ہیں اور وہ مختلف ممالک کو برآمد کر رہے ہیں۔ چہ جائیکہ ہم اتنی زیادہ زمین پر کاشت کریں تو میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ جو ماضی میں کاشتکاروں کے ساتھ رویہ رکھا گیا ہے تو کسی شاعر نے کہا تھا کہ:

اے جنگل کے قانون گرو جو چاہو بناؤ تعزیریں
تم شوق سے ہم دیوانوں کو ہر روز لگاؤ زنجیریں

جناب سپیکر! آبیانے کے جو فلیٹ ریٹ لگائے ہیں تو خدارا! کوئی justified تو بنائیں، انصاف تو دیں کہ ہم نے جو launch campaign کی ہوئی ہے حق کی، انصاف کی، چیف جسٹس کی پیٹھ پیچھے ہم کھڑے ہیں اور ہم کسی فرد واحد کے ساتھ نہیں کھڑے، ہم انصاف کے نعرے کے پیچھے کھڑے ہیں اور ہم نے حلف لیا ہوا ہے کہ چیف جسٹس کی بحالی تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔ ہمیں کیا انصاف دینا ہے؟ لیکن ہمارے ساتھ بھی مہربانی کر کے انصاف کیا جائے اور تھل کے اضلاع میانوالی، بھکر، خوشاب، لیہ اور مظفر گڑھ کو فلیٹ ریٹ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ اس کے لئے ایک کمیٹی بنائی جائے اور ہمارے بھی view points سنیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ میں انہی الفاظ کے ساتھ مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا اور اگر زرعی ٹیکس لگایا گیا تو مجھے کہنے دیجئے کہ:

نہیں مانتے نہیں مانتے
ظلم کے ضابطے نہیں مانتے

بہت شکریہ۔ مہربانی

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، چودھری جاوید احمد صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب کرم الٰہی بندیال صاحب!۔۔۔ جی، بندیال صاحب!

جناب کرم الٰہی بندیال: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! بہت ساری باتیں ایوان میں ہو گئیں لیکن افسوس آج پورا ایوان یہاں موجود نہیں ہے تو میری گزارش ہے کہ زراعت پر جتنی بھی بحث کی جائے وہ کم ہے۔ میری سب سے زیادہ گزارش آبیانے پر ہوگی کیونکہ میں نے پہلے بھی ایک دو دفعہ گزارش کی ہے اور چونکہ ہمارے اضلاع اس قسم کے ہیں کہ وہاں ریت کے ٹیلے ہیں، پہاڑ ہیں لیکن آپ دیکھ لیں کہ میرے پاس ثبوت کے لئے کچھ چیزیں ہیں جنہیں میں لے کر آیا ہوں کہ قبرستانوں پر بھی آبیانہ لگ گیا ہے، راستوں پر بھی آبیانہ لگ گیا ہے تو میرا خیال ہے کہ اس سے بڑا ظلم ہمارے علاقوں میں شاید ہی کبھی کوئی ایسا ہوا ہو، ہمارے اپوزیشن کے بھائی بیٹھے ہوئے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کسی اچھی سوچ کے تحت کیا ہوگا اور جیسے مستی خیل صاحب نے کہا ہے کہ یونٹ بنے ہوئے

تھے تو جب آپ ہمارے علاقے میں جائیں گے اور اوکاڑہ، شیخوپورہ، فیصل آباد کے علاقے دیکھیں گے تو ان میں آپ کو بھی فرق ظاہر ہو جائے گا۔ سب سے زیادہ توجہ اس چیز پر دینی چاہئے کہ فلیٹ ریٹ آبیانہ کو ختم کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ ہمارے علاقے میں سیم بہت زیادہ ہے اور نہروں کی seepage سے بھی ہمیں یہ مشکلات پیش آ رہی ہیں اور جہاں پانی کھڑا ہوا ہے، اس زمین پر بھی ٹیکس لگے ہوئے ہیں اور اس کا آبیانہ بھی ہم دے رہے ہیں کہ جو سیم کے علاقے ہیں۔ میری ایک دو گزارشات تھیں۔ ہماری سب سے زیادہ مشکل ہے کہ ہمیں فلیٹ ریٹ آبیانے سے بچایا جائے۔

جناب سپیکر! لوڈ شیڈنگ کی بات ہوئی ہے تو میری گزارش ہے کہ اگر لوڈ شیڈنگ ضروری ہو تو اس کا ایک ٹائم بنا دیا جائے کہ اگر دس گھنٹے ہے تو دس گھنٹے متواتر ٹیوب ویل بند ہو جائیں تو ہمیں اس سے گلہ نہیں ہو گا لیکن ایک گھنٹے بعد، دو گھنٹے بعد بند ہو جائے تو یہ دو تین کلو میٹر تک اس پانی نے پہنچنا ہوتا ہے اور پھر جب زیرو سے سٹارٹ ہوتا ہے تو ہمارا ٹائم زیادہ ضائع ہوتا ہے۔ میں وزیر آبپاشی سے بھی گزارش کروں گا کہ ہمارا سیم کا ایریا ہے تو خوشاب میں ہڈالی سب یونٹ سکارپ کا ایک منصوبہ 1998 میں بنایا گیا تھا جس پر 651.5 ملین روپے وفاقی حکومت نے خرچ کئے تھے تو اس پر 71 ٹربائنیں لگی تھیں اور اس کی 39 میل کی ایک ڈرین بنی تھی۔ اب وہ ٹربائنیں بھی چوری ہو چکی ہیں اور اس کے ٹرانسفارمرز بھی اتر چکے ہیں تو میری یہ گزارش ہے کہ اگر ڈرین ہی کم از کم صاف ہو جائے تو وہاں کھڑے ہوئے پانی کی آرام سے نکاسی ہو سکتی ہے۔ میری یہ گزارش بھی ہے کہ وہاں پر گورنمنٹ کی طرف سے لگائے ہوئے پیسے کی کوئی output بھی ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں اس میں ایک یہ اضافہ بھی کرنا چاہوں گا چونکہ یہ زراعت سے متعلقہ تو نہیں ہے لیکن یہ جو 2 فیصد واٹر سپلائی سکیموں پر ہم سے بھی لگوایا گیا تو چونکہ ہمارے علاقے سالٹ اور سیم زدہ ہیں تو وہاں پر واٹر سپلائی کا 2 فیصد ختم کیا جائے۔ مرکز سے میری یہ گزارش ہو گی کہ میرے علاقے میں ریلوے لائن گزر رہی ہے۔ جہاں فیکٹریاں لگی ہوئی ہیں وہاں تو ریلوے نے راستے دے دیئے ہیں لیکن میرا drawback یہ ہے کہ جہاں زمیندار رہتے ہیں تو ان کے راستے بھی بند کر دیئے گئے ہیں اور یقین کریں کہ ایک کلو میٹر کے فاصلے کو پندرہ کلو میٹر کے راستے کا فاصلہ طے کر کے اپنا گنا

اور دیگر سامان لے کر جاتے ہیں تو میری یہ مرکز سے گزارش ہو گی اور اپنے House سے کہ یہاں unman پھاٹک دیئے جائیں یا کم از کم دوسرے پھاٹک لگائے جائیں۔

جناب سپیکر! قائد آباد میری تحصیل ہے اور وہاں آج تک کوئی دفاتر نہیں کھولے گئے اور وہاں زرعی انجینئرنگ ورکشاپ ہے جس کا 80 کنال کا رقبہ ہے لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ سرگودھا، لیہ اور خوشاب میں اس کے دفاتر کھول رکھے ہیں اور ادھر پوری ورکشاپ ہے جس پر خاصا رقبہ پڑا ہوا ہے تو میری وزیر موصوف سے یہ گزارش ہو گی کہ وہاں بلڈوزر اور اس طرح کی چیزیں دستیاب تھیں لیکن جو آج نہیں ہیں اور آپ کی عمارت بھی گر رہی ہے اور اس رقبے پر بھی لوگ قبضہ کر رہے ہیں تو مہربانی کرکے اس ورکشاپ کو وہاں پر کھولا جائے۔ آخر میں میری سب سے زیادہ گزارش یہ ہے کہ یہ فلیٹ ریٹ آبیانہ ہمارے اوپر ایک ظلم ہے، اس پر فی الفور کمیٹی بنائی جائے اور اس کو ختم کروایا جائے۔ شکریہ

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! اس کے بارے میں جس طرح ہمارے رکن اسمبلی صاحب نے فرمایا ہے تو براہ مہربانی کمیٹی announce کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ points منسٹر صاحب لکھتے جا رہے ہیں اور وہ اسی لئے بیٹھے ہیں اور میں بھی نوٹ کر رہا ہوں جب وہ wind up کریں گے تو اس کو دیکھ لیں گے۔ بہت شکریہ

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منڈا صاحب!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! زراعت میرے پیارے دیس پاکستان کے لئے چونکہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور اس وقت ہم جو suggestion دے رہے ہیں اور زراعت کے حوالے سے پنجاب کی problem بتا رہے ہیں ہمارے معزز منسٹر صاحب تو تشریف رکھتے ہیں کیا بہتر نہ ہوتا کہ اگر بیوروکریسی کی طرف سے head of department

سیکرٹری آبپاشی بھی ہوتے؟ میں بھی اس پر بات کرنا چاہتا ہوں اور اپنا نام دیا ہوا ہے میں اپنی باری پر بات کروں گا۔ میرا اس پر پُرزور مطالبہ اور احتجاج ہے کہ should Secretary Irrigation be here اگر وہ نہیں آتا تو میں اس پر walkout کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منڈا صاحب! Agriculture پر بحث ہے irrigation کہاں سے آ گئی؟

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! Secretary Irrigation بھی ہونا چاہئے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اعجاز شفیع صاحب!

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! آج جو ساری بحث ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھینس کے آگے بین بجانے والی بات ہے کیونکہ یہاں Food Minister تشریف رکھتے ہیں اور نہ Irrigation Minister تشریف رکھتے ہیں۔ بندیال صاحب اور میرے دوستوں نے جو باتیں کی ہیں وہ ساری کی ساری irrigation سے related ہیں۔ یہاں نہ ہی کوئی بیوروکریسی کا آدمی بیٹھا ہے اس لئے ہم جو یہاں پر گفتگو کر رہے ہیں یہ ہم کس کو سنا رہے ہیں، کون سن رہا ہے؟ جیسے میں نے پہلے کہا کہ بھینس کے آگے بین بجانے والی بات ہے۔ یہاں ایک منسٹر صاحب بیٹھے ہیں اور دیکھیں کوئی سیکرٹری موجود نہیں ہے۔ یہاں Food Minister ہے، Irrigation Minister ہے اور نہ ہی Law Minister ہیں جنہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ سارے سوالات کا منبہ میرے اوپر ہوتا ہے وہ بھی تشریف نہیں رکھتے اس لئے میں کہوں گا کہ آپ ہاؤس کا وقت ضائع نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اعجاز شفیع صاحب! آپ نے اپنی بات registered کروالی ہے، تشریف رکھیں۔ جی، منسٹر صاحب!

وزیر زراعت و تعلیم (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ یہاں معزز اراکین جو اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے ہیں اور جو ٹھوس تجاویز دے رہے ہیں میں ان کو لکھ رہا ہوں اور آپ کو پتا ہے کہ Chief Minister کا اس پر خصوصی concern ہے اور اس میں کافی ساری interventions

تھیں،اس میں گرین ٹریکٹر سکیم بھی تھی اوراس کے علاوہ وہ چائنہ بھی گئے تھے۔زراعت پر حکومت کا خصوصی concern ہے، یہ نہیں ہے کہ حکومت کی اس پر عدم توجہی ہو رہی ہے۔میں اسی زراعت کے سلسلہ میں آج صبح وزیراعلیٰ سے مل کرآیا ہوں اور سیکرٹری زراعت بھی آرہے ہیں،وہ راستے میں ہیں اور تھوڑی دیر تک پہنچ جاتے ہیں۔میں اپنے دوستوں سے گزارش کروں گا کہ آپ فکر نہ کریں، بات کریں جو بھی قابل عمل تجاویز ہوں گی ان پر عمل ہو گا۔میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تمام ترجیحات میں زراعت پہلی ترجیح ہے کیونکہ یہ ہماری food security کا مسئلہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے ملک کے استحکام کا مسئلہ ہے اس لئے آپ یہ نہ سمجھیں کہ اگر یہاں ایم پی اے صاحبان کی تعداد کم ہے تو کوئی کام نہیں ہو رہا ہے،ایسی بات نہیں ہے بلکہ میں اس کو نوٹ کر رہا ہوں اور آپ کی تجاویز پر عمل ہو گا۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر!زراعت ہماری ریڑھ کی ہڈی ہے،یہ اتنا اہم issue ہے جس کو ہم discuss کر رہے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اعجاز شفیع صاحب!آج بحث زراعت پر ہے،irrigation پر نہیں ہے اور agriculture سے related جو irrigation کے معاملات ہیں وہ منسٹر صاحب points لے رہے ہیں،یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ throughout points لیتے جارہے ہیں۔میں آپ کو ایک بات اور بھی بتادوں کہ ماشاءاللہ جو منسٹر صاحب ہیں یہ اس وقت پورا زور لگا رہے ہیں اور محنت بھی کر رہے ہیں۔آج جو بحث رکھی گئی ہے جب منسٹر صاحب wind up کریں گے تو آپ سب کی باتوں کا جواب بھی دیں گے اور جس طرح مستی خیل صاحب نے کمیٹی کی بات کی ہے وہ کمیٹی بھی بنے گی۔لہذا اب ہم اس بحث کو آگے چلائیں۔شکریہ

چودھری علی اصغر منڈا(ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!اگر سیکرٹری available نہیں ہے تو کم از کم مجاز اتھارٹی کی طرف سے کوئی ایڈیشنل سیکرٹری ہی ہاؤس میں ہو تاکہ وہ ہماری suggestions اور problems نوٹ کرے تاکہ ہم اس پر execution ensure کریں۔ہم اس

ہاؤس میں اس لئے نہیں بول رہے ہیں کہ ہم اخبار کی زینت بنیں گے یا کتابوں کی زینت بنیں گے۔ ہم اس پر عملی طور پر کوئی کام کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ویسے میں بھی ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح تمام ممبران کا concern ہے کہ زراعت پر بحث ہونی چاہئے اور جس طرح منسٹر صاحب نوٹ کر رہے ہیں اسی طرح محکمے پر اس کی ذمہ داری زیادہ ہے اور میں بالکل آپ کو یہ ruling دیتا ہوں کہ ان کو فوری طور پر بلائیں، وہ یہاں آکر بیٹھیں اور بیٹھ کر بات سنیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ملک محمد عباس راں: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، راں صاحب!

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! سیکرٹری زراعت زیادہ powerful ہے یا منسٹر زراعت زیادہ powerful ہے؟ جب منسٹر صاحب بیٹھے ہیں اور وہ notes بھی لے رہے ہیں پھر وہ اپنے سیکرٹری کو brief کر دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر صاحب کے ساتھ ان کے محکمے کا بھی یہاں ہونا ضروری ہوتا ہے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش یہ ہوگی کہ ماشاء اللہ جس طرح آپ conduct کر رہے ہیں ہم آپ کی honour کرتے ہیں اور کوشش بھی کرتے ہیں کہ اصول وضابطے کے تحت کارروائی چلے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب بھی زراعت پر بحث ہو اس میں Irrigation Minister, Food Minister, Agriculture Minister اور تینوں محکموں کے secretaries کا موجود ہونا ضروری ہے۔ یہ ہماری food security کا مسئلہ ہے، وارابندی کا مسئلہ ہے اور flat rate کا مسئلہ ہے ان تینوں کا ہونا ضروری ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ یہاں جو بات کرتے ہیں وہ ریکارڈ ہو رہی ہوتی ہے۔ دوسری بات ہے کہ Minister concern زراعت کے حوالے سے بیٹھے ہیں اور یہ پھر آگے سب کو brief کریں گے۔ اصل مسئلہ ہے کہ زراعت سے related جو matter اور problems ہیں ان کو solve کرنا اور اسی پر بات ہو رہی ہے۔ اعجاز شفیع صاحب! اب آگے چلنے دیں منسٹر صاحب نوٹ کرتے جا رہے ہیں، ماشاء اللہ آپ بھی منسٹر رہے ہیں اور آپ کو بھی پتا ہے کہ منسٹر کی ایک functioning ہوتی ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! یہ combine ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مجھے بھی پتا ہے کہ جس طرح functioning ہوتی ہے He is taking the note اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ یہ ہاؤس کے سامنے بہتر طریقے سے لے کر آئیں گے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: اگر وہ تینوں ہوتے تو زیادہ بہتر نہ ہوتا؟

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ جس طرح آج agriculture پر بحث ہو رہی ہے اسی طرح کسی دن irrigation پر بھی رکھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ بہت اچھی بات ہے جس طرح ہاؤس کہے گا ہم اس کو بالکل follow کریں گے۔ جی، شہزاد سعید چیمہ!

جناب شہزاد سعید چیمہ: جناب سپیکر! وزیر زراعت کی commitment پر کسی کو کوئی doubt نہیں ہے۔ وہ بے تحاشا محنت کرتے ہیں، پورا impose کرتے، technical information پوری ہے اور سارا کچھ ہے لیکن اس کے باوجود I am witness of so many incidents کہ جس میں آگے بیوروکریسی جانتی ہے وہ اس کو left right کر جاتی ہے۔ اس لئے it is a very humble request کہ ان کے respective departments کے secretaries ضرور ہوں یہ ساری بحث اور سارا knowledge جب ان تک impart ہو گا کیونکہ ان کی زراعت کی background نہیں ہے، یہاں ہم سب کی ہے۔ جب ان کو یہ information ملے گی تو میرے خیال میں یہ ان کی working کے لئے بہتر رہے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر محمد اختر ملک: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس سے تو کسی کو انکار نہیں ہے کہ آج کی بحث کے لئے انتہائی اہم موضوع رکھا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح سب دوستوں کی رائے تھی کہ تمام concerning authorities کو یہاں ہونا چاہئے تھا میں آپ کے توسط سے، اس ہاؤس اور منسٹر کے توسط سے کہنا چاہوں گا کہ ہماری ساری تجاویز جو ہمارے ذہن میں ہیں، جو ہم کرنا چاہتے ہیں وہ انشاء اللہ ان تک ضرور پہنچیں گی اور اس پر عملدرآمد بھی ہو گا۔ میں نے پہلے بھی اس floor پر کہا تھا کہ کاشتکار ایک انتہائی مظلوم طبقہ ہے اس کو دنیا کی ہر چیز کھاتی ہے انسان، چرند، پرند اور کیڑے مکوڑے ہر چیز کاشتکار پر پلتی ہے۔ جتنا استحصال کاشتکار کا ہوتا ہے اتنا استحصال میرا خیال ہے کہ پاکستان میں شاید ہی کسی اور طبقے کا ہوتا ہو۔ ہمارا یہ رونا دھونا میں سمجھتا ہوں کہ صرف تقریروں کی حد تک نہیں ہے، عملی طور پر آپ بھی اس شعبے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کسی بھی کاشتکار کے پاس بیٹھ کر اس کی تکالیف سن لیں مجھے سو فیصد یقین ہے کہ آپ بھی اس کی تکالیف سن کر دوسروں کو بتانا شروع کر دیں گے۔ آج جو آباد علاقے ہیں، ایک مربع کا زمیندار آپ اس کی کاشت دیکھیں تو وہ کم از کم دو اڑھائی کروڑ یا تین کروڑ تک جا پڑتی ہے۔ اگر کوئی دو اڑھائی کروڑ روپے کاروبار میں invest کرتا ہے تو کم از کم اس کو بیس پچیس تیس لاکھ آرام سے پورے سال میں مل جاتا ہے لیکن کاشتکار کی اتنی بڑی investment ہے اور اس کو جس طرح ہماری سرائیکی میں کہتے ہیں کہ "چٹے کپڑے سلاماں دیاں چٹیاں" ہمارے حصے میں وہی آتا ہے کہ ہمیں صرف "سلام" ہی نصیب ہوتے ہیں اور رہے سہے ہمارے پاس صرف دانے بچ جاتے ہیں جو وہ ہم زمیندار کھا سکتے ہیں۔ اس طرح ہم socially لوگوں کے ساتھ مقابلہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہم کسی businessman کے ساتھ بیٹھ سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارا جو مظلوم طبقہ ہے اس کو فوری طور پر take up کرنے کی ضرورت ہے۔ میں اس میں کچھ تجاویز دینا چاہوں گا کہ سب سے پہلے جو ٹیکس والی بات ہو رہی ہے تو زمینداروں پر پہلے بھی ظالمانہ ٹیکس لگا ہوا ہے، چاہے وہ Provincial Government کی طرف سے ہے، چاہے وہ سنٹرل گورنمنٹ کی طرف سے ہے۔ ہم زمینداروں کے لئے جو raw products

لیتے ہیں اس پر ہم پہلے ہی ٹیکس دے رہے ہیں اور ساڑھے بارہ ایکٹر پر ابھی پچھلے دور میں ٹیکس لگا تھا۔ اب اور مزید ٹیکس برداشت کرنے کی ان میں ہمت نہیں ہے۔اس کی وجہ سے لوگ اپنا یہ پیشہ ترک کرکے شہر میں آکر دکان بناکر بیٹھنا پسند کرتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ اپنی کھیتی باڑی کریں اور اس میں سے اپنے بال بچوں کی روزی کا سلسلہ کریں۔ اگر ہم اس طبقہ کو نظر انداز کرتے گئے تو جو بدحالی اور جو مشکلات اس ملک اور اس صوبہ کے لئے آنے والی ہیں ان سے کوئی نہیں بچ سکے گا۔ میں ایک مثال دوں گا کہ انڈیا سے جو سبز دھنیا ہے اس کا ٹرک روزانہ انگلینڈ جاتا ہے اور وہ اس سے زر مبادلہ کماتے ہیں۔ ہمارے پاس نہ تو کوئی ایسی سہولتیں ہیں کہ ہم اپنی فصلیں باہر بین الاقوامی طور پر ایکسپورٹ کر سکیں۔ انڈیا کا ایک صوبہ پنجاب ہمارے اس صوبہ پنجاب سے چھوٹا ہے لیکن وہ ایک ارب کی آبادی کو feed کرتا ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کی زمین زیادہ زرخیز ہے۔ ہماری ایک ہی بیلٹ ہے، انڈیا کے ساتھ جو صوبہ پنجاب ہے اور پاکستان کا جو صوبہ پنجاب ہے لیکن اس میں آپ دیکھیں کہ ان کو بجلی فری ملی ہوئی ہے۔آج بھی وہاں پر کھاد کی جو یوریا کی بوری ہے وہ اڑھائی سو روپے پر ملتی ہے اور ڈی اے پی سات، آٹھ سو روپے پر ملتی ہے۔اس کے مقابلے میں اگر ہم پاکستان میں دیکھیں تو ان کی قیمتیں آسمانوں سے باتیں کرتی ہیں جو کبھی گندم فروخت کرنے کے لئے پہلے ڈی اے پی کی کھاد لیتے تھے آج وہ کھاد نہ استعمال کرنے کا سوچ رہے ہیں کہ آج پیسے نہیں ہیں۔ دوسری main بات میں یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جب زمیندار محنت کرکے اپنی فصل تیار کرتا ہے اور اس پر نادیدہ لوگوں کی نظریں لگی ہوتی ہیں، جو ان کے ہاتھوں فروخت کرنے پر مجبور ہوتا ہے، اگر میں غلط نہ ہوں تو میرا خیال ہے کہ یہ جو ہماری فصلیں ہیں اگر گورنمنٹ خود ان کو خرید لے اور خود آگے ایکسپورٹ کرے، چاہے صوبہ میں دے، جو بھی کرے ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا کہ ایک ریٹ fix کرکے زمیندار سے وہ گندم لے لے اور ان کو چیک دے دے کہ یہ آپ کی amount ہے تو میرا خیال ہے کہ زمیندار پھر دل لگی سے کام بھی کرے گا اور محنت بھی کرے گا تو اس طرح اس میں فصلوں کا بھی اضافہ ہو گا۔

میری اگلی جو تجویز ہے بجائے اس کے کہ آڑھتیوں کے پاس یا مارکیٹ کمیٹیوں میں کسان لٹتے پھریں، اگر گورنمنٹ ہمیں یہ favour کردے کہ ہماری فصلیں وہ خود لے لے اور اس کے بدلے

میں ہمیں چیک دے دے، مہینے کا دے دے، دو مہینے کا دے دے تاکہ ہمیں اندازہ ہو کہ ہماری یہ انکم ہمارے پاس آنی ہے، ہم اپنا بجٹ بنا سکتے ہیں۔ یہ واحد زمیندار طبقہ ہے جو اپنا بجٹ نہیں بنا سکتا۔ باقی ہر کوئی بنا لیتا ہے، ایک چھوٹا سا ملازم جو پانچ ہزار روپے تنخواہ لیتا ہے وہ بھی بجٹ بنا کر بیٹھا ہوتا ہے لیکن زمیندار طبقہ کوئی اپنا سال، چھ مہینے کا بجٹ نہیں بنا سکتا کیونکہ یہ قدرتی موسم پر depend کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی پر depend کرتا ہے کہ آپ محنت کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو آپ کو فصل ملتی ہے کہ نہیں ملتی اور اگر ملتی بھی ہے تو اس کی صحیح اجرت آپ کو ملتی ہے یا نہیں ملتی؟ میری اس میں یہ تجویز ہے کہ اگر گورنمنٹ زمینداروں سے ساری فصلیں لے، چاہے چاول ہو، گندم ہو، کپاس ہو اور ان کو ان کے بدلے میں چیک دے دے، وہ اپنے ٹائم پر چیک لے کر اپنا بجٹ بھی بنا سکیں، اپنے بال بچوں کی روٹی کا بھی بندوبست کر سکیں اور اگلی فصل کے لئے بھی کچھ رکھ سکیں۔

میری اگلی گزارش تھی کہ جیسے ہمارے چاول، کاٹن کے لئے ایریاز ہیں لیکن اگر محکمہ زراعت کے through سروے کر کے کچھ ایریاز ڈیمانڈ اینڈ سپلائی کی بنیاد پر fix کر دیئے جائیں کہ ان علاقوں میں اگر ہم گندم فروخت کریں گے تو اس کی اوسط زیادہ ہوتی ہے اور اگر ان علاقوں میں کاٹن فروخت کریں گے تو وہ زیادہ safe ہے، اگر ان ایریاز میں ہم اگر کوئی اور فصل فروخت کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ سبزیاں بھی چاہئیں، گندم بھی چاہئے، کاٹن بھی چاہئے، چاول بھی چاہئے تو اگر ایریاز کو limitize کر دیا جائے کہ اس ایریا میں کسانوں کو convince کر کے ان کو feasibility بتائی جائے کہ آپ کے لئے یہ بہتر ہے، یہاں پر پانی کے مواقع ہیں، آپ یہ فصل لگا سکتے ہیں، اگر یہ چیزیں ہو جائیں تو میرا خیال ہے کہ اس میں زمینداروں کو کافی فائدہ ہوگا۔

اگلی میری گزارش یہ تھی کہ فصلوں پر اگر انشورنس والا نظام شروع کیا جائے تو اس سے یہ ہوگا کہ زمیندار اپنا پیسا لگائے گا۔ اس کے پاس جو جمع پونجی ہوتی ہے وہ پہلے بھی کسر نہیں چھوڑتا، اگر فصلوں کی انشورنس شروع ہو جائے گی تو اپنی جمع پونجی استعمال کرے گا تو اس طرح اس کی فصل میں اضافہ بھی ہوگا اور اس کو safety محسوس ہوگی کہ میری فصل اللہ کرے ٹھیک ہے اگر ہو جاتی ہے اور اگر نہیں بھی ہوتی تو پھر بھی مجھے کچھ نہ کچھ اس کا نعم البدل ملے گا۔

پھر میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ کسانوں کے لئے کوئی اگر ہم incentive دینا شروع کر دیں، جیسے کوئی تعلیمی اداروں میں، صحت کے لئے محکمہ صحت میں ان کے لئے اگر کوئی special priority card مل جائیں تو اس میں incentive یہ ہو گا کہ اس میں وہاں سے جو لوگ شہروں میں شفٹ ہوتے جا رہے ہیں ان کی شفٹنگ بند ہو گی اور ان کو احساس ہو گا کہ گورنمنٹ ہمیں look after کر رہی ہے۔

ایک اور جو میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ زرعی قرضہ کسان بعض تو مجبوری کی وجہ سے لیتے ہیں اور بعض کو فصل بڑھانے کے لئے لینا پڑتا ہے لیکن یہ پھر وہی مظلوم طبقہ ہے کہ جس کی دس ایکڑ یا پانچ ایکڑ زمین ہے اس نے اگر قرضہ لینا ہے تو جب تک اس کی زمین ہے وہ نہیں دے گا تو اس کی جان نہیں چھوٹنی اور نہ ہی وہ اپنا بوریا بستر اٹھائے گا اور غائب ہو جائے گا۔ اس میں میری پہلی گزارش یہ ہے کہ ان کو بلا سود قرضے جاری کئے جائیں، چاہے وہ چھ مہینے کے لئے ہوں، چاہے سال کے لئے ہوں، کسانوں سے سود لینا میرا خیال ہے کہ گورنمنٹ کو بند کرنا چاہئے کیونکہ یہ ایسا قرضہ ہوتا ہے کہ جب تک زمیندار اسے نہیں چکاتا اس کی نہ پراپرٹی چھوٹتی ہے اور نہ ہی اس کی جان چھوٹتی ہے۔ پھر ایک مل مالک اگر قرضہ لیتا ہے تو وہ ساری سہولیات بھی avail کرتا ہے لیکن جو زمیندار قرضہ لیتا ہے تو اس کو جیل کی سزا بھی ہوتی ہے اور اس کی جو پراپرٹی ہے وہ بھی سیل ہوتی ہے۔ یہ ظالمانہ نظام ہمارے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس پر بھی گورنمنٹ کوئی تھوڑا سا consider کرے۔ میں جلدی wind up کرنا چاہتا ہوں۔

ایک اور بات میں کرنا چاہتا ہوں کہ جیسے ہمارے اس قانون میں باقی ساری قانون سازیاں ہوئی ہیں، میرا خیال ہے کہ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کہ 1970 کے بعد ہمارے زراعت کے قانون میں کوئی amendment نہیں کی گئی۔ اس میں جو ملاوٹ کرتا ہے اس کو سوائے جرمانہ کے کوئی جسمانی سزا نہیں دی جاتی۔ کھاد کا بھی ایسا ہی معاملہ ہے کہ جو کھاد میں ملاوٹ کرتا ہے وہ بھی دس ہزار، بیس ہزار جرمانہ دے کر واپس آ جاتا ہے اور پھر آ کر زور شور سے دوبارہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے اگر look after کر کے دوبارہ قانون سازی کی جائے تو اس میں بھی میرا خیال ہے کہ اس شعبہ کو ہم ترقی دے سکتے ہیں۔

ایک اور بات میں کرنا چاہتا ہوں کہ جیسے ہماری سیڈ کارپوریشن بنائی گئی ہیں، ہماری کھاد کارپوریشن اور اس طرح کی facilities، جیسے کو آپریٹو کا نظام پہلے چلتا تھا وہ ہمارا نظام دوبارہ اگر بحال ہو جائے تو اس میں بھی ہمارے لئے فائدہ ہو سکتا ہے۔ میں ان چیزوں کو summarize کرتے ہوئے کہ خدارا! اگر اس ملک کی عوام کو صحیح خوراک پہنچانا چاہتے ہیں، اس ملک میں خوشحالی دیکھنا چاہتے ہیں تو زمینداروں کے لئے کچھ کیجئے کیونکہ میں کہتا ہوتا ہوں کہ جب زمیندار خوشحال ہوتا ہے تو یہ سارا ملک خوشحال ہوتا ہے۔ اگر ایک industrialist خوشحال ہوتا ہے تو وہ ایک مخصوص طبقہ ہے وہ خوشحال ہوتا ہے۔ اگر زمیندار خوشحال ہوگا تو وہ اپنے بیٹے کی شادی کرے گا، مکان بنائے گا، کوئی فریج لے گا، ٹی وی لے گا، مارکیٹ میں رونق بحال ہو گی۔ اگر industrialist خوشحال ہوتا ہے تو وہ نئی فیکٹری لگانے کے علاوہ اس ملک کو اور کچھ نہیں دے سکتا جس میں وہ اپنا زر مبادلہ کماتا ہے۔ میں ان الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ معزز ممبران سے بس ایک گزارش ہے کہ میرے پاس ایک بہت لمبی لسٹ ہے اور تمام ممبران نے بات کرنی ہے تو پانچ منٹ کا جو ایک وقت رکھا گیا تھا کوشش کریں کہ اسی کے اندر wind up کیا جائے۔ ہم باری سے چل رہے ہیں۔ اب میں ملک نوشیر خان لنگڑیال سے درخواست کروں گا کہ وہ بات کریں۔

ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال: شکریہ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں یہ عرض کروں گا کہ میرے تمام معزز اراکین نے اپنی گزارشات، اپنے جذبات، احساسات سے ہمیں نوازا تو میں بھی کوشش کروں گا کہ میں مختصر وقت میں کوئی ایک دو جو issues ہیں ان پر ہی بات کر سکوں کیونکہ ٹائم بہت تھوڑا ہے۔

جناب والا! سب سے پہلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس ملک کو آزاد ہوئے ساٹھ سال ہو چکے ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ آج بھی ہم اس ملک کو daily wages پر ہی چلا رہے ہیں۔ جو قومیں ترقی کرتی ہیں وہ ٹارگٹ بناتی ہیں، وہ ٹارگٹ کو حاصل کرنے کے لئے struggle کرتی ہیں۔ آج تک ایگریکلچر جسے ہم کہتے ہیں کہ 80 فیصد لوگ اس سے منسلک ہیں اور ہمارے ملک کا دارومدار ہی

ایگریکلچر پر ہے، اس کے لئے ہم نے کوئی ٹارگٹ نہیں بنایا۔ جسے achieve کرنے کے لئے محنت کریں۔ ٹھیک ہے وزیر زراعت کوشش کرتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ ان کی کوشش ناکافی ہے بلکہ ہمیں جتنی کوشش کرنی چاہئے اس میں سے ایک فیصد بھی نہیں ہے۔ جیسے ابھی وزیر زراعت نے چائنہ کا visit کیا اسی طرح اور بھی ایسے ممالک کا visit کرنا چاہئے جہاں پہلے لوگ فی ایکڑ پیداوار ہم سے بہت کم لے رہے تھے لیکن اب بہت زیادہ اوسط پیداوار لے رہے ہیں۔ ان کی کیا وجوہات ہیں؟ وہ کون سے وسائل ہیں، کون سے حالات ہیں جن کی وجہ سے وہاں کا کاشتکار خوش ہے اور ہمارے پاکستان کا کاشتکار دن بدن اپنی آخری حدوں کو چھو رہا ہے؟ میں یہاں پر وزیر اعلیٰ پنجاب، وزیر زراعت اور سیکرٹری زراعت کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ یہاں ایک ڈینگی وائرس کا problem ہے جس پر بہت دھیان دیا ہوا ہے اور یہ ہونا بھی چاہئے چونکہ لوگوں کی صحت کا مسئلہ ہے اسی طرح پولیو کے لئے بھی پورے پنجاب کو alert کیا ہوا ہے لیکن اس صوبے کے 80 فیصد لوگ مریض بن چکے ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس ملک کی سب سے بڑی بیماری غربت اور احساس محرومی ہے جو اس وقت کسانوں میں پائی جاتی ہے۔ اس سے بڑی کوئی بیماری نہیں لیکن اس کے تدارک کے لئے کوئی کارروائی دیکھنے میں نہیں آ رہی حالانکہ یہاں پر ریسرچ سنٹر بنے ہوئے ہیں جہاں ہم اربوں روپے ضائع کر رہے ہیں۔ میں ایک دو issues پر وزیر زراعت کی توجہ چاہوں گا۔ ایک زرعی سپلائی کارپوریشن کا ادارہ ہے جس کا ہیڈ آفس شملہ پہاڑی کے ساتھ ہے اور پورے پنجاب میں اس کا نیٹ ورک ہے، اس کے ڈائریکٹر ہیں اور اس کے head احسان الحق پراچہ صاحب ہیں اور ان کے under کئی properties ہیں جن میں جننگ فیکٹریز اور کولڈ سٹوریج وغیرہ ہیں۔ پچھلے بیس سال سے تو میں جانتا ہوں کہ یہ nonfunctional ہے۔ ڈائریکٹر اور head ہر ہفتے لاہور آکر سیر کرتے ہیں اور ٹی۔اے / ڈی۔اے لے کر بھاگ جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ بیس سال سے ایک فیصد بھی working نہیں کر رہے لیکن ہر سال حکومت کی طرف سے ان کو گرانٹ مل رہی ہے اور وہ بنکوں میں سود پر جمع کروا کر وہی سود کھائے جا رہے ہیں اور آج تک کوئی استعمال میں نہیں لائے جا رہے۔ میں کہتا ہوں کہ پورے پنجاب میں صرف اسی ادارے کی properties کو بیچ کر زراعت پر خرچ کریں تو یہ اربوں روپے بنتے ہیں اور اس سے ہمارے زرعی شعبے کی حالت بدل سکتی ہے۔

جناب سپیکر! چونکہ میں ضلع وہاڑی سے تعلق رکھتا ہوں اس لئے عرض کرتا ہوں کہ وہاں اتنی زیادہ کاٹن ہوتی تھی کہ پورا سندھ اتنی کاٹن پیدا نہیں کرتا تھا جتنی ضلع وہاڑی پیدا کرتا تھا۔ کبھی ہم نے سوچا کہ کیا وجوہات ہیں کہ اب وہاں گندم پیدا ہو رہی ہے نہ کاٹن پیدا ہو رہی ہے، اس کی اور بھی وجوہات ہیں، وہ ہم لوگ ہیں۔ ہم میں سے ہی مگر مچھ ہیں جو ایسے حالات پیدا کرتے ہیں۔ وہاں پر پنجاب کے ایک بہت بڑے head نے شوگر مل لگائی۔ جب پنجاب شوگر مل لگی تو وہاں سے کسانوں کو پیسے بھی دیئے جانے لگے جیسے ان کو ہیروئن پر لگاتے ہیں۔ ان لوگوں نے وہاں کاٹن اور گندم بھی کاشت کرنا بند کر دی اور گنا شروع کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ ایسی جگہوں پر شوگر ملیں لگائی جائیں جہاں گندم ہوتی ہے نہ کاٹن ہوتی ہے جس طرح فیصل آباد کا علاقہ ہے۔ وہاڑی میں صرف ایک شوگر مل لگی اور پھر اس کے بعد پابندی لگا دی گئی کہ اب ضلع میں کوئی اور شوگر مل نہیں لگ سکتی۔ ان وجوہات کی وجہ سے ہم دن بدن نیچے جا رہے ہیں۔ جیسے میں کہہ رہا تھا کہ ہم daily wages پر چلا رہے ہیں یہی واپڈا کا محکمہ لے لیں اس کی وجہ سے ہماری زراعت collapse ہوئی، اس کی وجہ سے ہماری انڈسٹری collapse ہوئی۔ دو سال پہلے واپڈا والوں نے warn کر دیا تھا کہ بہت بڑا بحران پیدا ہو رہا ہے اس کا کوئی حل کر لیں۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ ہم نے کوئی حل نہیں کیا جس وجہ سے ہماری زراعت اور انڈسٹری تباہ ہو گئی ہے۔ لہذا میں وزیر زراعت سے یہی گزارش کروں گا کہ ہم غیر منتخب لوگوں پر مشتمل ٹاسک فورسز کی بجائے ہاؤس میں بیٹھے ہوئے دوست جیسے کلو صاحب اس تحریک کے محرک ہیں ایسے اور بھی بہت سارے دوست ہیں جو بہت دلچسپی رکھتے ہیں اور دن رات محنت کرنا چاہتے ہیں ان پر مشتمل کمیٹیوں کو functional بنایا جائے۔ مجھے تو یہی پتا چلا ہے کہ سوائے تین چار کمیٹیوں کے ساری nonfunctional committees ہوتی ہیں۔ میری یہی گزارش ہے کہ زراعت کی کمیٹی functional ہو اور وزیر زراعت احمد علی صاحب کے شانہ بشانہ کام کرے، ان کا ساتھ دے۔

جناب سپیکر! جیسے ہم کمپیوٹر میں نام ڈال دیتے ہیں جہاں مرضی کسی کا نکل آیا لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ یہ آدمی ہیلتھ سے متعلقہ ہے، زراعت سے متعلقہ ہے یا انڈسٹری سے متعلقہ ہے۔ لہذا میری استدعا ہے کہ منسٹرز، پارلیمانی سیکرٹریز اور کمیٹیوں کے چیئرمین ایسے لوگ appoint کئے جائیں جو متعلقہ شعبوں میں دلچسپی رکھتے ہوں یا ان کا کوئی نہ کوئی تجربہ ہو۔ اگر ہم ایک شہر میں رہنے والے آدمی

کو زراعت میں ڈالیں گے تو وہ ہمیں کیا deliver کرے گا؟ میں آپ کا حکم ماننے کے لئے تیار ہوں- شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ- اب رائے محمد اسلم خان صاحب!۔۔ موجود نہیں ہیں- ملک محمد عباس راں صاحب!

ملک محمد عباس راں: بسم اللہ الرحمٰن الرحیمO جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا- میں زراعت کی اہمیت اور افادیت پر زیادہ بات نہیں کرنا چاہتا کیونکہ یہ آپ سب بہتر جانتے ہیں- میں کم سے کم وقت لوں گا اور کوشش کروں گا کہ زراعت سے متعلقہ تجاویز دوں اور میں صحافی بھائیوں کی بھی توجہ چاہوں گا کہ یہاں دو تین روز سے زرعی ٹیکس کی بحث چل رہی ہے میں اس میں تصحیح کرنا چاہتا ہوں کہ یہ زرعی ٹیکس نہیں ہے- ہم زرعی ٹیکس تو already دے رہے ہیں- یہ زرعی انکم ٹیکس ہے- میاں محمد شہباز شریف صاحب نے اپنے سابق دور حکومت میں زرعی ٹیکس لگایا تھا جس کی زمین ساڑھے بارہ ایکڑ سے زیادہ تھی وہ زرعی ٹیکس دے رہا ہے اور ساڑھے بارہ ایکڑ سے کم زمین والے جن کے باغات ہیں وہ بھی زرعی ٹیکس دے رہے ہیں- اب زرعی انکم ٹیکس کی بات ہو رہی ہے- میں گزارش کروں گا کہ لبرٹی میں کھوکھے والا جس کی جوس کی دکان ہے اگر اس کا مقابلہ 25 ایکڑ زمین کے مالک کاشتکار سے کریں تو کھوکھے والا اس سے کہیں زیادہ بہتر کما رہا ہے لیکن اس کا نام کوئی نہیں لیتا چونکہ اس کا بہت چھوٹا سا کھوکھا ہے اور اس نے دو تین جوس کی مشینیں رکھی ہوئی ہیں لیکن زمیندار کے 25 ایکڑ ہوتے ہیں، رقبہ زیادہ محسوس ہوتا ہے اور شروع سے ایک ہوا بنی ہوئی ہے کہ یہ جاگیر دار ہیں- جب سے زرعی اصلاحات ہوئی ہیں جاگیر داری نظام تو ختم ہو چکا ہے- زرعی اصلاحات کے بعد پیدائش در پیدائش مثلاً جس زمیندار کے تین بیٹے ہیں تو automatically زمین کی زرعی اصلاحات ہو رہی ہے اور تقسیم ہو رہی ہے-

جناب والا! میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں کہ آج سے بیس سال پہلے میرے سامنے ملتان میں ایک پھل فروش کا کھوکھا تھا وہ اس کھوکھے سے ترقی کرتا ہوا اس stage پر پہنچا ہے کہ آج اس کی پھلوں کی بہترین دکان ہے، اس نے اسی MLQ road پر ایک بہترین کوٹھی کروڑ ڈیڑھ کروڑ روپے

میں خریدی ہے اور اس کے پاس گاڑی بھی ہے۔آپ مجھے دکھائیں کہ ساڑھے بارہ ایکڑ، پچیس یا پچاس ایکڑ والے زمیندار جسے اس کے ماں باپ کی وراثت میں وہ زمین ملی ہو اس نے پندرہ بیس سال میں اتنی ترقی کی ہو؟

جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ کاشتکار کے لئے ٹیوب ویل کا فلیٹ ریٹ ہونا چاہئے جیسے جونیجو دور میں 1200/- تک کا فلیٹ ریٹ تھا۔اگر آپ 1200/- نہیں کر سکتے تو آج کے دور کے مطابق کر دیں۔اگر آپ فلیٹ ریٹ بھی نہیں کر سکتے تو وزیر زراعت سے میری گزارش ہے کہ زرعی ٹیوب ویل کے بل پر کم از کم 50 فیصد کم کر دیا جائے اور جہاں پر زرعی ٹیوب ویل ہے اسے لوڈ شیڈنگ سے مستثنیٰ کیا جائے تاکہ ٹیوب ویل کا پانی فصلوں تک پہنچ سکے۔

جناب سپیکر! ہم آبیانہ بھی ادا کرتے ہیں، زرعی ٹیکس بھی ادا کرتے ہیں۔سابق حکومت نے اس لئے ویلتھ ٹیکس ختم کر دیا تھا کہ جو بندہ انکم ٹیکس بھی دیتا ہے، سپر ٹیکس بھی دیتا ہے تو اس پر ویلتھ ٹیکس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ ایک اضافی ٹیکس تھا۔ہم already آبیانے اور زرعی ٹیکس کی مد میں ٹیکس ادا کر رہے ہیں پھر ہم پر زرعی انکم ٹیکس کس لئے لگایا جا رہا ہے؟انڈسٹری سے تو ویلتھ ٹیکس ختم کیا جا رہا ہے لیکن ہم پر تیسرا ٹیکس لگایا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! میری اگلی گزارش یہ ہے کہ فاسفورس کھاد نہیں مل رہی۔ابھی گندم کی بجائی شروع ہے تو فاسفورس کھاد کی قیمت تین ہزار روپے سے excess کر گئی ہے جبکہ سابق دور حکومت میں، آج سے سال ڈیڑھ سال پہلے جو کھاد ہزار بارہ سو روپے میں ملتی تھی آج وہ تین ہزار روپے سے بھی زیادہ ہو گئی ہے۔میں اس کی وجہ نہیں سمجھ سکا کہ ایسا کون سا طوفان آگیا ہے، کون سی قیامت آ گئی ہے کہ وہ ایک دم جمپ لگا کر ایک ہزار روپے سے تین ہزار روپے تک پہنچ گئی ہے؟حکومت کو چاہئے کہ اس میں کسان کو subsidy دے جیسا کہ سابق حکومت نے subsidy دے کر کسانوں کو یہ فاسفورس کھاد سستے داموں مہیا کی تھی۔

جناب سپیکر! ٹریکٹر درآمد کرنے کی اجازت دی جائے۔یہاں پر ہم ٹریکٹر book کرواتے ہیں تو آٹھ آٹھ مہینے لگتے ہیں اور پھر ہمارے ٹریکٹر کی quality باہر کے ٹریکٹر کی quality سے کم تر ہے۔ایوبی دور میں، جب فیلڈ مارشل ایوب خان تھے تو انھوں نے ایک سکیم بنائی تھی جس کے تحت

زمیندار خود authorize تھا کہ وہ اپنے طور پر باہر سے ٹریکٹر منگوا سکتا تھا۔ اس کا دل چاہتا تھا تو وہ Massy, Fiat, Ford یا روسی ٹریکٹر منگوا لیتا تھا۔ اس کو یہ اختیار تھا کہ وہ direct ٹریکٹر درآمد کر سکتا تھا۔ یہی میسی ٹریکٹر جب باہر سے درآمد ہوتا تھا تو اس کا انجن تین تین سے چار سال تک چلتا تھا اور جب سے یہ پاکستان میں بن رہا ہے، پاکستان میں assembled ہو رہا ہے تو یہ ایک سال سے زیادہ نہیں چلتا اور اس کی قیمت بھی زیادہ ہے۔ اسی طرح زرعی آلات خاص کر روٹا ویٹر، چیزل، پلر، ڈرل مشین، پلانٹر یہ بھی ہمیں درآمد کرنے کی اجازت دی جائے۔ اگر آپ دل سے چاہتے ہیں کہ زراعت اس ملک میں واقعی ترقی کرے تو پھر ان زرعی آلات پر ڈیوٹی نہیں ہونی چاہئے۔ یہ چیزیں duty free ہونی چاہئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک صاحب! آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے اب wind up کر لیں۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! مجھے علم ہے لیکن جب سے یہ اجلاس شروع ہوا ہے بلکہ جب سے یہ اسمبلی بنی ہے تو میں پہلی مرتبہ بول رہا ہوں یا پھر اگلے دن ایک دو منٹ بات کی ہے وہ بھی آپ نے مہربانی فرمائی تھی تو مجھے تھوڑا سا وقت مزید دیں تاکہ میں اپنی بات مکمل کر سکوں۔ میں زراعت پر بات کر رہا ہوں کوئی گپ شپ نہیں لگا رہا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ دو منٹ میں اپنی بات مکمل کر لیں کیونکہ ہم نے rules کو follow کرنا ہے۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! بالکل آپ کے rules کی میں تعمیل کرتا ہوں لیکن میری یہ بھی گزارش ہے کہ جب ادھر یا ادھر سے ایک ایسی بحث چھڑ جاتی ہے جس میں کہتے ہیں کہ یہ ضیاء الحق کی باقیات ہیں اور دوسری طرف سے کہا جاتا ہے کہ یہ مشرف کی باقیات ہیں اور اس بحث پر دو دو، تین تین گھنٹے لگ جاتے ہیں جو کہ بے مقصد بحث ہوتی ہے جبکہ یہ تو بامقصد بحث ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی بات ٹھیک ہے۔ آپ بس دو منٹ میں wind up کر لیں۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! میں wind up کر لیتا ہوں۔ اس ملک میں ڈیم بننے چاہئیں، ڈیموں کی بڑی کمی ہے۔ پہلے جو نہریں سالانہ بہتی تھیں وہ نہریں اب ششماہی سے بھی کم ہو گئی ہیں،

سہ ماہی پر آ گئی ہیں۔ وہ نہر ہفتے میں ایک دن بہتی ہے اور چھ دن بند رہتی ہے، کہا جاتا ہے کہ پانی کی کمی ہے۔ اسی طرح جو ششماہی نہریں ہیں وہ تو ویسے ہی سوکھ چکی ہیں۔ جب سالانہ کا یہ حال ہے تو ششماہی کا کیا حال ہو گا؟

جناب سپیکر! ہم تو پٹواری کو بھی ٹیکس دیتے ہیں۔ جب وراثت کا انتقال کرنا ہوتا ہے۔ جب کوئی زمیندار خدانخواستہ وفات پا جاتا ہے تو اس کی وراثت کا انتقال خود بخود پندرہ دن میں ہو جانا چاہئے۔ ہمارے ہاں پٹواری پانچ ایکڑ وراثت کے لئے چالیس سے پچاس ہزار روپے وصول کرتا ہے۔ میں اس چیز کا eye witness ہوں۔ میں نے پٹواری سے ایک کسان کو پیسے واپس دلوائے ہیں تو ہمیں اس پٹواری کے استحصال سے بچایا جائے۔ اس نظام کو computerized کیا جائے۔ زمیندارہ نظام کو computerized کیا جائے۔

جناب سپیکر! جب ہم قرضہ لیتے ہیں تو ہماری زمینیں pledge کی جاتی ہیں۔ ہمارے ملک میں دودھ کی کمی ہے، ہمارے ملک میں لائیو سٹاک کا مسئلہ ہے، ڈیری فارمنگ کا مسئلہ ہے۔ ہم جو قرضہ ڈیری فارمنگ کے لئے لیتے ہیں تو اس قرضہ کے لئے بھینسوں کو pledge کیا جائے۔ میں وزیر صاحب کی توجہ چاہوں گا کہ جب زمیندار ڈیری فارمنگ کے لئے قرضہ لیتا ہے تو اس کی زمین pledge کی جاتی ہے جبکہ جب کوئی صنعت کار قرضہ لیتا ہے تو اس کی وہی مل، مشینیں وغیرہ pledge کی جاتی ہیں۔ جب اسے کوئی نقصان ہوتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے اور اس کی مشینیں وغیرہ اکھاڑ کر وہ لوگ لے جاتے ہیں۔ ہماری بھی یہ گزارش ہے کہ ڈیری فارمنگ کے قرضہ پر بھینسوں کو pledge کیا جائے۔ وہاں پر چیک کیا جائے کہ اگر کسی زمیندار نے بیس بھینسوں کے لئے قرضہ لیا ہے تو آیا بیس بھینسیں اس کے فارم میں موجود ہیں یا نہیں؟ اس کو ہفتہ وار یا پندرہ دن بعد چیک کرتے رہنا چاہئے لیکن اس قرضہ پر زمین pledge نہیں ہونی چاہئے بلکہ وہی جانور pledge ہونے چاہئیں۔

جناب سپیکر! ہمیں سپرے کے لئے اصل ادویات میسر نہیں ہیں۔ ہر حکومت کہتی ہے کہ ہم سخت کارروائی کر رہے ہیں، سخت ایکشن لے رہے ہیں لیکن پھر بھی ملاوٹ والی زرعی ادویات ملتی ہیں۔ آج کل تو گھروں میں بھی سپرے کی دوائی بنا رہے ہیں۔ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو کہ

دنوں میں کروڑ پتی بن گئے ہیں۔اس حوالے سے سخت rules بنائیں اور اس act میں ترمیم کریں کہ جو سپرے میں ملاوٹ کرتا ہے یا جعلی دوائی بناتا ہے اس کے offence کو non bailable قرار دیا جائے اور جب تک عدالت فیصلہ نہیں کرتی اس آدمی کی ضمانت نہیں ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! انڈسٹری کے مقابلہ میں زرعی قرضے کا interest بہت زیادہ ہوتا ہے لہذا زراعت کے لئے جو قرضے دیئے جاتے ہیں ان پر سود کم کیا جائے کیونکہ کاشت کار بہت غریب ہے، مظلوم ہے۔آپ کاشت کار کے صبر کا اندازہ لگائیں کہ وہ چھ مہینے صبر کرتا ہے۔وہ بیج بوتا ہے پھر اس کو پالتا ہے، اس کو پانی دیتا ہے اور چھ مہینے تک اس کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔چھ مہینے تک وہ اپنے بچوں کو دلاسے دیتا ہے کہ میری گندم، دھان، کپاس تیار ہو جائے گی تو میں آپ کو سائیکل یا موٹر سائیکل لے دوں گا۔چھ مہینے کے صبر آزما انتظار کے بعد اگر اس کی فصل بہت اچھی ہو جائے تو وہ خوشحال ہو جاتا ہے اور اگر خدانخواستہ وہ فصل کسی بحران کا شکار ہو جاتی ہے تو وہ پھر بھی صبر کرتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ آپ کی جو باقی تجاویز ہیں وہ in writing آپ منسٹر صاحب کو دے دیں کیونکہ باقی دوستوں نے بھی ابھی بات کرنی ہے۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! میں ایک منٹ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں، بات بڑی سیدھی سی ہے کہ ہم نے یہ بحث سارے ممبران کی خواہش اور اصرار پر شروع کی اور پھر اس کے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے۔اگر ہم اس وقت کو follow نہیں کریں گے تو باقی لوگ بات کرنے سے رہ جائیں گے کیونکہ میرے پاس بہت لمبی فہرست ہے۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! میں معذرت کے ساتھ صرف ایک منٹ لوں گا۔میں اپنی بات نہیں کر رہا بلکہ اپنے علاقے اور پاکستان کے عوام کی بات کر رہا ہوں۔

جناب والا! ہمیں ٹیوب ویل کے کنکشن نہیں مل رہے۔میری وزیر صاحب سے گزارش ہے کہ زراعت کے لئے ٹیوب ویل کا کنکشن فوری ملنا چاہئے۔اس کے لئے کوئی حیل وحجت نہیں ہونی چاہئے، کوئی رشوت نہیں ہونی چاہئے۔اگر زمیندار apply کرتا ہے تو اس کو ٹیوب ویل کا کنکشن فوری ملنا چاہئے۔

میری دوسری گزارش یہ ہے کہ گنے، دھان، گندم اور کپاس کی اصل قیمت جو کہ حکومت مقرر کرتی ہے وہ کبھی بھی کسان کو نہیں ملتی اور نہ اس rate پر کسان سے یہ اجناس خرید کی جاتی ہیں۔Stockists کم قیمت پر یہ تمام اجناس لے لیتے ہیں اور stock کر لیتے ہیں۔ جب کسان کے پاس وہ ذخیرہ ختم ہو جاتا ہے تو اس کے بعد پھر اس کا rate up ہو جاتا ہے تو اس سے کسان کا استحصال ہوتا ہے۔

میں آخر میں یہ گزارش کروں گا کہ ملتان اور رحیم یار خان آم کی فصل کے لئے بہت مشہور ہیں۔ سندھ میں بھی آم ہوتا ہے۔ ہمارا آم یورپ، امریکہ کے آم سے کہیں زیادہ بہتر اور اعلیٰ کوالٹی کا ہے۔اس کو باہر بھیجنے کا حکومتی سطح پر انتظام کیا جائے۔ ملتان ائرپورٹ سے کارگو فلائٹس چلائی جائیں۔ ملتان میں آم کے لئے جہاز میں space نہیں ملتی اس کا انتظام کیا جائے اور اس میں حکومتی نمائندہ بھی شامل ہو تاکہ ہمارا جو آم باہر جائے اس کی کوالٹی بہتر سے بہتر ہو، جس کا check and balance کیا جائے اور آخر میں میری اتنی گزارش ہے کہ فیلڈ مارشل ایوب خان نے اپنے دورِ حکومت میں میکسی پاک گندم کا بیج منگوایا تھا اس وقت اس کی average 60 من فی ایکڑ ہوئی تھی۔ آج ہماری گندم کی average 30/40 من فی ایکڑ نہیں جاتی۔ میں 60 من فی ایکڑ average کی بات کر رہا ہوں۔ ایک یا دو ایکڑ کی بات نہیں کر رہا۔ اب بھی ہمیں چاہئے کہ ہم ترقی یافتہ ملکوں سے اس قسم کا گندم کا بیج منگوائیں تاکہ ہمارے ملک کی average بڑھے۔

جناب اللہ رکھا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اللہ رکھا صاحب!

جناب اللہ رکھا: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک نہایت ہی اہم مسئلے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی ریلوے روڈ لاہور سے تعلق رکھنے والے طلباء باہر سڑک کے اوپر مظاہرہ کر رہے ہیں۔ وہاں کے پرنسپل کے خلاف کرپشن کا بہت سارا مواد ہے، اس کی انکوائری ہوئی اور کرپشن ثابت بھی ہوئی لیکن اس پر کوئی عمل نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ اس نے ہر سٹوڈنٹ سے کمپیوٹر کے حوالے سے بارہ سو روپیہ لیا کہ ہم کمپیوٹر کی کلاسیں کالج میں پڑھائیں گے، ابھی ہم نے کمپیوٹر لے

کر آنے ہیں اور بعد میں یہ پیسے واپس کر دیں گے۔ آج تک کمپیوٹر کی کلاس پڑھائی گئی ہے اور نہ ہی طلباء کو پیسے واپس کئے گئے ہیں۔ وہ سارے طلباء سڑک پر ہیں۔ میری آپ سے بڑی مؤدبانہ گزارش ہے کہ یہ ہمارے اور آپ کے بچوں کے مستقبل کا مسئلہ ہے براہ مہربانی اس پر ایک کمیٹی بنادیں تاکہ اس حساس issue کو ایک اچھے طریقے سے دیکھا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی باہر مظاہرہ ہو رہا ہے، باہر طلباء موجود ہیں؟

جناب اللہ رکھا: جناب سپیکر! اس وقت بھی مظاہرہ ہو رہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن صاحب کی سربراہی میں کمیٹی بناتا ہوں جس میں اللہ رکھا صاحب، چودھری شہباز صاحب، زیب جعفر صاحبہ، خواجہ عمران نذیر صاحب اور آمنہ الفت صاحبہ، یہ سارے جاکر بات کر لیں اور یہ سپیشل کمیٹی ہے یہ ہاؤس کے اندر ہی کل report present کرے۔ رانا ارشد صاحب! آپ چونکہ student affairs کو deal بھی کرتے ہیں، آپ بھی اس کمیٹی کے ساتھ جائیں اور یہاں آکر رپورٹ بھی دیں۔ شکریہ

رانا محمد ارشد: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہوں، اجازت ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا محمد ارشد: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میں ایک بڑے حساس issue پر آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا تھا کہ میرا حلقہ 171 صفدر آباد ہے۔ وہاں آج صبح ایک واقعہ پیش آیا کہ وہاں پر ختم نبوت ﷺ کے بینر لگے ہوئے تھے، وہ T.M.O فیاض احمد نے زبردستی اتروا دیئے ہیں اور کل وہ پروگرام ہونا تھا۔ اس کے علاوہ وہاں پر میاں محمد نواز شریف روڈ کا پرسوں افتتاح ہوا ہے تو وہاں پر لوگوں نے میاں محمد شہباز شریف صاحب کا شکریہ ادا کرنے کے لئے بینر لگائے تھے کہ 10 سال کے بعد وہ روڈ بنا ہے۔ تو T.M.O نے بینر اتروائے اور چاکنگ مٹوادی ہے تو وہاں عام شہریوں، سیاسی و مذہبی لوگوں نے احتجاج کیا ہوا ہے اور اس وقت D.D.O® انکوائری کر رہا ہے تو میری request ہو گی کہ یہ بڑا حساس issue ہے، T.M.O فیاض احمد کے خلاف قانونی کارروائی کرنی چاہئے اور اگر اس نے وہ بینر اتروائے ہیں تو پھر اس کا جو جرم بنتا ہے اس کے خلاف ایکشن ہونا چاہئے۔ مہربانی

جناب ڈپٹی سپیکر: راناصاحب!آپ کی بات صحیح ہے۔آپ session کے ساتھ ہی فوری طور پر لاء منسٹر سے مل لیں وہ بات کر کے کل اسمبلی کو بھی بتائیں گے کہ کیا بنا ہے۔

رانامبشر اقبال: جناب سپیکر!میں بھی آپ کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف دلوانا چاہتا ہوں۔ میرے حلقے میں گوپے را، شاہ پور اور خانپور، تین گاؤں ہیں۔لاہور کا سارا پانی بابو صابو والے نالہ سے نکل کر ان گاؤں میں چلا جاتا ہے۔ وہاں پر ساری agriculture land میں پانی کھڑا ہے۔ کوئی زمیندار اُدھر فصل نہیں کاشت کر سکتا اور بیماریاں پھیل رہی ہیں۔ واسا والوں کو ہدایت کی جائے کہ یہ پانی proper طریقے سے دریا میں پہنچائیں تاکہ وہ زمین کاشت کے قابل رہے اور واسا والوں سے اس کا جواب بھی طلب کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس میں تو آپ کو ایم ڈی واسا سے مل کر بات کرنی چاہئے۔ اگر آپ کی بات وہ نہیں سنتے، کوئی مسئلہ ہوتا ہے تو پھر آپ اس issue کو ہاؤس میں لے کر آئیں۔

رانامبشر اقبال: جناب سپیکر! چار، پانچ دفعہ ان سے مل کر پہلے کہہ چکے ہیں۔ میں خود ایم ڈی کے پاس گیا ہوں اور request کی ہے۔ آگے آپ جو بہتر سمجھتے ہیں اس کے مطابق کریں۔ اب میں agriculture کے حوالے سے صرف دو منٹ لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: .Please, please, please جب آپ کا ٹائم آئے گا پھر کیجئے گا۔(قطع کلامیاں)

باقی دوستوں کے نام بھی یہاں پر ہیں۔ ہم نے rules follow کرنے ہیں۔ میں آپ کو ٹائم دوں گا اگر آپ agriculture پر بات کرنا چاہتے ہیں میں بالکل آپ کو ٹائم دوں گا لیکن اس میں جن اراکین نے پہلے نام لکھوائے ہوئے ہیں ان کی پھر حق تلفی ہو گی۔ میں آپ کو بالکل ٹائم دوں گا۔آپ تشریف رکھیں۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اس ہاؤس میں راجہ ریاض صاحب نے دو دن پہلے ایک assurance دی تھی کہ فیڈرل گورنمنٹ کی agriculture income tax پر کوئی intention نہیں ہے۔ گزشتہ شام میں نے خود جیو نیوز میں سنا ہے کہ آئی ایم ایف کے

ساتھ جو شرائط طے کی ہیں اس میں 2010 میں income tax لگانے کی شرط بالخصوص ٹی وی پر وہ slide چلی ہے اور فیڈرل گورنمنٹ کے اس ایکشن کے خلاف یہاں پر جو resolution move ہو رہی تھی وہ اس وجہ سے روکی گئی تھی اور آج گزشتہ شام کو یہ خبروں میں clear آیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے خلاف پھر ایک resolution آنی چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس میں ہاؤس کے rules کے مطابق جو بنتا ہے وہ آپ بالکل کریں کیونکہ انہوں نے on the floor of the House assurance دی ہوئی ہے اور اگر اس کے اندر کوئی change ہے تو وہ کل یہاں پر موجود ہوں گے ان سے ہم بات کر لیں گے اور اس کے بعد جو بھی مناسب ہوگا فیصلہ کر لیں گے۔ جی، کلو صاحب!

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! یہ قرارداد میں لایا تھا اور میری قرارداد کے جواب میں راجہ ریاض صاحب نے assurance دی تھی، جس طرح بھٹی صاحب کہہ رہے ہیں اور دوستوں نے بھی بتایا ہے آج کے "جنگ" اخبار میں بھی آیا ہے، "ایکسپریس" ٹی وی چینل میں بھی آیا ہے اور D.Tata South Asian incharge of I.M.F نے اپنی statement میں کہا ہے کہ پاکستان نے I.M.F کی قسط لیتے وقت ہمیں یہ assure کروایا ہے کہ وہ جون 2010 میں زرعی انکم ٹیکس لیں گے تو اس سلسلے میں، میں نے قرارداد جمع کرائی ہوئی ہے اور پرسوں جب بات ہو رہی تھی تو اس وقت رانا صاحب اور راجہ ریاض صاحب نے کہا تھا کہ agriculture پر جب بحث ہوگی تو آپ یہ قرارداد اس وقت لے آئیں تو آپ مجھے اجازت دیں، میں یہ قرارداد پڑھ لوں اور یہ قرارداد آج کے لئے بالخصوص pending کروائی گئی تھی اور یہ development کل شام کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب! آپ جو بات کر رہے ہیں وہ بالکل صحیح ہے لیکن Let me check the record of the Assembly. وہ میں نے منگوایا ہے اگر وہ آج کے لئے fix ہے تو میں آپ کو ابھی پڑھنے کی اجازت دیتا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

میں نے بالکل آپ کی بات follow کر لی ہے۔ ریکارڈ منگوایا ہے Let me check that پھر میں اس کو دیکھتا ہوں۔ اب جناب محمد طارق امین ہوتیانہ صاحب!

جناب محمد طارق امین ہوتیانہ: جناب سپیکر! میں اپنی تجاویز دینے سے پہلے آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہوں گا کہ مجھ سمیت میرے بھائی یہاں جو تجاویز دے رہے ہیں ان کا مستقبل کیا ہوگا آیا اس کو کسی کمیٹی کے حوالے کیا جائے گا یا اس میں کوئی time frame ہوگا کہ اس میں ان تجاویز کو check کیا جائے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ہوتیانہ صاحب! منسٹر صاحب بیٹھے ہیں وہ آپ سب کی تجاویز کو نوٹ کر رہے ہیں اور جب وہ اپنی winding up speech کریں گے تو ان کے مطابق وہ آپ کو بتائیں گے کہ ان کا کیا ہوگا۔

جناب محمد طارق امین ہوتیانہ: جناب سپیکر! میں اپنی تجاویز دینا چاہتا ہوں۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Even I have been told that Secretary Agriculture

بھی یہاں پر موجود ہیں وہ دونوں آپ کے points note کر رہے ہیں اور اس کے مطابق پھر یہاں پر winding up speech میں بتائیں گے۔

جناب محمد طارق امین ہوتیانہ: .Thank you, sir سب سے پہلے تو میں یہ کہوں گا کہ جناب آصف علی زرداری نے گندم کی جو قیمت بڑھائی ہے یہ قابل تحسین ہے اس حوالے سے نہ صرف ہمارا foreign exchange بچے گا بلکہ زمیندار جس کی اس وقت معاشی حالت انتہائی ابتر ہے اس کے لئے ایک incentive بھی ہوگا اور زمیندار خوش دلی سے اپنی گندم بھی کاشت کرے گا۔ دوسرے نمبر پر چیف منسٹر صاحب نے گرین ٹریکٹر سکیم شروع کی ہے ان کا یہ قدم بھی قابل تحسین ہے لیکن اس میں میری گزارش یہ ہے کہ گرین ٹریکٹر سکیم کے ساتھ ساتھ کئی ممالک میں گرین ڈیزل سکیم بھی ہے کہ زمینداروں کو subsidies rates پر صرف agriculture کے لئے ڈیزل فراہم کیا جاتا ہے تو اس پر بھی ضرور غور کیا جائے کہ زمیندار کے پاس ٹریکٹر تو ہوگا لیکن ٹریکٹر چلانے کے لئے اسے جو ڈیزل چاہئے ہوگا تو اس ڈیزل کی قیمت کاشتکار کی دسترس میں نہیں ہوگی تو وہ ٹریکٹر کا استعمال نہیں کر سکے گا۔

جناب سپیکر! میری دوسری گزارش یہ ہے کہ جو سبسڈی فاسفورس کی کھادوں میں دی گئی ہے تو اس میں انتہائی اہم کھاد پوٹاش S.O.P ہے۔ اس پر پہلے کسی زمانے میں سبسڈی دی جاتی تھی لیکن اب اس پر سبسڈی نہیں دی جاتی۔ ہمارے وزیر صاحب بیٹھے ہیں، سیکرٹری زراعت بھی بیٹھے ہیں اور دوسرے سارے دوست زمیندار ہیں وہ S.O.P کی اہمیت سے واقف ہیں۔ حکومت کو S.O.P کی قیمت پر بھی سبسڈی دینی چاہئے۔ اس کے علاوہ جس طرح عباس راں صاحب نے فرمایا ہے کہ بجلی کے ٹیوب ویل کی تنصیب کے لئے نئی درخواست دینے پر قدغن ہے۔ اس پر میری یہ گزارش ہے کہ بجلی کے ٹیوب ویل کی تنصیب پر کسی قسم کی قدغن نہیں ہونی چاہئے اور جس طرح ہم انڈسٹریل کنکشن دیتے ہیں اسی طرح اگر کوئی زمیندار بجلی کے ٹیوب ویل کی درخواست دے تو اسے ترجیحی بنیادوں پر بجلی دی جائے۔

جناب والا! میں آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں اگر کسی گاؤں میں آبادی کم ہے اور ٹرانسفارمر بڑا ہے اور گنجائش ہو تو اس پر کوئی آدمی انڈسٹریل چیز تو لگا سکتا ہے مثال کے طور پر آٹے کی چکی لگانا چاہے تو لگا سکتا ہے لیکن اتنی ہی پاور کی وہ ٹیوب ویل کی موٹر کے لئے کنکشن لینا چاہے گا تو اس پر واپڈا نے پابندی لگائی ہوئی ہے۔ میں اپنے وزیر صاحب کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ واپڈا سے درخواست کی جائے کہ اس غیر منصفانہ قانون کو ختم کیا جائے اور اگر کسی دیہات کے ٹرانسفارمر پر گنجائش ہو تو وہاں پر اگر چکی لگ سکتی ہے تو ٹیوب ویل کے لئے بھی کنکشن دیئے جائیں۔

جناب سپیکر! جس طرح دو تین مہینے پہلے ہمارے ملک میں قیاس ہوا، جیسے اخبار میں آیا کہ کھاد پر سبسڈی ختم ہو رہی ہے تو اسی ملک میں ہمارے رپورٹر بھائیوں نے رپورٹ کیا کہ ملک کے مختلف حصوں میں -/5800 روپے پر D.A.P کھاد فروخت ہوتی رہی ہے جبکہ اس کی اصل قیمت -/3000 روپے تھی۔ اس سے ان گراں فروشوں کا کیا ہوا کیا ان کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی؟ میں عباس راں صاحب کی بات کو دہراتا ہوں کہ ہمیں اس سلسلے میں قوانین تبدیل کرنے چاہئیں۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ اگر کسی بھی کھاد کمپنی کا کوئی بھی ڈیلر کھاد مہنگی فروخت کر رہا ہوتا ہے تو ہم اس سے جا کر شکایت بھی کریں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا ادارہ تو ایک کاروباری ادارہ ہے۔ ہم اپنے ڈیلر کی

ڈیلر شپ کیسے ختم کریں؟جب ہم ان سے کہتے ہیں کہ اگر آپ کا ڈیلر کوئی غیر قانونی کام کر رہا ہے تو آپ اس کی ڈیلر شپ منسوخ کر دیں تو وہ ادارہ چونکہ کاروباری ادارہ ہوتا ہے اس لئے وہ ان کی ڈیلر شپ منسوخ کرنے سے معذرت کرتے ہیں۔اس کے لئے اس طرح کا قانون ہونا چاہئے کہ ان کو قرار واقعی سزا ملے تاکہ دوسروں کے لئے بھی عبرت ہو۔اس کے علاوہ میری گزارش یہ ہے کہ کھاد کی بکنگ کے بارے میں سیکرٹری زراعت نے بہاولپور میں میٹنگ کے دوران فرمایا تھا کہ جو زمیندار ہر یونین کونسل level پر 200 بوری یوریا کھاد کی بکنگ کرانا چاہیں گے وہ اپنے ڈرافٹ D.C.O صاحب کو دیں گے۔اس میں D.C.O صاحب کا کام نہیں ہے لیکن زمیندار کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس کے پیسے ضائع نہیں جائیں گے اور اس کو کھاد ملے گی۔یہ انتہائی قابل تحسین عمل ہے۔اس کو عام کر کے پورے پنجاب میں بھی لاگو کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر!میری یہ بھی گزارش ہے کہ جس طرح crisis چل رہے ہیں کہ زمیندار کی دھان یا زمیندار کی جو کپاس ہے اس کی قیمت جو حکومت کی مقرر کردہ ہے وہ زمیندار کو نہیں مل رہی۔جب یہ فصل زمیندار کے ہاتھ سے نکل جائے گی تو پھر سٹاکسٹ ہماری زرعی اجناس مہنگے داموں بیچ کر منافع کمائیں گے جس سے زمیندار کا استحصال ہو گا۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ میری گزارش یہ ہے کہ جو زرعی ٹیکس کی بات کی گئی ہے تو زرعی ٹیکس ہم 1997 سے دے رہے ہیں۔اب اگر دوہرا ٹیکس لگایا جائے تو یہ بہت زیادتی ہو گی۔میری اس میں تھوڑی سی یہ بھی گزارش ہے کہ زمیندار کو جاگیر دار سے ملا دیا جاتا ہے جبکہ مختلف دوستوں نے کہا ہے کہ پنجاب میں عملاً اس وقت کوئی جاگیر دار نہیں ہے بلکہ اکثر لوگ ایسے ہیں جو کاشتکاری کے کام سے منسلک ہیں۔ان کو آپ جاگیر دار نہ کہیے کیونکہ جاگیر دار کہنے سے ابہام پیدا ہوتا ہے۔ہماری ایک بہن نے بھی کہا تھا کہ جاگیر دار ٹیکس نہیں دینا چاہتے جبکہ اب جاگیر دار نہیں رہے اور لوگ صرف کاشتکار ہیں۔

جناب سپیکر!مختلف اضلاع میں زمین کے تجزیے کی جو لیبارٹریاں ہیں ان کی کارکردگی کو چیک کیا جائے اور جس طرح میرے ضلع بہاولنگر میں جو زمین اور پانی کے تجزیے کی لیبارٹری ہے اس

کے آلات میں کچھ خرابی ہے اور کافی عرصے سے وہ کام نہیں کر رہے۔ان کو چیک کیا جائے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔اب جناب محمد خرم گلفام صاحب!

جناب محمد خرم گلفام: شکریہ۔ جناب سپیکر!اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ ہمارے ملک کی معیشت میں جس قدر زراعت کی بہت اہمیت ہے اس حوالے سے کافی گفتگو ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر!وقت مختصر ہے اس لئے میں directly اپنی تجاویز کی طرف آؤں گا۔اس معزز ایوان میں ہر ضلع اور ہر علاقے کی نمائندگی موجود ہے اور ہر معزز رکن نے اپنے اپنے اضلاع کی زراعت کے حوالے سے مسائل کو بیان کیا ہے۔ میرا تعلق ضلع شیخوپورہ سے ہے جو چاول کی پیداوار کے حوالے سے جانا جاتا ہے۔ میرے حلقے میں بالخصوص نارنگ منڈی کا علاقہ آتا ہے جس کا چاول دنیا بھر میں مشہور ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ پچھلے چند سالوں سے محکمہ زراعت نے اس طرف بالکل کوئی توجہ نہیں دی اور چاول کی فصل کو بے شمار نقصان پہنچ رہا ہے۔اس کی سب سے پہلی وجہ تو یہ ہے کہ وہاں پر جو چاول کی مشہور قسم سپر باسمتی کے متبادل کوئی نیا بیج متعارف نہیں کرایا گیا۔ پچھلے پندرہ بیس سال سے یہ بیج چل رہا ہے اور اب صورتحال یہ ہے کہ جب یہ بیج شروع ہوا تھا اور کسانوں نے اس کو اگانا شروع کیا تو اس وقت اس کی فی ایکڑ پیداوار 40 سے 45 من ہوا کرتی تھی بلکہ 50 من تک بھی پہنچ جایا کرتی تھی لیکن اب تین چار سالوں سے صورتحال یہ ہے کہ فی ایکڑ پیداوار 25 سے 30 من آ رہی ہے۔اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس بیج میں قوت مدافعت ختم ہو چکی ہے اور چند سالوں سے اس پر ایک بیماری نے حملہ کیا ہوا ہے جس کو bacterial leaf blight کہتے ہیں اور عام زبان میں جراثیمی جھلساؤ بھی کہتے ہیں۔اس میں پریشان کن بات یہ ہے کہ اس کے تدارک کے لئے کوئی حل نہیں کیا گیا۔ جب ہم محکمہ زراعت سے مشورہ لیتے ہیں کہ یہ بیماری ہے تو ہم اس کے تدارک کے لئے کون سا سپرے کریں یا کون سی دوا استعمال کریں۔اس پر ان کی طرف سے صاف جواب یہ آتا ہے کہ اس کا کوئی حل نہیں ہے۔اس کا حل یہی ہے کہ بیج پرانا ہو چکا ہے اور اس میں ستم ظریفی یہ ہے کہ تین چار سال گزرنے کے باوجود بھی جو سیڈ کارپوریشن ہے یا جو سیڈ ریسرچ سنٹرز بنے ہوئے ہیں

جنھیں بھاری قسم کی aid دی جارہی ہے اور بجٹ میں بھی ان کے لئے اتنے پیسے رکھے جاتے ہیں لیکن ابھی تک وہ باسمتی چاول کا نیا بیج نہیں نکال سکے۔ انھوں نے سپر 2000 نکالا ہے لیکن وہ بھی اتنا کامیاب نہیں ہوا۔ اس سال صورتحال یہ ہے کہ ہمارے پڑوسی ملک سے باسمتی کا ایک بیج آیا ہے۔ اس کا منڈی میں ریٹ 1500 سے 1600 روپے فی من ہے اور جو ہمارا سپر باسمتی کا بیج ہے اس کا ریٹ 1100 سے 1200 روپے کے درمیان ہے۔ اسی طرح ایک اور غیر تصدیق شدہ بیج ہے جس کے متعلق محکمہ نے کہا ہے کہ یہ بیج بالکل کاشت نہ کریں۔ اس بیج کی پیداوار بھی اچھی ہے، اس کی قیمت بھی اچھی ہے اور جو بیج ہمیں محکمہ recommend کرتا ہے کہ آپ یہ بیج اگائیں تو اس کی پیداوار بھی کم ہے اور اس کی قیمت بھی کم ہے۔ اس وجہ سے ہم لوگ مجبور ہو رہے ہیں کہ ہم اپنے پڑوسی ملک کا بیج جو سمگل ہو کر یہاں آیا ہے اس کو یہاں پر اگائیں یا ایک 86 باسمتی ہے جس کے متعلق زراعت والے بھی منع کرتے ہیں کہ اس کو نہ اگائیں۔ اس کا بہت نقصان ہے لیکن کاشتکار بھائی مجبور ہو چکے ہیں کہ ان بیجوں کو وہ اگائیں اس لئے میری آپ کے توسط سے وزیر زراعت سے یہ گزارش ہوگی کہ اس پر حکومت کا فوری ردعمل آنا چاہئے اور اس پر action لینا چاہئے۔ میں یہ امید کرتا ہوں کہ جب وزیر موصوف اپنی بحث کو conclude کریں گے تو اس میں وہ ہمیں یقین دہانی کرائیں گے کہ اگلے سال جب ہم دھان کی فصل اگانے جا رہے ہوں گے تب تک ہم اس کا کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گے۔ کوئی ایسی دوا ایجاد ہو جائے جس سے اس بیماری کو قابو پا لیا جائے یا پھر کوئی اچھا نیا بیج سپر باسمتی کے alternative جو کہ اس کو replace کر سکے میری منسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ اس کا فوری نوٹس لیا جائے۔

جناب سپیکر! میں آج اخبار میں پڑھ رہا تھا کہ بنک آف پنجاب گندم کی بوائی کے لئے آسان اقساط پر قرضے دینا چاہ رہا ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری حکومت پنجاب کا بڑا خوش آئند قدم ہے کہ وہ باقی بنکوں سے کم کر کے صرف 8 percent mark up پر قرضے فراہم کریں گے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ کسانوں کو چھ مہینے کے لئے بلاسود قرضے فراہم کئے جائیں تاکہ وہ چھ مہینے کے بعد اپنی فصل سے قرضہ اتار سکیں۔ اس کے علاوہ گرین ٹریکٹر سکیم بھی ایک خوش آئند قدم ہے۔ یہاں پر بات ہوئی کہ کسانوں کو ٹریکٹر درآمد کرنے کی اجازت دی جانی چاہئے میں بھی ذاتی طور پر اس کی بھرپور تائید کرتا

ہوں کہ یہ احسن قدم ہوگا کیونکہ جب بڑی بڑی گاڑیاں لینڈ کروزر اور مرسڈیز درآمد ہو سکتی ہیں تو کسان کے لئے ٹریکٹر درآمد کیوں نہیں ہو سکتا حالانکہ گاڑیاں بھی یہاں پر locally manufacturer ہو رہی ہیں، جب ہم اپنی آسائش کے لئے اس کو درآمد کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں تو ہم کسانوں کی اچھی پیداوار کے لئے ٹریکٹر درآمد کرنے کی اجازت کیوں نہیں دے سکتے؟

جناب سپیکر! ٹیوب ویل کنکشن کی بات ہوئی وہ بھی ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔ میرا اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ پچھلے دنوں میں نے ٹیوب ویل کنکشن لگوانے کی کوشش کی تو مجھے کہا گیا کہ آپ وفاقی وزیر پانی و بجلی سے دستخط کروا کر لائیں۔ میں نے تو کسی طریقے سے manage کر لیا لیکن جو چھوٹا کاشتکار ہے وہ کہاں سے جا کر وفاقی وزیر کو ڈھونڈے گا اور ان سے اجازت لے گا کہ ہماری زمین پر ٹیوب ویل لگوایا جائے۔ اس کے بارے میں فوری action لیا جائے تاکہ جہاں پر کسانوں کو ضرورت ہو وہاں پر جلد از جلد ٹیوب ویل نصب کئے جا سکیں۔

جناب والا! ہمارے پڑوسی ملک کی طرف سے سندھ طاس معاہدے کی جو مخالفت ہو رہی ہے اور اس نے ہمارے دریاؤں کا پانی روک کر ڈیم تعمیر کرنے شروع کر دیئے ہیں اس سلسلے میں گزارش کروں گا کہ جس طرح ہم زرعی ٹیکس کے بارے میں قرارداد لانا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ اس سلسلے میں اس ایوان سے ایک متفقہ قرارداد پاس ہو اور دنیا بھر میں ایک message جائے کہ ہم نے اپنے پانی کا حق حاصل کرنے کے لئے یہ قرارداد پاس کی ہے کیونکہ ہم نے یہ خدا کے واسطے کے لئے نہیں لینا بلکہ اپنا حق لینا ہے اور اپنا حق حاصل کرنے کے لئے ہمیں لڑنا بھی پڑتا ہے، جس طرح سے بھی ہمیں اس کا مقابلہ کرنا پڑے ہمیں کرنا چاہئے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری ممتاز احمد ججہ صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ ملک بلال احمد کھر صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ ڈاکٹر آمنہ بٹر صاحبہ!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منڈا صاحب!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ہماری CMIT میں فوڈ سٹیمپ سکیم کے حوالے سے ایک میٹنگ ہے۔ میں نے وہاں بھی جانا ہے اور میرا ابھی تک نام نہیں آیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ بھی بہت اہم ہے۔ یہ کام ہو گا تو فوڈ سٹیمپ آئے گی۔ آپ بیٹھیں اور اپنی باری کا انتظار کریں۔

ڈاکٹر آمنہ بٹر: جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا ہے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے میں کوشش کروں گی کہ صرف تجاویز پر ہی بات کروں مگر میں یہ کہنا چاہوں گی کہ بار بار معزز اراکین یہ کہہ رہے ہیں اور ہم اس important issue کو جتنا بھی stress کریں کم ہے کہ زراعت پاکستان اور پنجاب کے لئے سب سے اہم شعبہ ہے۔ آج پاکستان میں اور خاص طور پر پنجاب میں چھوٹا کاشتکار پس رہا ہے۔ یہ کہنا غلط ہو گا کہ پنجاب میں جاگیردارانہ نظام نہیں ہے کیونکہ جنوبی پنجاب میں چنیوٹ، گوجرانوالہ میں 100,100 مربع کے مالک زمیندار ہیں مگر زیادہ تر جاگیردارانہ نظام نہیں ہے لیکن چھوٹے کاشتکار پس رہے ہیں، ان کو وہ مراعات اور subsidies نہیں دی جاتیں جو industrialists کو دی جاتی ہیں۔ چھوٹے کاشتکار ہی ہمارا سرمایہ ہیں اور ان کے بچے اب زمیندارا چھوڑ رہے ہیں جس سے ہم اپنا مستقبل تباہ کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں اس بات پر focus کرنا چاہئے کہ زرعی قرضے آسان ہوں کیونکہ صنعتکار کے لئے قرضہ لینا بہت آسان ہے جبکہ زمیندار کے لئے بہت مشکل ہے اور اس پر سود بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اگر ہم چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاشتکاروں کے لئے قرضے معاف نہیں کر سکتے تو ہمیں ان کو سود ضرور معاف کرنا چاہئے۔ ایک اور بھی طریق کار استعمال کرنا چاہئے کہ ہم جنس پر قرضہ دیں اور ان کو اسی صورت میں قرضہ دیا جائے اور یہ بھی ان کو سہولت ہو کہ بعض دفعہ cash میں رقم دینا مشکل ہوتا ہے تو وہ اپنے قرضے زرعی ترقیاتی بنک کو جنس کی شکل میں واپس کر سکیں۔ اس کے علاوہ ہمیں ٹیوب ویلوں پر subsidy دینی چاہئے اور یہ process بھی آسان ہونا چاہئے کیونکہ کاشتکاروں کے لئے سب سے زیادہ مشکل کام ٹیوب ویل کا کنکشن لینا ہے۔

جناب سپیکر! ہمیں overall زراعت کی پالیسی پر focus کرنا چاہئے۔ کیا بات ہے کہ انڈیا میں ان کا agriculture بہت بڑھتا جا رہا ہے، چائنہ میں agriculture کی modernization ہو رہی ہے لیکن پاکستان میں اس شعبے میں ہم پیچھے سے پیچھے جا رہے ہیں لہذا ہمیں جدید زراعت پر focus کرنا چاہئے، drip irrigation کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے علاوہ ہمیں exportable items پر توجہ دینی چاہئے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ traditional crops ہوں مگر اس سے کاشتکار prosper ہو گا اور اس کی آمدن بڑھے گی۔ خاص طور پر بڑے شہروں کے گردونواح لاہور یا فیصل آباد میں flowers اور mushrooms کے لئے کچھ کرنا چاہئے کیونکہ mushrooms کی یہاں پر کوئی مارکیٹ نہیں ہے مگر دبئی، یورپ وغیرہ میں بہت بڑی مارکیٹ ہے لہذا ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جو لوگ mushrooms اگا رہے ہیں ہم ان کو زیادہ سے زیادہ incentives دیں۔ green house farming کے لئے بھی ہمیں incentives دینے چاہئیں کیونکہ اس سے زیادہ بہتر farming ہوتی ہے۔

جناب والا! اس کے علاوہ ہمارا سب سے بڑا cash crop کپاس ہے اور ہم کپاس کو بالکل neglect کرتے جا رہے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم زیادہ سے زیادہ کپاس کی production پر کام کریں۔ ہمیں innovative farming کے لئے بھی سوچنا چاہئے جیسا کہ سویابین، سن فلاور ہے اس سے بائیو ڈیزل بن سکتا ہے تو ہمیں چاہئے کہ جو کاشتکار اس قسم کی innovative farming کرنا چاہتے ہیں اس سے ہماری energy crisis کو بھی بھوس ملے گا۔ کوئی نئے بیج نہیں بن رہے حالانکہ اتنے بڑے بڑے research institutes ہیں تو ان کی accountability بہت اہم ہے۔ میں نے agriculture والوں کا brief پڑھا تھا جس میں اب وہ comparative brand پر جا رہے ہیں جو بہت اچھی بات ہے اور ہمیں ایسا کرنا چاہئے کیونکہ تمام دنیا میں ہوتا ہے۔ ہمیں researchers کو مستقل ملازمتیں نہیں دے دینی چاہئیں مگر جو qualified field researchers ہیں اور اچھا کام کر رہے ہیں ان کی salary بڑھانی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ بات کرنا چاہوں گی جو کسی نے بھی نہیں کی کیونکہ اس کا تعلق لیبر سے ہے مگر اس کا زراعت سے بہت زیادہ تعلق ہے۔ ہمیں اس بات پر بھی دیکھنا چاہئے کہ لیبر کے معاملے میں بہت بڑی disparity ہے۔ کھیت مزدور بہت پس رہے ہیں کیونکہ ان کو صحیح wages نہیں ملتیں جس کی وجہ سے زراعت پر فرق پڑتا ہے۔ اس حوالے سے ایسے کوئی قوانین ہونے چاہیئں کہ ان کی wages مقرر ہوں۔ خاص طور پر خواتین مزدور اور minorities کے مزدوروں کی wages میں فرق ہے اور ان کو کام نہیں ملتا کیونکہ سب سے زیادہ کام وہ کرتے ہیں ان کے لئے بھی کوئی انتظامات کئے جانے چاہیئں۔ خواتین کاشتکار کو land allotment ہونی چاہئے جیسا کہ سندھ میں خواتین کو land allot کی جا رہی ہے۔ جیسا کہ پنجاب میں ساڑھے بارہ ایکڑ اراضی کے حوالے سے گورنمنٹ نے کہا ہے تو ہمیں چاہئے کہ خواتین کو بھی زمین الاٹ ہونی چاہئے کیونکہ پنجاب میں بہت ساری خواتین کاشتکار ہیں۔ اس کے علاوہ لغاری صاحب نے بات کی تھی کہ جو جاگیریں لی گئی تھیں وہ واپس کر دی جائیں کیونکہ وہ state land ہے اور کاشت نہیں ہو رہیں، ایسا تو ہرگز نہیں ہونا چاہئے لیکن بہت ساری state land جو کاشت نہیں ہو رہی تو اس کے لئے collective farming کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے کیونکہ دوسرے ممالک میں ایسا ہو رہا ہے کہ چھوٹے کاشتکار مل کر companies بناتے ہیں لہذا میری یہ تجویز ہے کہ ان کو یہ land lease کی جائے۔ میری یہ چند تجاویز تھیں ان کو consider کیا جائے۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب! میں آپ کو بتاؤں کہ اس دن پرائیویٹ ممبرز ڈے تھا تو آج اس قرارداد کو لینے کے لئے ہمیں rules کو معطل کرنا پڑے گا تو منگل کو غیر سرکاری ارکان کی کارروائی کا دن ہے تو پھر اس پر balloting بھی ہونی ہے۔ اب اس وقت چونکہ گورنمنٹ کی طرف سے لاء منسٹر صاحب بھی موجود نہیں ہیں تو اس کو کل کے لئے رکھ لیں تاکہ وہ کل موجود ہوں۔ مجھے اس قرارداد کو پیش کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ یہ بڑی اہم قرارداد ہے لیکن مجبوری یہ ہے کہ ہمیں rules کو relax کرنا پڑے گا اور دوسرے اس پر balloting ہونی ہے اور تیسرا مجھے automatically ریکارڈ میں بتایا گیا ہے کہ غیر سرکاری ارکان کی کارروائی کے دن آئندہ منگل کے لئے یہ fix کر دی گئی ہے۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ:

"یہ چلی ہے ریت کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے"

جناب سپیکر! پہلی بات میں آپ کے گوش گزار کر کے آپ کی رولنگ چاہوں گا کہ زراعت کے حوالے سے میری دو تحاریک التوائے کار 475 اور 480 تھیں ان میں سے ایک فلیٹ ریٹ آبیانے سے متعلق اور دوسری شوگر ملز کی ادائیگی کے متعلق تھی تو وہ دونوں تحریکیں House میں admit ہو گئیں اور ان پر بحث کے لئے دن بھی مقرر ہو گیا تو چونکہ اجلاس prorogue ہو گیا، اس کے بعد اب اجلاس آیا ہے تو یہ کہا گیا کہ یہ kill ہو گئیں اور اتنی اہم ترین تحاریک التوائے کار جو کہ House کی پراپرٹی بن چکی تھیں تو وہ کیسے سپیکر آفس میں slaughter ہو گئیں، وہ ہو سکتی تھیں یا نہیں؟ اس بارے میں رولنگ دیں۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ پرائیویٹ ممبرز ڈے پر میں نے صبح صبح آ کر یہ قرارداد دی اور اس کا نمبر لگوایا اور یہاں آ گئی تو اس پر میں نے کہا کہ مجھے آج پڑھنے کی اجازت دیں لیکن اس دن لاء منسٹر صاحب، راجہ ریاض صاحب اور سپیکر صاحب نے اتفاق کیا اور آج اور کل جو زراعت پر بحث ہو رہی ہے تو یہی قرارداد اس کا موجب بنی ورنہ آپ کے ایجنڈے پر زراعت پر بحث نہیں تھی۔ اس قرارداد کی وجہ سے زراعت پر بحث ایجنڈے پر آئی اور تمام دوستوں نے بات کی اور جس نے بھی بات کی تو زرعی انکم ٹیکس پر بات کی۔ میری استدعا ہے کہ آپ rules کو relax کریں اور یہاں balloting کروانے کے بعد اس قرارداد کو لے آئیں۔ لمبا کیا تو پھر یہ ذبح ہو جائے گی تو اس طرح زیادتی نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب! آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے اور جو sentiments آپ کے ہیں وہی میرے بھی ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ اسے پیش بھی کیا جائے اور اس پر کارروائی بھی ہو اور یہ قرارداد یہاں سے پاس کر کے وفاقی حکومت کو بھیجی بھی جائے لیکن میرے ہاتھ قاعدے اور قوانین نے باندھے ہوئے ہیں اور جس طرح میں نے ریکارڈ دیکھا ہے تو automatically پرائیویٹ ممبرز ڈے کے لئے fix ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اسے اسی ہفتہ میں take up کرنا ہے تو اس میں حکومت کی طرف سے بھی نمائندگی ہونا اور اس کے بارے میں input آنا بہت لازمی ہے جو

قاعدے اور قوانین کے مطابق ہے۔چونکہ پہلے اس پر بحث بھی ہوئی اور آپ کی بات بالکل بجا ہے کہ زراعت پر بحث کے لئے رکھا گیا وقت آپ کے initiative پر اتنی بحث ہو رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ قرارداد بھی بڑی اہم ہے۔ ریکارڈ کے مطابق this has been fixed for Tuesday. تو ہم اسے اس دن take up کر لیں گے۔انشاء اللہ

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! جس طرح میری پہلی تحاریک fix ہوئی تھیں اور اس سے پہلے اجلاس prorogue ہو گیا تھا اور جب نیا اجلاس آیا تو پتا چلا کہ وہ kill ہو گئی ہیں تو میں آپ کو بتادوں کہ یہ منگل کبھی نہیں آئے گا اور Chair کی طرف سے attitude جو ہے کہ چیزوں سے avoid کرنا تو اس پر میں سخت احتجاج کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ یقین کیجئے کہ زراعت کے بغیر یہاں کسی بھی ملک کی economy ترقی نہیں کر سکتی، stablish نہیں ہو سکتی اور اگر یہاں بیٹھ کر ہم لوگ زراعت پر بات نہیں کر سکتے تو اس House کا فائدہ ہی کوئی نہیں ہے۔ ہم 70 فیصد لوگ جو یہاں بیٹھے ہیں زراعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ابھی پریس اور میڈیا میں یہ باتیں آ رہی ہیں کہ یہ زرعی ٹیکس لگنے نہیں دیتے، ٹیکسوں کی بھرمار ہے جو زراعت سے منسلکہ کسان دے رہے ہیں۔ ابھی میری بہن نے کہا ہے کہ جاگیرداروں کا ڈھیر لگا ہوا ہے تو آپ کبھی جا کر senses تو چیک کریں کہ زرعی اصلاحات نے کم از کم پنجاب میں کوئی جاگیردار نہیں چھوڑا اور ہم ہر قسم کا ٹیکس پہلے سے دے رہے ہیں لیکن یہ زرعی انکم ٹیکس جو آئی ایم ایف لگوا رہا ہے تو یہ زرعی انکم ٹیکس ہے اور یہ پہلے ٹیکسوں سے over and above ہے۔ میری استدعا ہے کہ اس طرح زراعت پیشہ طبقہ ختم ہو جائے گا اور یہ ملک کے خلاف سازش ہے۔

جناب سپیکر! آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی تاریخ کیا ہے؟ ابھی میرے بھائی شیخ علاؤالدین صاحب آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی تعریفیں کر رہے تھے اور چائنا اور سعودی عرب کا گلہ کر رہے تھے تو مجھے انہیں بھی گوش گزار کرنا تھا کہ یہ آئی ایم ایف circle wishes ہے۔یہ ہمیں پھنسایا جا رہا ہے اور ہماری economy کو تباہ کیا جا رہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب!میں آپ کی بات بالکل follow کر رہا ہوں اور جو آپ کے sentiments ہیں وہی میرے ہیں۔ پھر ایسے ہے کہ اسے منگل تک pending نہیں کرتے۔ چونکہ کلو صاحب!آپ کو پتا ہے کہ اس بارے میں حکومت کا بھی موقف آنا ہے تو ایسے کرتے ہیں کہ کل صبح وقفہ سوالات کے فوراً بعد rules کو معطل کر کے take up کریں گے۔ شکریہ

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر!کل تو شاید میں نہ آسکوں کیونکہ میرے کزن کا آپریشن ہے اور میں نے ہسپتال جانا ہے لہذا احمد خان بلوچ صاحب کر لیں گے۔

جناب احمد خان بلوچ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ اس ہاؤس کا سب سے بڑا مسئلہ زراعت ہی ہے اور وہ جناب بار بار کہہ چکے ہیں اور مجھے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس دن یہ point raise کیا گیا تو سپیکر صاحب نے اسی کرسی پر بیٹھ کر یہ کہا تھا کہ آپ قرارداد تیار کریں اسے پیش کریں اور قرارداد منظور ہو گی۔ رانا ثناء اللہ صاحب نے اس ایوان میں کھڑے ہو کر یہ commit کیا تھا کہ یہ قرارداد اگر منگل والے دن نہ آئی تو rules معطل کر کے بھی ہم اس کو پیش کریں گے۔ یہ commitment روزانہ ہو رہی ہے، کل ہوئی ہے، پرسوں ہوئی ہے، بدھ کے دن ہوئی ہے اور پھر آج کے دن بھی ہوئی تھی اور جناب نے بھی فرمایا تھا کہ اس کو آج کے دن بالکل پیش کریں گے۔ اس قرارداد کو پیش کرنے میں کیا رکاوٹ ہے، کیا rules رکاوٹ ہیں تو کیا rules معطل نہیں کئے جا سکتے؟ کیونکہ rules معطل ایسی ایسی چیز کے لئے کر دیئے جاتے ہیں جن کا ملکی مفاد سے بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس کے لئے rules معطل کیوں نہیں کیا جاتا جو معیشت کی بنیاد ہے، اگر اس کے لئے کریں گے تو یہ ایک اچھی کارروائی ہو گی۔

جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ قرارداد کسی پارٹی، (ن) لیگ، پی پی پی کے خلاف یا (ق) لیگ کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ صرف کاشت کار کا مسئلہ ہے۔ یہ کاشت کار کے لئے پیش کی جا رہی ہے اور یہ پنجاب کے آٹھ کروڑ عوام کی آواز ہے، جو آواز ہم وفاقی حکومت تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس کا کوئی سیاسی مقصد ہے اور نہ کوئی ایسی بات ہے۔ اگر کوئی سازش کر رہا ہے تو میں

واضح طور پر کہتا ہوں کہ وہ آئی ایم ایف سیاسی جماعتوں کے خلاف سازش کر رہا ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ جو جماعت اس زرعی انکم ٹیکس کو لگائے گی اس کی دیہی علاقوں میں ووٹ اور اکثریت ختم ہو جائے گی اور لوگ اس کے خلاف ہو جائیں گے تو یہ سازش آئی ایم ایف کر رہا ہے۔ یہ سازش یہ ایوان کر رہا ہے اور نہ کوئی پارٹی کر رہی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بلوچ صاحب! آپ کی بات میں نے سن لی ہے اور آپ بڑے seasoned parliamentarian ہیں اور جو آپ بات کہنا چاہتے تھے وہ کہہ دی ہے اور میں اس بات کو بالکل admit کرتا ہوں کہ اس پر بات بھی ہوئی اور طے ہوا تھا کہ اس قرارداد کو ہم take up کریں گے لیکن اس کے لئے بھی باقاعدہ ایک قاعدہ اور قانون ہے اور میں یہاں پر on the floor of the House کہہ رہا ہوں، اسمبلی سیکرٹریٹ کو میں اس بات کی ہدایت کر رہا ہوں کہ کل وقفہ سوالات کے فوراً بعد اس قرارداد کو ہم take up کریں گے اور کلو صاحب نہ ہوئے تو بلوچ صاحب اسے پیش کریں گے۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! چونکہ ہر چیز bulldoze ہو رہی ہے تو اس سلسلے میں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب! آپ اس طرح کی بات نہ کریں کیونکہ اس ایوان کے اندر پنجاب کے عوام کی ترجمانی اور نمائندگی کرتے ہوئے یہاں ہر چیز ہو رہی ہے۔ آج تک آپ کوئی ایک incident بتادیں جو bulldoze ہوا ہو؟

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میری عرض سن لیں، میں آپ سے ruling چاہوں گا کہ میری جو دو تحاریک التوائے کار ایک فلیٹ ریٹ آبیانے اور دوسری شوگر ملز کی ادائیگی کے بارے میں تھیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب! ویسے آپ خود ایک senior parliamentarian ہیں، یہ وہ issues ہیں جو آپ سپیکر آفس اور ان کے چیمبر میں بیٹھ کر ان سے پوچھ سکتے ہیں، اگر کوئی مسئلہ ہو تو ان سے پوچھیں اس کے بعد اس کو raise کریں۔ میرا خیال ہے کہ اس پر کافی بات ہو چکی ہے اور

اس کو کل کے لئے fix کر لیا ہے بہت مہربانی۔ ہم non issue کو issue نہ بنائیں کیونکہ جب میں آپ کی تحریک کو کل پر fix کر رہا ہوں تو میرے خیال میں اب کوئی بات رہ نہیں جاتی۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! ہمارے لوگوں سے آپ سو سو ایکڑ پر ٹیکس state machinery سے وصول کر رہے ہیں اور دس دس ایکڑ کو پانی نہیں لگ رہا ہے۔ میں نے پچھلی حکومت میں یہاں کھڑے ہو کر کمیٹی بنوائی تھی اور اس میں تھل کینال ڈویژن پر 50 فیصد رعایت دے دی گئی تھی اور وہ تین سال کے لئے تھی اب وہ period ختم ہو گیا ہے۔ میری وہ قرارداد فلیٹ ریٹ آبیانے پر ہے اور اس سلسلے میں بھی رانا صاحب نے یہی فرمایا تھا کہ زراعت کی بحث والے دن اس پر کمیٹی بنائیں گے۔ میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ آپ tense نہ ہوں، فلیٹ ریٹ آبیانہ کسانوں کا معاشی قتل ہے۔ جب پانی ہی نہیں مل رہا، کوئی پانی ہی نہیں دے رہا ہے تو ان سے پھر فلیٹ ریٹ آبیانہ کیوں وصول کیا جا رہا ہے؟ بالخصوص ہمارے تھل کینال ڈویژن میں وہاں ہمارے پانچ اضلاع ہیں خوشاب، میانوالی، بھکر، مظفر گڑھ اور لیہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب! شکریہ۔ آپ کی بات registered ہو گئی ہے، تشریف رکھیں۔ میں نے already اس پر ایک ruling دے دی ہے ہم کل اس کو question hour کے بعد take up کر رہے ہیں۔ باقی جو آپ کے معاملات ہیں آپ سپیکر چیمبر میں تشریف لائیے گا ان پر بات ہو جائے گی۔ جی، عامر سلطان چیمہ!

چوہدری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! مجھے سمجھ نہیں آتی کہ حکومتی اراکین یہاں آ کر کیوں شور ڈالتے ہیں؟ اس طرح کے مسئلے تو اسمبلی سے باہر ان کی پارلیمانی پارٹی میں طے ہو جانے چاہئیں یا یہ وزیراعلیٰ سے عرض کریں وہاں طے ہو جانے چاہئیں۔ ان کے لئے تو مسائل ہی کوئی نہیں ہیں۔ یہ وزیراعلیٰ سے بات کریں، ان کے مسائل وہاں پر حل ہو سکتے ہیں۔ یہاں پر صرف اور صرف اخبارات تک پہنچانے کے لئے اپنی تشہیر کی جاتی ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ اس طرح کرنے کی بجائے انہیں اپنی گورنمنٹ یا اپنی پارلیمانی پارٹی میں یہ request کرنی چاہئے اور وہاں بیٹھ کر مسئلے حل ہو سکتے

ہیں۔ میری گزارش ہے کہ ہم بات سننا چاہتے ہیں اور ہم صبح سے بیٹھے ہوئے ہیں اگر سارے ممبران نے بات کر لی ہے تو پھر ہم منسٹر صاحب سے ان کی wind up speech سننا چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ ملک اختر حسین نول!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب شوکت محمود بسرا!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب اللہ رکھا!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ رفعت سلطانہ ڈار!

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار:۔ جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے وقت دیا، مجھے تو وقت ملتا ہی نہیں ہے۔ جب بھی میرا وقت آتا ہے تو میں ہر دفعہ میری تحریک pending ہو جاتی ہوں۔ میں سب سے پہلے اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتی ہوں کہ ہر کوئی اٹھ کر ٹیکسوں پر واویلا کرنا شروع کر دیتا ہے، رونے لگ جاتا ہے اور حکومت کی طرف بھی دیکھنا چاہئے کہ حکومت کس بحران سے گزر رہی ہے۔ اگر ایک دریا میں سے، اگر وگدے دریا وچوں پانی دی ٹبک لے لئی جائے تے اوس دریا وچ کوئی فرق نئی پڑدا۔ اگر ہم نے توجہ دینی ہے تو زراعت کی ادویات اور سپرے پر دیں کہ وہ خالص ہونی چاہئیں۔ جو ادویات استعمال کی جاتی ہیں آپ نے دیکھا ہو گا کہ سبزیاں نہایت نکمی ہو رہی ہیں، ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہا ہے۔ سندھ طاس معاہدہ کے تحت پانی لیا جاتا ہے وہ بند ہو گیا ہے اس کی طرف توجہ دینی چاہئے کہ انہوں نے بند کیوں کیا؟ کمیٹیاں بننی چاہئیں ان سے نہ صرف پانی بحال کروایا جائے بلکہ جو انہوں نے پانی بند کیا ہے اس پر ان کو fine بھی کیا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم نے اپنی پیداوار کو بڑھانا ہے تو ہمیں چاہئے کہ flowers کی پیداوار بڑھائی جائے کیونکہ اس سے عرقیات جو بنتے ہیں وہ بچوں کی صحت کے لئے بہت مفید ہے۔ تیسری بات پھلوں کی کاشت ہے، ان کے اوپر بھی سپرے ہونا چاہئے۔ آپ ہنس کیوں رہے ہیں ابھی تک تو میں نے کوئی لطیفہ بولا نہیں۔ (قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! I.M.F کا رونا کیوں رو رہے ہیں؟ یہ International Monitoring Fund ہے۔ پچھلے tenure میں O.D کا نہایت استعمال کیا گیا، O.D کہتے ہیں over draft کو۔ over draft اس وقت لیا جاتا ہے جب آپ کے اکاؤنٹ میں پیسے نہیں

ہوتے، پھر debit balance لیا جاتا ہے، پھر وہ دوسروں کے اوپر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ ہم تو اس کو لے کر جا رہے ہیں باقی آنے والے خود بخود بھرتے پھریں گے۔ اسی وجہ سے حکومت کے خزانے خالی ہو گئے ہیں۔ اب حکومت کی انکم زیادہ تر دفاع پر خرچ ہوتی ہے، اب ہمارا محکمہ دفاع ہمیں کمائی تو کر کے نہیں دیتا، وہ تو سرحدوں کی حفاظت کرتا ہے اس لئے حکومت نے اگر تھوڑا بہت کسی کے اوپر ٹیکس عائد کر دیا ہے تو اس میں کوئی جان تو نہیں چلی جائے گی۔ چھوٹے کاشتکاروں پر ٹیکسوں کا کوئی اثر نہیں پڑتا، یہ بڑی بڑی مچھلیاں اور مگر مچھ ہیں جو اپنے آپ کو save کرنے کے لئے ٹیکس کا رونا روتے ہیں اور باہر چلے جاتے ہیں یہ سراسر زیادتی ہے۔ میں اب ایک دوسری بات کی طرف توجہ دلانا چاہتی ہوں کہ حکومت جمہوری ہے اس میں آزادی پوری پوری دی گئی ہے، میڈیا کو بھی آزادی ہے اور صحافت کو بھی آزادی ہے مگر اس آزادی کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے، اگر حکومت پر تنقید کرنی ہے تو جامع تنقید کریں، انتقامی تنقید نہ کی جائے۔

جناب سپیکر! میں اب ایک اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہتی ہوں، میں زیادہ بات نہیں کرنا چاہتی کیونکہ اس طرف تو کوئی آتا ہی نہیں۔ جمعہ کے روز ایک پروگرام لگتا ہے "ہم سب امید سے ہیں" اس میں وزیراعظم کو دکھایا جاتا ہے، اس میں صدر مملکت کو دکھایا جاتا ہے اور ہمارے وزیراعلیٰ کو اس طرح دکھایا جاتا ہے کہ وہ تنور پر روٹی لگا رہے ہوتے ہیں اور وہ سڑی ہوئی روٹی لگاتے ہیں۔ مجھے بتایا جائے کہ ہماری زراعت اتنی سڑ گئی ہے کہ جلی ہوئی روٹی دکھائی جائے؟ وزیراعلیٰ کے اس طرح کے statue بنا کر دکھائے جاتے ہیں جس سے عوام کے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور بڑا نقصان ہوتا ہے۔ پچاس ممالک کے میڈیا پر یہ چیز دکھائی جاتی ہے اس سے ہماری حکومت بھی کمزور ہو گی، معیشت بھی کمزور ہو گی اور ہر ایک کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ لہذا میں میڈیا سے درخواست کروں گی کہ ہمارے لیڈران کے ایسے statue بنا کر نہ دکھائے جائیں، آپ ہمارے statue بنالیں کیونکہ ہم تو خود ہی statue بنتے جا رہے ہیں۔ (قہقہے)

جناب سپیکر! بھارت کا ایک حکمران تھا اس نے "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا قانون اپنایا ہوا تھا کہ اگر ساتھ والی حکومت کو کمزور دیکھو تو فوری طور پر اس پر attack کر دو۔ اس طرح ہم خود ہی دوسرے ممالک کو attack کرنے کی اجازت دیتے ہیں، دعوت دیتے ہیں۔ زراعت کی

معیشت کو صحیح طریقے سے اپنایا جائے اگر اس پر تھوڑا بہت ٹیکس لگ بھی جاتا ہے تو اس کو ایک وقت کے لئے برداشت کر لیا جائے اگلے سال خود یہی ہاؤس اس پر بحث کر کے اس کو ختم کروا سکتا ہے، ملک کا بحران تو ختم ہو جائے گا۔ میں اسی کے ساتھ ہی اپنی تقریر ختم کرتی ہوں کہ میں زیادہ وقت نہیں لیتی۔ شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، جناب شیر علی خان!

جناب شیر علی خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! یہاں جو میرے ساتھی ممبران نے زراعت کے متعلق اپنے جذبات اور تجاویز پیش کی ہیں میں ان کی قدر کرتے ہوئے اور ان کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ جس طرح کیلیفورنیا یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ کا فوڈ باسکٹ کہلاتا ہے اسی طرح پنجاب برصغیر کا فوڈ باسکٹ کہلاتا ہے۔ یہ پنجاب تمام پاک و ہند بشمول افغانستان اس کی فوڈ گرین کی ضروریات کو پورا کرتا تھا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اجلاس کا وقت بیس منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

جناب شیر علی خان: یہ پنجاب، اس پورے خطہ کی فوڈ گرین جس میں گندم بھی شامل ہے اس کی ضروریات پوری کرتا تھا آج کیا وجہ ہے کہ پنجاب کے بارڈرز کو سیل کر کے یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ پنجاب آج اس پورے خطہ کو گندم مہیا نہیں کر سکتا۔ یہاں میرے سے پہلے بیشتر ممبران نے کہا کہ زراعت بلاشبہ ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ میں یہاں یہ شامل کروں گا کہ زراعت کی ریڑھ کی ہڈی ہمارا غریب کسان ہے۔ اس کا ذکر بھی یہاں تمام ممبران نے کیا لیکن اکانومسٹ کی ایک اصطلاح poorest of the poors کی ہے۔ میں غریبوں میں سب سے غریب کسان کا ذکر کروں گا اور وہ کسان، بارانی علاقے کا کسان ہے۔ میں خود ایک بارانی کاشتکار ہوں اور میرا حلقہ انتخاب بھی بارانی علاقے پر مشتمل ہے۔ میں وزیر زراعت کی خدمت میں یہ عرض پیش کروں گا کہ یہ policy document جو رانا صاحب نے یہاں کھڑے ہو کر کہا کہ اس گورنمنٹ کی collective wisdom ہے اس کے اندر کہیں بھی بارانی علاقے کا ذکر نہیں ہے، میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ ہمارا کسان کیوں poorest of the poors ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری صرف ایک ہی

فصل ہوتی ہے اور وہ فصل گندم کی ہے، اس کی پیداوار بارہ سے سولہ من فی ایکڑ ہوتی ہے وہ بھی اگر بارش ہو جائے، اگر آپ inputs کی cost لیں تو جس طرح یہاں کہا گیا کہ فرٹیلائزر 3200 روپے کا بیگ ہے جو فی ایکڑ استعمال ہوتا ہے، 3300 روپے کا ہمیں بیج ملتا ہے، پانچ ہزار روپے کا ساتھ ہل ہم دیتے ہیں تب زمین تیار ہوتی ہے۔ اسی طرح harvester کا خرچہ، reaper کا خرچہ اور لیبر یہ تمام اخراجات اگر ڈالے جائیں تو چودہ ہزار تین سو پچاس روپے کا خرچ آتا ہے جو پندرہ من گندم کی قیمت ہے۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر صاحب سے یہ سوال کرتا ہوں، یہاں میری ایک بہن نے کہا کہ ٹیکس لگایا جائے، پندرہ من گندم ہماری اوسط نہیں ہے اور پندرہ من گندم کی قیمت ہماری inputs پر لگ جاتی ہے، ٹیکس ہمارے اوپر کس چیز کا لگایا جاتا ہے؟ ہمارا ضلع فرنٹیئر کے بارڈر پر ہے اور میرے بہت سارے علاقے کا بننا، میرے اور ٹریژری بنچوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہے، ہمارا اور فرنٹیئر کے درمیان فاصلہ کم ہے۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم جب بنہ cross کرتے ہیں تو وہاں پر 1300 سے 1500 روپے من گندم آج بھی فروخت ہو رہی ہے تو ہمارے اوپر کیا ظلم ہے کہ ہمیں کہا جاتا ہے کہ وہ جو ایک فصل ہے وہ بھی تحصیلداروں، پٹواریوں اور پولیس کے ذریعے آپ ہمارے گھروں سے اٹھا کر لے جاتے ہیں، یہ ظلم نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

جناب والا! کچھ دن پیشتر اکنامک مانیٹرنگ کمیٹی کی میٹنگ ہوئی جس کی صدارت شوکت ترین صاحب نے کی اور وہاں پر تینوں صوبوں نے یہ شکایت کی کہ پنجاب نے جو اپنے بارڈز سیل کر رکھے ہیں اس کی وجہ سے جو آٹا پنجاب میں ساڑھے تیئس روپے کلو دستیاب ہے وہ این ڈبلیو ایف پی اور بلوچستان میں چالیس روپے کلو اور سندھ میں چھتیس روپے کلو بیچا جا رہا ہے۔ میں یہاں پر آپ کی وساطت سے وزیر صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ یہ inter provincial جو پابندی لگائی گئی ہے اور جو ہمارے ہر کسان کو سمگلر بنا دیا گیا ہے، عید پر اٹک جیل کے اندر چار سو لوگ ایسے تھے جو ایک بیگ یا دو بیگ آٹا فرنٹیئر لے جاتے ہوئے پکڑے گئے اور ان کی ضمانت اس لئے نہیں ہو رہی تھی کہ ضمانتی ان کو اس علاقے کا چاہیئے تھا اور چونکہ ان کا تعلق فرنٹیئر سے تھا، ان کو ضمانتی نہیں مل رہا تھا لہذا آپ کم از کم ہمارے علاقے کو اس سمگلنگ سے بچائیں اور اس کی جو لوگ سرپرستی کر رہے ہیں ان

کی سرکوبی کی جائے۔ یہ بارڈرز کھولے جائیں، پنجاب پہلے بھی افغانستان کو گندم مہیا کرتا تھا، یہ کوئی نیا کام نہیں ہو رہا، ٹائم کی چونکہ کمی ہے میں اب تجاویز کی طرف آؤں گا۔

جناب والا! سب سے پہلے میں یہ عرض کروں گا کہ یہاں پر فلیٹ ریٹ آبیانہ پر بہت شور مچا، یہاں پر انڈیا کے پانی روکنے پر بہت شور مچا، ہمارے پاس تو پانی ہے ہی نہیں تو ہمارا رونا اور ہے، میں یہ رونا روؤں گا کہ ہمارے ہاں سمال ڈیم بنائے جائیں۔ کالا باغ ڈیم پر اگر آپ کو اعتراض ہے تو آپ کالا باغ ڈیم نہ بنائیں، چھوٹے ڈیم تو خدارا! ہمارے علاقے میں بنائیں تاکہ ہماری جو بہت اچھی زمینیں ہیں وہ سیراب ہو سکیں۔ وہاں پر ڈرپ اریگیشن بھی ہمیں مہیا کیا جائے اور اس پر سبسڈی دی جائے۔

جناب والا! اس کے علاوہ لیزر levellers کی یہاں پر بات ہوئی۔ میں گزارش کروں گا کہ لیزر levellers ہر یونین کونسل سطح پر دیا جائے کیونکہ تحصیل میں اگر ایک آدھ لیزر levellers ہو تو وہ influential لوگ لے جاتے ہیں اور وہ کسی غریب کسان کو نہیں ملتا۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ عرض کروں گا کہ چونکہ ہمارے ملک میں energy crisis ہے تو میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ سولر پمپس متعارف کروائے جائیں۔ جہاں پر آپ اتنی سبسڈی اور چیزوں پر دے رہے ہیں تو آپ سولر پمپس امپورٹ کر کے ہمیں اس پر سبسڈی دیں تاکہ وہ ان ڈیموں سے پانی لفٹ کریں تو اس سے ہمیں بجلی کے بلوں سے نجات حاصل ہو جائے۔ یہاں پر یہ کہتے ہیں کہ ان پر نئے ٹیکس لگائے جائیں۔ میں تو یہ کہوں گا کہ ہمارے اوپر جتنے بھی ٹیکس ہیں وہ معاف کئے جائیں۔

جناب والا! ایک اور میری تجویز یہ ہے کہ ہم جب زمین سیراب کرتے ہیں تو اس زمین کی قسم بدل دی جاتی ہے وہ جو میرا زمین ہوتی ہے اس کو چاہی بنا دیتے ہیں، بات یہ ہے کہ ہمیں پھر اس سے دگنا، تین گنا ٹیکس دیا جاتا ہے تو ہمیں کیا incentive ہے کہ ہم ایک بارانی زمین کو سیراب کریں، اس پر باغ لگائیں اور اس کے بعد تین گنا ٹیکس دیں۔ ہمیں incentive دیا جائے کہ وہاں پر جب ڈیم بنیں تو ہم اپنی زمین کو ان سے سیراب کریں۔ ہمارے علاقہ فتح جھنگ میں شاہ پور ڈیم ہے، وہ جب سے تعمیر ہوا ہے تب سے اس کی main stream جو ہے وہ repair نہیں ہوئی ہے اور جگہ جگہ سے پانی leak کر رہا ہے اور چار دیہات اس سے سیراب ہوتے تھے اب ایک دیہات کو بھی پانی نہیں ملتا۔

میری آپ کی وساطت سے وزیر صاحب سے یہ گزارش ہے کہ ان چینلز کو repair کیا جائے اور نئے ڈیم تعمیر کئے جائیں۔

جناب والا! ڈیزل کی ہر آدمی نے بات کی ہے کہ ڈیزل پر ہمیں خصوصی رعایت دی جائے۔ میں اس کے ساتھ ایک اور چیز کا اضافہ کروں گا کہ یہاں پر سی این جی بسوں کی تو بات کی جاتی ہے، سی این جی رکشا کی بات کی جاتی ہے تو کیوں نہ ہمیں سی این جی ٹریکٹر امپورٹ کر کے دیئے جائیں جن سے ہم کم لاگت پر کاشت کر سکیں۔ میں نہیں جانتا کہ اس کی کیا feasibility ہے اور گورنمنٹ اس کے اوپر ضرور غور کرے۔

جناب والا! وزیر اعلیٰ صاحب کی گرین ٹریکٹروں کی بہت اچھی سکیم ہے، اس کی بیلٹنگ بھی بہت شفاف ہوئی لیکن میں صرف پارٹی لائن سے ہٹ کر بات کر رہا ہوں کہ میں یہ کہوں گا کہ جب آپ اگر یہ دوبارہ سکیم لائیں تو ہر یونین کونسل میں ایک ٹریکٹر دیا جائے کیونکہ اس طرح ہوا ہے کہ ایک یونین کونسل میں پانچ پانچ ٹریکٹر چلے گئے ہیں اور کئی یونین کونسل اس سے محروم رہ گئے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ آپ جب بیلٹنگ کریں تو ہر یونین کونسل کی جو درخواستیں ہیں ان کو پوری تحصیل میں الگ بیلٹ کریں تاکہ ہر یونین کونسل میں ایک ٹریکٹر اگر چلا جائے تو وہ بہتر ہوگا۔

جناب والا! آخر میں یہ عرض کروں گا کہ یہاں پر آئی ایم ایف کے ٹیکسوں کی بات کی گئی کہ آئی ایم ایف نے کہا ہے کہ ٹیکس ضرور لگے گا، آج کی اخبار "جنگ" میں بھی اس کی رپورٹ کی گئی ہے اور آئی ایم ایف کے ایکسپرٹ نے جو کہا ہے میں صرف وہ quote کر کے اجازت چاہوں گا کہ When we talk about agricultural income tax میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لفظوں کے ہیر پھیر ہیں، میں تو کہتا ہوں کہ خدارا ہمارے اگلے ٹیکس بھی معاف کریں اور نئے ٹیکس ہم پر مت لگائیں۔ ہماری input cost ہماری output سے بہت زیادہ ہے۔ میں انہی الفاظ کے ساتھ آپ سے اجازت چاہوں گا۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ یہاں بار بار جاگیر دار کا کہا گیا ہے، میں بھی پنجاب کے ایک بہت بڑے گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں، ہم نے زرعی اصلاحات میں ڈیڑھ لاکھ ایکڑ زمین surrender کی ہے۔ یہ جو ہمیں طعنے دیتے ہیں انہیں چاہئے کہ اپنے گریبانوں میں دیکھیں۔ بہت مہربانی شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ آپ ہر مقرر کے لئے دو دو منٹ کر دیں تاکہ سب کو موقع مل جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اپنا ٹائم چھوڑ ہی دیں۔جی، رانا مبشر اقبال صاحب!

رانا مبشر اقبال: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! زراعت پر بہت ساری باتیں ہو گئی ہیں، پیداوار بڑھے، کسانوں کو سہولیات ملیں لیکن میں کہنا چاہتا ہوں کہ جب ہماری فصلیں آ جاتی ہیں تو ان کو خریدنے کے لئے کوئی نہیں ہوتا، میری تجویز ہے کہ اس کے لئے proper بندوبست کیا جائے۔ حکومت اس کی خریداری خود کرے اور ضلع میں ایسے شیڈ ہونے چاہیئں جہاں گندم رکھ سکیں کیونکہ ہماری گندم کھلی پڑی ہوتی ہے۔ پہلے چاول -/1800 روپے کے حساب سے بکتا تھا لیکن اب چاول مارکیٹ میں آیا ہے تو -/1000 روپے میں بھی کوئی خریدنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ زمیندار محنت کرتا رہتا ہے لیکن فائدہ ذخیرہ اندوز لے جاتے ہیں۔ لہذا اس کا proper بندوبست ہونا چاہیئے اور گورنمنٹ خریدے تاکہ اس کا فائدہ زمیندار کو پہنچ سکے۔ اس طرح جب مارکیٹ میں مختلف چیزیں آتی ہیں مثلاً تربوز آتا ہے تو زمیندار ٹرک کا کرایہ وغیرہ چار سے پانچ ہزار روپے دے کر آتا ہے لیکن جب منڈی میں آتا ہے تو اس کا ٹرک ایک ہزار روپے کا بکتا ہے۔ لہذا ہماری پنجاب حکومت کو اس کا بھی proper بندوبست کرنا چاہیئے اسی طرح ٹماٹر، شلجم یا جس سبزی کا بھی سیزن ہوتا ہے اسے کوئی نہیں پوچھتا اور وہ تمام ضائع ہو جاتی ہے اور سڑکوں پر پڑی رہتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جاوید صاحب! پلیز! ذرا ہاؤس میں discipline کا خیال رکھیں۔ بہت اہم بحث ہو رہی ہے لہذا سارے ممبران خیال رکھیں چونکہ معزز ممبران بات کر رہے ہیں۔

رانا مبشر اقبال: اس سے سرمایہ ضائع ہوتا ہے۔ زمیندار سپرے کرتا ہے، ہم زمینوں سے پیداوار تو لیتے ہیں لیکن اسے proper استعمال میں نہیں لا سکتے۔ جیسے میرے بھائی فروٹ کے بارے میں کہہ رہے تھے کہ جب آم کا سیزن ہوتا ہے تو کوئی 30 روپے کلو بھی نہیں لیتا لیکن جب ٹائم گزر جاتا ہے تو وہی ہمیں ملتے ہی نہیں لہذا میری گزارش ہے کہ ہم اس کے لئے بھی proper بندوبست کریں، شیڈ بنائیں

اور ہر چیز کو ادھر رکھیں اور جب ٹائم آئے تو اسے export بھی کریں اس سے ہماری آمدنی میں بھی اضافہ ہو گا لہذا پنجاب میں جو بھی فصل ہوتی ہے اسے بروقت سمیٹ لینا چاہئے-یہاں آٹے کی قلت ہوتی ہے-ذخیرہ اندوزوں سے بچ جائیں-ہر ضلع میں پانچ پانچ، دس دس ایسے آدمی ہیں جنھوں نے چاول اور گندم خرید کر کے جمع کر لئے ہیں جب سیزن نکل جاتا ہے تو وہ تمام لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں اور ان کی مینجمنٹ ایسی ہے کہ پھر اسے black میں بیچتے ہیں-اگر ہم پنجاب میں خود proper بندوبست کریں تو بے شک آٹا سرحد، بلوچستان، افغانستان بلکہ جہاں مرضی جائے کم نہیں ہو گا-اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پنجاب میں گندم اور چاول وافر مقدار میں ہوتا ہے اور یہ پورے ملک کے لئے کافی ہے-جیسے باقی دوستوں نے تجاویز دی ہیں میں بھی عرض کروں گا کہ زرعی بجلی میں half rate ہونا چاہئے۔ ہمارے ساتھ انڈیا میں زمیندار کو ٹوٹل بجلی مفت ہے-زمیندار کا جتنا بھی زرعی بل آتا ہے وہ ادا نہیں کرتے، بالکل مفت ہے-ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں کہ ہم یہ afford کر سکیں اور زمیندار کو اتنے وسائل دے سکیں لیکن جہاں تک ممکن ہے زمیندار کو adjust کریں اور اسے سہولتیں دیں-

جناب سپیکر! جہاں تک آبیانے کا مسئلہ ہے، ہمارا پانی تو ویسے ہی بند ہو گیا ہے-جہاں آبکاری ہو وہاں آبیانہ ہوتا ہے لیکن ہم آبیانہ دیتے ہیں اور دیں گے لیکن زمیندار کو دوسرے ٹیکسوں سے relief دلایا جائے-اگر ایک کمیٹی بنا کر proper حساب کیا جائے تو پھر پتا چلے گا کہ زمیندار کے فی ایکڑ کیا اخراجات آتے ہیں اور اس کی آمدنی کیا ہوتی ہے؟ بعض اوقات تو وہ برابر میں رہ جاتا ہے-اگر اس کی ایک فصل بارش یا قدرتی آفت کی وجہ سے loss ہو جائے تو وہ بے چارہ دس دس سال تک سنبھل ہی نہیں سکتا-زمیندار تو پہلے ہی آڑھتیوں سے لے کر گندم کی واہن کھا چکا ہوتا ہے-لہذا میری گزارش ہے کہ حکومت زمینداروں کو proper facilities دے۔ ان کی حوصلہ افزائی ہو گی تو وہ اس میں دلچسپی لیں گے-اب گندم کا ریٹ بڑھایا گیا ہے اس سے زمیندار کو فائدہ ہو گا، اسی طرح چاول کا بھی ہونا چاہئے لیکن خریداری گورنمنٹ کرے اور ان ذخیرہ اندوزوں سے بچایا جائے-میرے خیال میں اور دوستوں کو بھی ٹائم ملنا ہے-بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ - علی اصغر منڈا صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں - شہزاد سعید چیمہ صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں-سید حسن مرتضیٰ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! چیمہ صاحب آ گئے ہیں-

جناب ڈپٹی سپیکر: تمام معزز ممبران سے گزارش ہے کہ ہاؤس کے اندر seriousness کا خیال رکھیں-آپ کو پریس بھی دیکھ رہا ہوتا ہے اور ہم نے یہاں پر ایک decorum کا بھی خیال رکھنا ہوتا ہے- جی، چیمہ صاحب!

جناب شہزاد سعید چیمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! زراعت پر کافی بحث ہوئی ہے اور تمام ممبران نے انتہائی مفید مشورے دیئے ہیں-اس میں سب سے زیادہ input اس لئے آ رہی ہے کہ ایک تو یہ سب سے اہم مسئلہ ہے اور دوسرا تقریباً 70 فیصد ممبران حضرات اس پیشے سے منسلک ہیں- میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف اور محترم سیکرٹری صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ یہ time frame and result oriented debate ہونی چاہئے-اس ساری بحث کا نتیجہ results میں آئے تاکہ اس کا فائدہ نہ صرف ہمیں بلکہ تمام پنجاب اور indirectly پورے پاکستان کو ہو۔ میری پہلی گزارش تو یہ ہے کہ ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ، کسی بھی ادارے کی ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے- پچھلے بیس سال سے دنیا میں سب سے important sector یا تو human resource کو گنا جاتا ہے یا پھر ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ کو گنا جاتا ہے- مجھے نہیں اندازہ کہ پاکستان میں ایگریکلچر the research and development regarding seeds, regarding fertilizer, regarding the soil testing جو ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ ہو رہی ہے آیا اس کی information کا شتکار تک extend بھی ہو رہی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہو رہی تو متعلقہ محکمہ سے میری درخواست ہو گی کہ وہ کاشتکار تک ضرور پہنچے کہ یہ سابق صورتحال تھی، یہ حالیہ صورتحال ہے اور مستقبل قریب میں ہم اس میں یہ سارا سلسلہ کر رہے ہیں-آج میڈیا کا دور ہے، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا موجود ہے اس لئے یہ چیزیں کاشتکار تک پہنچانا بالکل مشکل نہیں رہ گیا-سابق دور میں تو شاید کوئی مسئلہ ہوتا ہو گا لیکن آج کل نہیں-اب اتنا اچھا infrastructure develop ہو گیا ہے کہ

ہر بندے تک ہر چیز بآسانی پہنچائی جا سکتی ہے-اس سے نہ صرف آپ کی output increase ہو گی بلکہ کاشتکار میں ایک بڑا مثبت پیداواری رجحان بھی پیدا ہو گا۔

جناب سپیکر! ہم سب یہاں پر گندم، کپاس اور گنے کے متعلق بات کر رہے ہیں-مثال کے طور پر میری 25 ایکڑ زمین ہے تو مجھے اس میں multi crop cultivation کی awareness ضرور ہونی چاہئے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا ٹائم مزید 20 منٹ بڑھایا جاتا ہے-

جناب شہزاد سعید چیمہ: گندم کے سیزن میں اگر مٹر کی کاشت ممکن ہو، گندم کے سیزن میں ہی اگر مکئی کی کاشت ممکن ہو یا کوئی اور چیز ممکن ہو تو وہ اسے ساتھ کاشت کرے۔25 ایکڑ گندم لگا کر اگر اس کو سیراب نہ کر سکے، اس کے inputs پورے نہ کر سکے تو اس سے بہتر ہے کہ پانچ پانچ ایکڑ پر تین مختلف crops کاشت کر کے اس کو multi crops میں لے جائے تاکہ اگر خدانخواستہ اسے ایک crop سے نقصان ہو جائے تو باقی دو فصلیں اس کے لئے income کا سبب بن سکیں۔سب نے load shedding اور water shortage کی باتیں کی ہیں۔ایک فاضل ممبر نے فرمایا کہ دو دو گھنٹے بجلی کی breakage کرنے کی بجائے دس گھنٹے لگاتار کر لیں کیونکہ ہمیں یہ وارا نہیں کھاتا کہ بجلی کے ٹیوب ویل سے ہمارا آدھا ایکڑ سیراب ہو اور بجلی چلی جائے۔اس کے بعد جب دوبارہ پھر دو گھنٹے کے بعد بجلی آئے گی تو ایک ایکڑ کی irrigation دس گھنٹے پر مبنی ہو گی، یہ بالکل کاشت کار کے مفاد میں نہیں ہے اس لئے اس جانب ضرور دھیان دیا جائے۔بے شک واپڈا والوں سے رابطہ کر لیں یا جس طرح سے بھی ممکن ہے اس صورتحال کو بہتر کیا جائے۔

جناب سپیکر! water shortage کو پورا کرنے کے لئے small hydro power units generation قائم کئے جائیں۔یہ پہلے بھی بات ہوئی تھی، میں نے پہلے بھی ایک دو دفعہ official meetings میں درخواست کی تھی جس پر وزیر اعلیٰ، وزیر اعظم اور صدر صاحب نے میرے ساتھ اتفاق کیا ہے۔ They are very much determined to go for the hydro power generation units اور اس بارے میں sites بھی identify ہو چکی ہیں۔آپ کی بہت ساری بڑی انہار پر natural falls ہیں جن کو استعمال کر کے hydro

لگا کر اس ضلع district wise ہیں جو کہ units کی جا سکتی ہے۔ یہ ایسے power generation کی بجلی کو نہ صرف پورا کر دیں گے بلکہ self sustainable بھی ہوں گے۔ Water shortage سب سے اہم معاملہ ہے۔ آبیانہ، مالیہ یہ ساری چیزیں ہم پر لاگو ہیں، ہم روتے بھی ہیں اور taxes بھی دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم جو taxes ادا کر رہے ہیں ہمیں ان کی facilities available نہیں ہیں جو کہ ان کے عوض ہمیں ملنی چاہئیں۔ خدارا! اس پر ضرور غور کریں۔ صوبوں کے لسانی اور صوبائی فسادات کو چھوڑ کر پاکستان کی بقا اور سلامتی کے لئے سوچیں۔ Trust me، میں اس مقدس ایوان میں کھڑا ہو کر ensure کرتا ہوں کہ پاکستان کی بقا اور وجود کی سلامتی زراعت پر منحصر ہے۔ It is the sole bread earning baby of the country. اگر آپ اس کو neglect کر دیں گے تو آپ کے ملک میں جو ایک واحد کمائی کرنے والا بچہ ہے وہ بالکل ختم ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! آپ taxes کی بات کرتے ہیں، میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ آپ ہر چیز میں بھلے وہ fertilizers ہوں subsidy دیں۔ ہوتیانہ صاحب نے کہا ہے کہ خالی گرین ٹریکٹر سکیم نہ کریں بلکہ گرین ڈیزل سکیم بھی شروع کریں۔ میری درخواست ہو گی کہ چاہے کوئی بھی input ہو اس میں کسان کو subsidy دی جائے۔ آپ subsidy دیں، اگر آپ دو سو روپے دیں گے تو کاشتکار آپ کو دو ہزار روپے واپس کرے گا اور اس نے کیا ہے۔ تاریخ گواہ ہے آپ economic growth کے ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیں۔ وہ واحد کاشتکار ہی ہے جس نے آپ کی subsidy کو ten times increase کر کے واپس کیا ہے۔

جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے وزیر صاحب سے میری درخواست ہو گی کہ جتنے stock holders ہیں، بھلے وہ fertilizers کے ہیں، pesticides، ڈیزل یا کسی بھی ایسی چیز کے ہیں جو کہ کاشتکار کے inputs سے related ہے تو اس کا net ضرور break کریں۔ یہ ایک سرمایہ دارانہ نظام ہے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ ایف۔ آئی۔ آر رجسٹر ہو جاتی ہے۔ ایف۔ آئی۔ آر اس کھاد کے ڈیلر کے خلاف رجسٹر ہوتی ہے جس کے پاس سو بوری کا stock ہوتا ہے، جس کے پاس دو ہزار یا دو ہزار سے زیادہ بوری کا سٹاک ہوتا ہے اس کے خلاف ایف آئی آر درج نہیں ہوتی۔ آپ ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیں۔ بہت کم cases ایسے ہوں گے کہ بڑے سٹاک ہولڈرز کے خلاف ایف آئی آر درج ہوئی

ہو گی۔آج کل ٹیڈی کی فصل کھیتوں میں رُل رہی ہے۔غریب زمیندار جو کہ فصل کے آنے سے تین مہینے پہلے اس پلاننگ میں ہوتا ہے کہ اس نے اپنے بچے کی شادی کرنی ہے،اس کو اپنے دکھ سکھ کے لئے سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے۔وہ بے چارہ دوپہر کی کھاکر رات کی روٹی کھانے کے تصور میں بیٹھا ہوا ہوتا ہے اور جب اس کی فصل آتی ہے، جو کہ اس کا واحد ذریعہ آمدنی ہے اس فصل کے آنے پر یہ سرمایہ دارانہ نظام کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کو اس وقت تک گھسیٹتا ہے جب تک کہ وہ مجبوراً آدھے نرخوں پر اسے اپنی فصل دینے پر تیار نہیں ہو جاتا ہے۔آپ نے سوئی سے لے کر ٹینک تک لینا ہوتا ہے تو اس کے rate کا تعین دکاندار کرتا ہے۔خریدار بے چارہ بے بس کھڑا ہوتا ہے۔ہم وہ پسا ہوا استحصال زدہ طبقہ ہیں کہ جب ہم اپنی فصل بیچنے کے لئے جاتے ہیں جو کہ ہمارے خون پسینے کی کمائی ہوتی ہے تو اس کے rate کا تعین خریدار کرتا ہے۔میری درخواست ہے کہ اس استحصال کا کوئی نہ کوئی ضرور مداوا کیجئے۔اگر یہ کاشت کار بھی دوڑ گیا تو پھر کیا ہوگا؟آج کے دن تک ہمیں کاشت کاری نہیں بلکہ ہمیں لائیوسٹاک بچا رہا ہے۔یہ میرے سارے بھائی میری اس بات کی تائید کریں گے کہ صرف لائیوسٹاک ہی ہمارے دکھ سکھ میں شریک ہے۔

جناب سپیکر!وزیراعلیٰ صاحب نے ایک بہت اچھا اقدام کیا ہے۔پہلے صرف pesticides بیچنے والے پر پرچہ ہوتا تھا اور اس کا لائسنس منسوخ ہوتا تھا۔وزیراعلیٰ صاحب، سیکرٹری زراعت اور وزیر زراعت نے بہت اچھا اقدام کیا ہے کہ:

> Not only manufacturing factories but also the factories those are retailing to the products in general.

یعنی جس factory کا product پکڑا جائے گا اس کا لائسنس بھی منسوخ ہوگا۔میں ان کا شکر گزار ہوں کہ اب بڑے لوگ بھی احتیاط سے یہ کام کریں گے۔یہی درخواست میں fertilizers کے حوالے سے کرنا چاہوں گا without naming any fertilizers manufacturing factory کہ جتنی بھی بڑی فیکٹریاں ہیں جو کہ یوریا اور دوسری کھادیں بنا رہی ہیں اگر ان کی بنائی ہوئی کھاد کوئی ڈیلر دو ہزار کی بوری چار ہزار روپے میں بیچتا ہے اور جب اس ڈیلر پر اس خاص product کا پرچہ ہو

توکم ازکم Those big fertilizers manufacturing factories should be brought into the legal net. جس میں وہ بھیeffect ہوں،ان کو یہ پتا ہو کہ اگر ان کا پانچ سو روپے کاproduct نو سو روپے میں فروخت ہو گا تو وہ بھیunder the legal net ہیں۔
They should also be answerable not only to the poor farmers but the government also.

جناب سپیکر!crop purchase policy ضرور ہونی چاہئے تاکہ جن لوگوں کی چھ مہینے کی خون پسینے کی کمائی ہوتی ہے وہ خجل خوار نہ ہوتے رہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چیمہ صاحب!kindly wind up کر لیں کیونکہ آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

جناب شہزاد سعید چیمہ: جناب سپیکر! جی، میںwind up کرتا ہوں۔ملک صاحب نے بات کی تھی کہ ہر یونین کونسل کی سطح پرlaser leveller ہونا چاہئے۔اسی طرح محکمہ موسمیات ہر روز ہر ضلع کے موسم کے حوالے سے پرنٹ میڈیا میں خبر ضرور چھاپے تاکہ وہاں پر لوکل ضلع کے کاشتکار کو پتا ہو کہ آج یا کل کے موسم کی کیا صورتحال ہے۔

جناب سپیکر!poverty elevation programmes پورے پاکستان بالخصوص پنجاب میں چل رہے ہیں۔ان کی زیادہ تر،80 فیصد جوfunding ہے وہ poverty elevation زراعت پر ہو رہی ہے۔One trillion rupees اسfunding میں شامل ہیں۔ میں درخواست کروں گا کہ اسone trillion rupees کیaccountability ضرور ہو تاکہ ہم سب کو پتا ہو کہ آیا وہsource of income to the farmer ہے یا source of income to elevation programme ہے۔بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جی، سید حسن مرتضیٰ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میری دو چار گزارشات ہیں، میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔سب سے پہلے تو میں اپنے وزیر صاحب سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ ہماری جب بھی کوئی پالیسی بننے لگے تو اس میں زمینداروں کو ضرور شامل کرنا چاہئے۔ہماری جو پالیسیاں بناتے ہیں میرے خیال میں آج تک

انھوں نے کھیت میں جا کر نہیں دیکھا کہ وہاں پر کسان یا زمیندار کو کیا مسائل در پیش ہیں؟ آپ آج بھی اگر ریکارڈ نکلوا کر دیکھیں تو ہمارے سیکرٹری ایگریکلچر کے باہر کے ملکوں کے دورے زیادہ ہوں گے اور اندرون پنجاب وہ بہت کم گئے ہوں گے۔

(اذان عصر)

سید حسن مرتضیٰ: میں عرض کر رہا تھا کہ ان کے بیرون ممالک دوروں والی بات تھی۔ میرا جس علاقے سے تعلق ہے وہاں پر آج سے تقریباً کوئی 20/15 سال واسا فیصل آباد نے کوئی 32 ٹیوب ویل لگائے اور میرا علاقہ اتنا سر سبز تھا اگر آج آپ جا کر دیکھیں تو وہ پانی کی کمی کی وجہ سے بنجر ہو گیا ہے۔ پچھلی اسمبلی میں بھی میں نے on the floor یہ request کی تھی کہ ایک کمیٹی بنا دی جائے کیونکہ ہمارے نہری پانی کی تقسیم بھی کچھ اس طرح ہے کہ ٹوبہ اور فیصل آباد کا زمینی پانی چونکہ کڑوا ہے انہیں حصہ زیادہ ملتا ہے اور جھنگ کو کم پانی ملتا ہے۔ میں نے اس وقت انہیں یہ گزارش کی تھی کہ آپ ایک کمیٹی بنا دیں جو ان علاقوں کو دیکھے جہاں پر سے آپ پینے کا پانی لاتے ہیں وہاں سے پینے کا پانی لے جانے کی وجہ سے ہمارا water table بہت نیچے چلا گیا ہے اور ہمارا سر سبز علاقہ جس کی اوسط پیداوار اس وقت 50/50 من تک تھی آج وہ بنجر ہوا پڑا ہے۔ خدارا! اسے بنجر ہونے سے بچا لیا جائے لیکن چونکہ اس وقت کی حکومت اور وزراء نہیں چاہتے تھے، ان کے وزراء اور سپیکر صاحب کا تعلق بھی فیصل آباد سے تھا تو انہوں نے ہمارے اس مطالبے کو کوئی پذیرائی نہ دی اور ہماری بات نہ سنی گئی۔

جناب والا! میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اتنے عرصے سے محکمہ زراعت کا کوئی آدمی وہاں نہیں گیا۔ محکمہ زراعت والے وہاں جا کر دیکھیں کہ زمین کے بنجر ہونے کی وجہ کیا ہے؟ وہ کوئی اپنی رپورٹ تیار کر کے چیف منسٹر یا حکومت کو بھیجے کہ اس علاقے پر رحم کریں۔ میں اسی ایک چیز پر زور دیتا ہوں کہ ہمارے بیچارے زمینداروں کی کوئی آواز نہیں ہے۔ ان کو لوٹنے والے طبقوں کی unions بھی ہیں، ان کی آواز بھی سنائی دیتی ہے، ان کے چیمبر آف کامرس بھی ہیں، ان کے پاس ہر

چیز ہے جبکہ ہمارے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔آپ دیکھ لیں کہ 80 فیصد لوگوں کا روزگار ان علاقوں سے وابستہ ہے اور آپ یہاں دلچسپی دیکھیں کہ ہم کتنے اراکین بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب والا!آپ سے میری گزارش ہے کہ ہماری گورنمنٹ کو چاہئے کہ وہ ایک عوامی حکومت ہے، اس کے نمائندے یہاں عوام کی طاقت سے آئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہاں ایسی پالیسیاں بنیں جن سے reforms come in agriculture اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف holdings کم کی جائیں، اس میں اور بہت ضرورت ہے۔یہاں کافی باتیں ہوئیں کہ ناقص ادویات ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر وہ check کروائی جائیں تو وہ ان کیڑے مکوڑوں کے لئے اتنی مفید ہیں کہ انہیں جتنی دوائیاں دو، وہ اتنی زیادہ تیزی سے فصل پر حملہ کرتے ہیں۔

جناب سپیکر!آپ ہماری کھادوں کو دیکھ لیں۔آج بھی D.A.P کی قیمت میرے خیال میں 5300 روپیہ ہے، 2000 روپیہ گورنمنٹ subsidy دیتی ہے تب وہ کہیں 3300 کی بنتی ہے۔ اس کے اوپر کوئی expiry date تک نہیں لکھی ہوتی۔ زمینداروں کو پرانی کھادیں دے دی جاتی ہیں۔ ہماری فصلیں کھیتوں میں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں ان کی کوئی insurance نہیں ہوتی۔ میں یہ چاہوں گا کہ ہماری فصلیں بھی insured ہونی چاہئیں۔ ہماری فصلیں جب تیار ہو جاتی ہیں ان کے لئے کوئی خریدار نہیں ہوتا۔آج چاول کی فصل تیار ہوئی پڑی ہے اور کوئی خریدار نہیں ہے۔ سرکاری ریٹ 1500 روپیہ ہے اور ہمارے سے 1000 روپے میں چاول لیا جا رہا ہے۔ پانچ پانچ کلو کٹوتی ہو رہی ہے، زمیندار کو باردانہ بھی نہیں دیا جا رہا۔

جناب والا!ان ساری گزارشات کے ساتھ میں عرض کروں گا کہ آپ نے ٹریکٹر سکیم شروع کی ہے انتہائی اچھا اقدام ہے، لوگوں کو ملنی چاہئے لیکن میری یہ گزارش ہے کہ اس پر آپ سب کے لئے سبسڈی کا اعلان کر دیں۔ زرعی ملک ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

کتنی شرم کی بات ہے کہ ٹریکٹر بھی یہاں پر ایک لاکھ own دے کر لینا پڑتا ہے۔اس کی فوری دستیابی کو بھی یقینی بنایا جائے اور زمیندار کو یہ سبسڈی ضرور ملنی چاہئے۔کافی ٹائم ہو گیا ہے اور دوبارہ آپ کو نہ بڑھانا پڑے۔انہی گزارشات کے ساتھ میں آپ سے اجازت چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔آج بڑے important issue پر بات ہو رہی ہے لیکن ہمارے پاس وقت کا بھی مسئلہ ہے۔اس کے اندر خواجہ اسلام صاحب، محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ، رائے محمد شاہجہاں صاحب، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ، محترمہ ناظمہ جواد ہاشمی صاحبہ، مہر محمد فیاض صاحب، محترمہ زیب جعفر صاحبہ، سید ابرار حسین شاہ، محترمہ عارفہ خالد، محترمہ سکینہ شاہین، چودھری شوکت محمود بسرا صاحب، جناب آصف بشیر بھاگٹ صاحب، چودھری علی اصغر منڈا صاحب، محترمہ نرگس فیض صاحبہ، یہ سارے ساتھی بھی بات کرنا چاہتے تھے لیکن اب وقت کا مسئلہ ہے تو Minister Agriculture اس پر اگر کوئی winding up speech کرنا چاہتے ہیں تو وہ اس پر اپنی winding up speech کریں۔ میں ہاؤس کا وقت 10 منٹ اور بڑھاتا ہوں۔(قطع کلامیاں)

میری بات سنیں۔یہاں پر جتنے نام لئے ہیں ساری بڑی important باتیں کرنا چاہتے ہیں اور آج کل حالات بھی ایسے ہیں اور اگر ہم نے پنجاب کو کھڑا کرنا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم نے پاکستان کو stand کرنا ہے تو ہمیں پنجاب کے اندر زراعت کو کھڑا کرنا پڑے گا۔(قطع کلامیاں)

دیکھیں، میری بڑی مودبانہ گزارش ہے۔بسرا صاحب!جب آپ کا نام لیا گیا، منڈا صاحب! آپ کا بھی نام لیا گیا تو آپ موجود نہیں تھے۔(قطع کلامیاں)

آمنہ صاحبہ! پلیز، آپ کو پتا ہے میں آپ کو ہمیشہ ٹائم دیتا ہوں۔چونکہ میں نے کہہ دیا ہے آپ کی بہت مہربانی۔منڈا صاحب!آپ کی بھی بڑی مہربانی آپ تشریف رکھ لیں۔آپ کو پتا ہے میں نے ہمیشہ ٹائم دیا ہے لیکن آج نہیں۔

چودھری علی اصغر منڈا(ایڈووکیٹ):جناب سپیکر!میری عرض سن لیں۔یہ اتنا اہم issue ہے۔ہمیں لوگوں نے اس لئے ووٹ دے کر نہیں بھیجا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر:اگر میں اب ایک کو ٹائم دوں گا تو مجھے پھر سب کو ٹائم دینا پڑے گا اس لئے مجھے rules کا خیال رکھنا ہے۔پلیز!تشریف رکھیں۔

محترمہ آمنہ الفت:جناب سپیکر!میں صرف ایک issue پر بات کروں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ آپ in writing ان کو دے دیں وہ اس کو نوٹ کر لیں گے۔ جی، تشریف رکھیں۔ منسٹر صاحب! آپ اپنی winding up speech کیجئے گا۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا بے حد ممنون ہوں اور معزز اراکین جنھوں نے بہت اچھی تجاویز دیں اور باقاعدہ بحث میں حصہ لیا اور قیمتی آراء دیں میں ان سب کا شکر گزار ہوں جو اتنی دیر تک یہاں تشریف فرما ہیں۔ یہاں ممبران بہت اہم موضوع پر بات کرنا چاہتے تھے، جن لوگوں نے بات کی ہے اور جو بات نہیں کر سکے میں ان سب کا شکر گزار ہوں۔ میں خصوصی طور پر آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے صبر و تحمل کے ساتھ سب کو موقع دیا۔

جناب سپیکر! جس طرح آپ جانتے ہیں اور سب اراکین بھی سمجھتے ہیں کہ صوبہ پنجاب 9 کروڑ آبادی کا صوبہ ہے اور تقریباً 71 فیصد crop area پنجاب کا ہے۔ پنجاب میں 80 فیصد کپاس پیدا ہوتی ہے، پنجاب میں 77 فیصد گندم پیدا ہوتی ہے، پنجاب میں 95 فیصد باسمتی چاول اور 65 فیصد اری 6 چاول پیدا ہو رہا ہے، 95 فیصد citrus اور 78 فیصد آم اور 65 گنا فیصد پیدا ہو رہا ہے۔ اس طرح جتنی بھی بڑی اور چھوٹی فصلات پیدا ہو رہی ہیں۔ پنجاب ہی ایک ایسا صوبہ ہے جسے اناج گھر بھی کہا جا سکتا ہے اور زراعت گھر بھی کہا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! آج کل پوری دنیا کے جو مخصوص حالات ہیں کہ پوری دنیا میں food security بہت بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے۔ ہمارے صوبہ پنجاب میں پیداوار میں جو کمی ہوئی ہے میں آپ کو مختصراً آگاہ کرنا چاہوں گا کہ گندم 15 فیصد کم ہوئی ہے، چنا 41 فیصد کم ہوا ہے، مسور 22 فیصد کم ہوئی ہے، آلو 15.8 فیصد کم ہوا ہے، پیاز 26 فیصد کم ہوا ہے، کپاس میں 13 فیصد کمی ہوئی ہے، گنے میں 9 فیصد کمی ہوئی ہے، چاول میں معمولی اضافہ ہوا ہے، مکئی میں 5 فیصد اضافہ ہوا ہے اور صرف سورج مکھی میں 18 فیصد اضافہ ہوا ہے اس طرح جو ہمارا مجموعی خاکہ ہے یہ کوئی امید افزا اور حوصلہ افزا نہیں ہے کہ جس پر ہم یہ کہہ سکیں کہ زرعی صوبہ ہونے کے ناتے ہم ترقی کی منازل طے کر رہے ہیں۔ ہم جب یہ کہتے ہیں کہ ہمارا ملک زرعی ملک ہے، جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ملک کے اندر agro

based industry زراعت پر چل رہی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری 80 فیصد برآمدات زراعت پر ہیں اس وقت جو معاشی مسائل ہیں اور آج I.M.F کی بات ہوئی ہے، قرضوں کی بات ہوئی ہے تو ہم ایک قوم ہیں۔ آپ جنوبی ایشیا کے ممالک میں جا کر دیکھیں کہ وہاں لوگ ایک قوم کی طرح دن رات کام کر رہے ہیں اور محنت کر رہے ہیں۔ یہ مسئلہ کوئی حکومت کا مسئلہ نہیں ہے، یہ مسئلہ پنجاب کے عوام کا مسئلہ نہیں ہے، یہ مسئلہ اب قومی مسئلے کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ ایک وقت تھا کہ ہمارے پاس گندم اتنی ہوتی تھی کہ گندم دینے والے آتے تھے اور لینے والا کوئی نہیں ہوتا تھا اور گندم دھکے کھا رہی ہوتی تھی۔ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ حکومت پنجاب مجبور ہو گئی ہے کہ دو روپے کی روٹی کی قیمت مقرر کر کے اس قیمت پر روٹی فروخت کرنے کے لئے خصوصی انتظامات کئے جا رہے ہیں کہ غریب آدمی کو دو روپے کی روٹی مل جائے۔

جناب سپیکر! گندم کم پیدا ہوئی ہے۔ پچھلے سال کے مقابلے میں اس دفعہ رقبے میں 2 فیصد کمی ہوئی ہے اور پیداوار میں 15 فیصد کمی ہوئی ہے۔ اسی طرح کپاس اور گنے میں کمی واقع ہوئی ہے تو اس کی وجوہات ہیں۔ یہ کمی اس لئے ہوئی کہ کچھ چیزیں ہمارے بس میں ہوتی ہیں اور کچھ ہمارے بس سے باہر ہیں۔ اس پر انٹرنیشنل مارکیٹ اثر انداز ہوتی ہے، بہت سارے معاملات وفاقی حکومت سے متعلقہ ہیں اور صوبے کے ساتھ coordination اتنی مضبوط نہیں جیسے ہونی چاہئے تھی۔ اس وقت صوبہ پنجاب اپنی حدود میں کام کر رہا ہے۔ اس کے باوجود کہ پوری حکومتی مشینری اور محکمہ زراعت رات کو 2/2 بجے میٹنگ کر رہے ہیں کہ کسی طرح ہم حالات کو بہتر کریں اور سرخرو ہوں لیکن حالات ایسے ہیں کہ ہم بہت ساری چیزوں میں دوسروں کے محتاج ہیں۔ اس میں ہم بعض چیزوں میں وفاقی حکومت کے ساتھ اور بعض چیزوں میں انٹرنیشنل level پر ہمارا تعلق ہے۔ ہمارے کچھ بھائیوں نے ابھی کھاد، تیل اور ڈیزل کی بات کی ہے۔ اس میں یہ عرض ہے کہ D.A.P کھاد کی بوری -/900 روپے کی تھی جو یکدم آسمان پر چلی گئی اور بوری کی قیمت -/3000 روپے سے زیادہ ہو گئی۔ پاکستان کے اندر ہم 20/18 فیصد فاسفیٹ کھاد پیدا کر رہے ہیں کیونکہ پاکستان میں فاسفورس نہیں ہے، ہمارے پاس خام مال نہیں ہے، یہاں پر فیکٹریاں نہیں ہیں کہ ہم یہاں پر فاسفورس کھاد پیدا کر سکیں۔ ہمیں 80 فیصد کھاد درآمد کرنا پڑتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ

جب ہم درآمد کریں گے تو انٹرنیشنل مارکیٹ کی جو قیمت ہوگی تو اس قیمت پر ہمیں وہ خریدنا پڑے گی۔ اس وجہ سے کھاد کی قیمت -/3000 روپے سے اوپر چلی گئی ہے۔ اس طرح یہ کھاد کاشتکار کی پہنچ سے باہر ہو گئی۔

جناب سپیکر! ڈیزل کے حوالے سے یہ عرض ہے کہ اس کی قیمت وفاقی حکومت مقرر کرتی ہے۔ یہاں پر ٹیوب ویل کے کنکشن پر بہت بات ہوئی ہے، یہ ٹھیک ہے کہ بجلی کا کنکشن ٹیوب ویل کے لئے مفت ہونا چاہئے اور سب کو موقع ملنا چاہئے کہ جو درخواست دے تو first come first serve کی بنیاد پر کنکشن بھی ملنا چاہئے۔ وفاقی معاملات کے لئے قومی اسمبلی موجود ہے، وہاں پر ممبران موجود ہیں اور لوگ کئی کئی مہینوں اور سالوں سے کنکشن کے لئے پھر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح نہیں ہونا چاہئے۔ گندم کی پیداوار کے لئے ہم نے 18.5 ملین ٹن 08-2007 میں تخمینہ رکھا تھا جو ایک کروڑ 85 لاکھ ٹن بنا جبکہ ایک کروڑ 63 لاکھ ٹن یعنی 16.3 ملین ٹن گندم پیدا ہوئی ہے۔ گندم کی پیداوار کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ 38 فیصد یوریا اور فاسفورس کھاد کم استعمال ہوئی ہے اور وہ کم اس وجہ سے استعمال ہوئی ہے کہ کاشتکار کی قوت خرید نہیں ہے۔ ہمارے 38 فیصد کسان چھوٹے کاشتکار ہیں جن کی زمین ساڑھے 12 ایکڑ سے کم ہے۔ ان کی قوت خرید نہیں ہے۔ ان کے پاس وسائل نہیں ہیں کہ وہ کھاد خرید سکیں۔ سب کا اس پر consensus ہے کہ دیہاتوں میں جو غربت اور افلاس ہے آج بھی صورتحال بڑی عجیب و غریب ہے کہ کاشتکار کے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ وہ کھاد خرید کر گندم کاشت کر سکے۔ کھاد کا مسئلہ اپنی جگہ پر ہے۔ اس کے بعد جو Inputs ہیں، ان میں معیاری بیج کی کمی ہے، پانی کا مسئلہ ہے کہ 35 فیصد پانی کی کمی ہے۔ ہمیں پہلے 19.15 ملین ہیکٹر فٹ پانی پنجاب کو ملتا تھا۔ آج ہمیں کم کر کے 12.75 ملین ہیکٹر فٹ پانی دیا جارہا ہے۔ پچھلے سال 22 فیصد کمی تھی اور اس سال 35 فیصد کمی ہو گئی ہے اس لئے جو مسائل ہمارے سامنے آرہے ہیں کہ زمین کی زرخیزی بھی کم ہو رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بیج اور پانی کا مسئلہ ہے۔ اس کے علاوہ جب کسان کے پاس کھاد کے پیسے نہیں ہوں گے تو کھاد کم استعمال ہوگی تو ظاہر ہے کہ پیداوار میں کمی ہوگی۔ زمینوں میں margin lands ہیں، شور اور سیم ہے۔ پچھلے دس پندرہ سالوں میں کوئی منصوبہ بندی نہیں ہوئی کہ ان زمینوں کو کیسے قابل کاشت بنانا ہے؟ یہ مسئلہ بھی ہمارے سامنے ہے۔

جناب سپیکر! مارکیٹنگ کا بھی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ یہ اتنا افسوسناک مسئلہ ہے کہ جس طرح یہاں پر ممبر صاحبان نے بات کی ہے کہ جب پیداوار بڑھتی ہے تو قیمتیں کم ہو جاتی ہیں، خریدار کوئی نہیں بنتا اور فصل پڑی رہ جاتی ہے اور جب پیداوار کم ہو تو قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ اگر آج ہمارے چاول کی پیداوار بڑھی ہے تو اس لئے بڑھی ہے کہ پچھلے سال کسان کو چاول کی قیمت اچھی ملی تھی اس لئے اس دفعہ کسان دوسری فصلوں سے ہٹ کر چاول کی طرف آیا۔ ہمارا ٹارگٹ 43 لاکھ ایکٹر پر چاول کی کاشت کرنا تھا لیکن 48 لاکھ ایکٹر پر چاول کاشت کیا گیا اور آج پورے ملک میں 65 لاکھ ٹن چاول کی پیداوار ہوئی ہے۔ پنجاب میں 33/32 لاکھ ٹن کا ٹارگٹ تھا لیکن 37.8 لاکھ ٹن چاول پنجاب میں پیدا ہوا ہے۔ اب چاول کی خرید کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے، مارکیٹنگ کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ اسی طرح گنے کا بھی یہی مسئلہ ہے کہ شوگر ملوں سے شکایات ہیں کہ کسانوں کو ادائیگی نہیں ہوتی اور کٹوتیاں کی جاتی ہیں۔ اس سے کسان کو مارکیٹنگ کے مسائل درپیش ہیں۔ ان مسائل میں continuity ہوتی ہے جن کے short term measures and long term measures ہوتے ہیں۔ Short term measures میں حکومت مخلص ہو تو فوری اقدامات کرنے کو تیار ہوتی ہے اور کچھ long term measures ایسے ہیں جن کے نتائج بعد میں آتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ آپ بٹن on کریں تو on ہو جائے اور off کرنے سے off ہو جائے۔ زراعت میں ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک دن میں سب کچھ ہو جائے۔

جناب سپیکر! محترم وزیراعلیٰ پنجاب نے جب یہاں پر حلف لیا تھا تو انھوں نے اپنی تقریر میں یہ کہا تھا کہ ہم تین چار ماہ کے اندر pesticides میں ملاوٹ کا خاتمہ کریں گے۔ اس کے نتیجے کے طور پر آپ نے دیکھا کہ pesticides میں ملاوٹ کے خاتمے کے لئے جو اقدامات کئے گئے ہیں وہ آپ کے علم میں ہیں۔ یہاں پر 28 کروڑ روپے کا کہہ دینا آسان کام ہے۔ pesticides میں 28 کروڑ روپے سے زائد مالیت کی Pesticides recover ہوئی ہے، پکڑی گئی ہے۔ یہ اس طرح نہیں پکڑی گئی۔ ملتان میں ہمارے ڈی جی گئے اور انہوں نے مجھے فون کیا کہ ہمیں ادھر دھمکیاں مل رہی ہیں اور sample نہیں مل رہے۔ میں نے وہاں پر R.P.O کو فون کیا کہ آپ انہیں پولیس دیں۔ دو دن پولیس رہی لیکن sample نہیں ملا۔ یہاں پر مجھے پتا چلا کہ ٹھوکر نیاز بیگ کا علاقہ

ہے اس سے آگے کوئی "کٹار بند روڈ" ہے جو راوی کے پاس بالکل سنسان جگہ ہے۔ بڑے بڑے گودام تھے، اس جگہ پر دو کروڑ روپے کی pesticides بغیر رجسٹرڈ پڑی تھی، نہ ان کو رکھنے کا اختیار تھا، نہ ان کو پیکنگ کا اختیار تھا، نہ ان کو filling کا اختیار تھا اور نہ ہی وہاں پر پولیس سٹیشن تھا۔ میں خود وہاں چلا گیا اور پریس والوں کو فون کیا کہ کل کو کوئی یہ نہ کہے کہ یہ فرضی حکومت بنی ہے لہذا آپ آئیں اور دیکھیں جو کچھ یہاں پر ہو رہا ہے۔ پریس والے گئے اور ساری رات میرے ساتھ محکمہ زراعت کا عملہ بیٹھا رہا، ان کی inventory بنائی، درج کیا اور invoice لی۔ جہاں جہاں سے pesticides دوسری جگہوں پر بھیجی گئی تھی تو میں نے وہاں پر D.O کو کہا کہ آپ کے پاس ایک دن کی مہلت ہے وہاں سے دوائی recover کریں ورنہ آپ کے خلاف کارروائی ہو گی۔ اگر دوائی فیصل آباد گئی ہے تو میں نے فیصل آباد میں نوٹس لیا ہے، اگر شاہدرہ گئی ہے تو وہاں کے متعلقہ افسران کو بھی میں نے کہا کہ تمہارے علاقے میں یہ pesticides گئی ہے، تم نے کیوں نہیں پکڑی لہذا میں نے انہیں suspend کر دیا۔ اس طریقے سے کوئی ایک مثال ایسی نہیں ملتی جس کے ساتھ کوئی زیادتی کی گئی ہو اور کسی کے ساتھ غلط طور پر کوئی کارروائی کی گئی ہو۔ سب کے ساتھ کارروائی transparent ہوئی ہے، کسی کو چھوڑا گیا ہے اور نہ کسی کے ساتھ کوئی زیادتی کی گئی ہے کیونکہ قوانین موجود تھے جن کے تحت پرچے درج ہوئے ہیں۔ اس حوالے سے وزیر اعلیٰ صاحب نے میٹنگ بلا کر briefing لی جس میں سیکرٹری لاء، پراسیکیوشن کے سیکرٹری، محکمہ زراعت کے افسران اور ایم پی ایز بھی تھے اور اس پر discussion ہوئی پھر ہم نے طے کیا کہ ان کو فوری طور پر سزا ملنی چاہئے جو لوگ ہماری کاشتکاری کو تباہ کرنے کے لئے اس کالے دھندے میں ملوث ہیں پھر ہم وہاں سے دور دراز علاقوں میں گئے اور ہمارے محکمہ زراعت کے بندوں نے اپنے فرضی گاہک بنا کر بھیجے، خود پیچھے گئے اور گھروں سے cartave نکالی جو پتھر اور ریت پیس کر دوائی بنا کر غریب اور سادہ لوح کاشتکاروں کو بیچی جا رہی تھی۔ یہ تقریباً پندرہ بیس سال کاروبار ہوتا رہا اور یہ سب کے سامنے تھا لیکن کسی نے ان کو ہاتھ نہیں ڈالا۔ موجودہ حکومت نے ان پر ہاتھ ڈالا ہے تو میں کہتا ہوں کہ 28 کروڑ کی ادویات کوئی معمولی کام نہیں ہے، ابھی میں آپ کو short term بتا رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت دس منٹ مزید بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! اسی طرح وزیر اعلیٰ صاحب نے یہاں پر گرین ٹریکٹر سکیم کا اعلان کیا اور دس ہزار ٹریکٹر پر 2۔ارب کی subsidy دی۔ ہم سیاسی لوگ ہیں اور پچھلے ادوار میں یک طرفہ طور پر اپنی پارٹیوں کے دوستوں کو نوازا گیا لیکن ہم لوگوں کا concern ہے جیسے بطور وزیر زراعت میرے پاس فون ہے اور بھی سہولیات ہیں، پچھلے دور میں یہ ہوا اور اب بھی ایسا ہو رہا ہے لیکن اب کاشتکار کو کاشتکار کے طور پر treat کیا گیا ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے ایک فیصلہ کیا اور اسی فیصلے پر کاربند رہے۔ Open balloting کے ذریعے فی ٹریکٹر دو لاکھ روپے کی subsidy دی۔ دس ہزار ٹریکٹر جب field میں آئیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کاشت میں ایک انقلاب ہو گا۔ اب ہم meganization کی طرف جا رہے ہیں اور یہی پرانے روایتی طریقے کو چھوڑا جا رہا ہے کیونکہ غریب چھوٹے کاشتکاروں کے پاس مشینری نہیں ہے تو ہم نے اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے 2۔ارب کی subsidy گرین ٹریکٹر سکیم میں دی اور ٹریکٹر کاشتکاروں میں تقسیم ہو رہے ہیں جس کی 23۔اکتوبر کو قرعہ اندازی ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر! میں تھوڑا سا آگاہ کر دوں کہ ہمارے pesticides پر انٹیلی جنس کی بنیاد پر جو raid ہوئے ہیں وہ pesticides 290 پر ہوئے fertilizer 395 پر ہوئے جو ٹوٹل 685 بنتے ہیں۔ اسی طرح کیس رجسٹر ہوئے ہیں، pesticides 169 پر، fertilizer 360 پر ہوئے جو ٹوٹل 529 بنتے ہیں۔ اسی طرح جو گرفتار ہوئے ہیں وہ pesticides 169 پر اور fertilizer 124 پر ہوئے ہیں جو ٹوٹل 296 افراد بنتے ہیں۔ یہ 28 کروڑ 66 لاکھ 49 ہزار 336 روپے کی قیمت پر pesticides اور جعلی کھاد recover کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت نے بڑے بڑے فیصلے کئے ہیں اور اہداف مقرر کئے ہیں۔ پچھلی دفعہ گندم کی پیداوار کم کیوں ہوئی؟ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ قیمت کا بروقت اعلان نہیں کیا گیا کیونکہ گندم کی support price پہلے 420 روپے رکھی گئی تھی پھر 510 کی گئی۔ میں وزیر اعظم گیلانی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے گندم کی قیمت کا 625 روپے کا اعلان کیا۔ جو کہ پہلے 420 روپے قیمت تھی اور وزیر اعظم صاحب کے اعلان کرنے کے بعد

625 روپے سے گندم خرید کی گئی۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں کہ یہ قیمت اتنی sensational price نہیں تھی،اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ ہوا یہ کہ پانچ لاکھ ٹن export کر دی گئی جو آدھی قیمت پر کی گئی اور 17 لاکھ ٹن گندم import کی گئی جس کی قیمت 12,13 سو روپے بنتی تھی۔ اگر وہ export نہ ہوتی تو ہمارے یہاں زرمبادلہ بھی بچ جاتا اور گندم بھی بچ جاتی۔ اس کے علاوہ افغانستان کو سمگلنگ بھی ہوتی رہی ہے۔ پھر پانی کی کمی آ گئی، کھاد میں 38 فیصد کمی آئی کیونکہ کھاد مہنگی تھی جس سے کاشتکار بددل ہوا اور وہ کاشتکاری سے ہٹ گیا جس وجہ سے گندم بھی کم ہو گئی۔ اس کے علاوہ فصل کپاس کو کوئی لینے والا نہیں تھا۔ اب صورتحال یہ ہے کہ ایسی بیماریاں آ گئی ہیں جس کا کوئی علاج نہیں تھا۔ cotton leaf peril virus ایسی بیماری ہے جس کا دنیا میں ابھی تک علاج دریافت نہیں ہوا۔ یہاں پر ہماری research بڑی محدود تھی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ کاشتکار بددل ہو کر چاول پر چلا گیا اور جو ہمارا ٹارگٹ تھا کہ ہم 62 لاکھ ایکڑ کپاس کاشت کریں گے وہ نہیں ہوئی اور 59 لاکھ کپاس کاشت ہوئی جس سے تین لاکھ ایکڑ کاٹن کم ہو گئی۔ ہماری کاٹن بنیادی ضرورت ہے کیونکہ یہاں پر کاٹن انڈسٹریاں ہیں جس پر ہماری export base کر رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہماری economy cotton base ہے۔ اگر ہماری کاٹن کم پیدا ہوئی تو ہم اس کو export نہیں کر سکیں گے جس سے ہمارا ملک معاشی طور پر اور کمزور ہو گا۔ اب میں نے اس کے لئے محکمہ زراعت کی ٹیمیں بنائی ہیں اور میں نے فیصلہ کیا کہ ہمارے محکمہ زراعت کا جو extension department ہے اس کے ساتھ میں نے اپنے فیلڈ سٹاف کو بھی بھیجا اور "ملی بگ" کے لئے مختلف mixture کے ساتھ mineral oil کا استعمال کیا۔ اس دفعہ ہمارا ایریا تو تین لاکھ بڑھا ہے لیکن پچھلے سال ہمارے پورے ملک کا جو ٹارگٹ تھا وہ ایک کروڑ 40 لاکھ گانٹھ تھا لیکن اس کی بجائے ایک کروڑ 16 لاکھ گانٹھ پیدا ہوئی اور پنجاب میں کل 91 لاکھ گانٹھ کپاس پیدا ہوئی لیکن اب تین لاکھ ایکڑ کپاس کم ہونے کے باوجود میں امید کرتا ہوں کہ اس سال کاٹن کی پیداوار پنجاب میں بہتر ہو رہی ہے اور تین لاکھ ایکڑ کم ہونے کے باوجود پچھلے سال سے ہم کاٹن زیادہ تیار کریں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے محکمہ زراعت کی ٹیموں کو بھیجا جو دور دراز علاقوں میں گئے اور awareness پیدا کی۔ ہمارا extension department کا جو کام ہو رہا ہے وہ اتنا satisfactory نہیں ہے۔ ہمارے پاس تقریباً 25 ہزار ملازمین ہیں اس کے مطابق اور حالات

کے مطابق کام ہونا چاہئے لیکن اس کے باوجود جو دیکھ بھال ہوئی ہے اس کی وجہ سے کاٹن کی پیداوار پچھلے سال کے مقابلے میں اب بہتر ہے۔ اس سال چاول کی پیداوار بہتر ہوئی اور 38لاکھ ٹن میں سمجھتا ہوں کہ bumper crop ہے لیکن جب بگلیہار ڈیم کا مسئلہ پیدا ہوا تو انڈیا وہاں پر کم از کم 55ہزار کیوسک پانی چھوڑنے کا پابند تھا اور جو ہمارے تین دریا بیاس، راوی اور ستلج ایوب خان نے بیچ دیئے تھے اس کے باوجود اس میں یہ طے تھا کہ 55ہزار کیوسک پانی وہاں سے جاری رہے گا لیکن اس کو روک دیا گیا اور تقریباً ایک لاکھ کیوسک پانی کی کمی آنے سے ہماری چاول کی فصل فی ایکڑ پیداوار متاثر ہوئی ہے ورنہ میں سمجھتا ہوں کہ دس لاکھ ٹن چاول اور پیدا ہوتا۔

جناب سپیکر! ہم پچھلی چیزوں پر نہیں جا رہے جن کی میں نے نشاندہی کی ہے کہ ہماری پیداوار negative آئی ہے بلکہ اب ہم آگے کی طرف دیکھ رہے ہیں، نئی intervention دے رہے ہیں جس کے لئے وزیراعلیٰ صاحب موجود ہیں، محکمہ زراعت موجود ہے، کمیٹیاں بنی ہیں اور دن رات کام ہو رہا ہے۔ یہاں پر ایم پی ایز صاحب نے بہت اچھی تجاویز دی ہیں جس کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں اور ہم انہیں welcome کرتے ہیں۔ ہم جلد ہی ان کے لئے میٹنگ بلاتے ہیں، میں پہلے بھی ان سے عرض کرتا رہا ہوں اور اب بھی کہتا ہوں کہ طرح طرح کی اور ٹھوس تجاویز دیں کیونکہ وزیراعلیٰ صاحب ہر وقت پیسے دینے کو تیار ہیں۔ ہم نے جو نئی intervention کی ہیں اس حوالے سے میں عرض کرنے کے بعد اپنی بات ختم کروں گا کیونکہ ہاؤس کو آگاہ کرنا میری ذمہ داری ہے۔ میں یہ عرض کر دوں کہ بہت سارے ممبران نے چاول کے حوالے سے بات کی ہے کہ کاشتکار کو چاول کی 1500 روپے صحیح price نہیں مل رہی ہوا یہ تھا کہ اسلام آباد میں high power committee کی میٹنگ ہوئی تھی اور میں بھی اس میں گیا تھا تو وہاں پر طے ہوا تھا کہ پاسکو دس لاکھ ٹن چاول پنجاب سے خرید کرے گا لیکن پاسکو والے تاخیری حربے استعمال کرتے رہے اور آہستہ آہستہ چلتے رہے پھر انہوں نے 107 ملوں کے ساتھ پنجاب میں agreement کیا اور 1500 روپے فی من کسانوں کو چاول کی قیمت دینی تھی اور 3000 روپے فی من تیار شدہ چاول انہوں نے فیکٹریوں سے اٹھانا تھا۔

اسی طریقے سے باسمتی 385 اور 2000 کا ریٹ 1250 روپے تھا اور اری6 اور دوسری چھوٹی ورائٹیوں کا 700 روپے ریٹ مقرر ہوا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ 1500 روپے کسان کو نہیں

مل رہے۔ کہیں پر 1100 روپے ہے اور کہیں 1200 روپے کسانوں کو دے رہے ہیں تو پھر پاسکو کو 31۔ارب روپے دینے کا کیا فائدہ ہوا۔ ان کا فرض بنتا تھا کہ وہ چاول اس ریٹ پر خریدتے۔ میں نے ابھی وزیر اعلیٰ صاحب سے بات کی ہے تو ان کا حکم ہے اور ہم اس پر stand لیں گے کہ پاسکو والے direct کسان کو پیسے دیں وہ مل والوں کو کیوں پیسے دے رہے ہیں جو کہ 12/11 سو روپے فی من کسان کو دے رہے ہیں جبکہ انہیں 3000 روپے فی من کی ضمانت دی گئی ہے کہ ان سے پاسکو والے اور شیلر والے اور چاول صاف کرنے والوں کو پابند کرنا چاہئے تھا۔ پاسکو کے نمائندے ان ملوں اور فیکٹریوں میں بیٹھے ہیں جن کا کام ہے کہ اگر 1500 روپے نہیں دیتے تو ہم انہیں یہ کہیں گے اور اس ایوان سے قرارداد لائیں گے اور اس پر وزیر اعلیٰ صاحب کا concern ہے اور پنجاب اسمبلی سے قرارداد پاس کر کے ہم پاسکو کو بھیجیں گے اور وفاقی حکومت کو بھی کہیں گے کہ مہربانی کر کے کاشت کار کے حال پر رحم کیا جائے کیونکہ وہ بہت دکھی ہے اور مظلوم ہے۔

جناب سپیکر! پاسکو نے 31۔ارب روپے تو لے لئے لیکن وہ کسانوں کو 1500 روپے کے حساب سے پیسے نہیں دے رہے۔ یہ بزنس نہیں ہے یہ T.C.P، پاسکو اور اس قسم کے ادارے اس لئے ہیں کہ اگر اچانک کوئی صورتحال ہوتی ہے تو انہیں intervene کیا جاتا ہے تاکہ فصلوں کی قیمتیں stable ہو جائیں تو قیمتوں کو stable کرنے کے لئے پاسکو کو یہ ٹاسک ملا تھا لیکن انہوں نے اسے ادا نہیں کیا اس لئے قیمتیں مستحکم نہیں ہوئیں۔ جب قیمت 1500 روپے مقرر ہے تو یہ کسان کو ملنی چاہئے تھی لیکن ہم انہیں یہ کہیں گے اور جب ان کے نمائندے بیٹھے ہیں تو بذریعہ چیک direct کسان کو پیسے دیئے جائیں بجائے اس کے کہ وہ ملوں کو پیسے دیں تاکہ کسانوں کو اس کی فصل کا پورا معاوضہ ملے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: House کا وقت مزید 10 منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اس وقت بڑے اہم issue پر بات کر رہا ہوں اور میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے اس اجلاس کا وقت بڑھایا تاکہ ہمارے ممبران کا جو concern ہے اس پر میں ان کی معلومات میں اضافہ کر سکوں۔

جناب سپیکر! ہم پاسکو کو کہیں گے کہ جب آپ نے ادائیگی کرنی ہے اور آپ کے نمائندے 107 ملوں پر بیٹھے ہیں تو وہ وہاں پر دیکھ بھی رہے ہیں کہ کسانوں کو 12/11 سو روپے دے رہے ہیں تو وہ direct کسان کو پیسے دیں اور مل والا رسید دے۔ جو کسان مل کو مونجی دے تو اس کے مطابق انہیں چیک دیں تاکہ انہیں پورے 1500 روپے قیمت ملے۔ اسی طرح یہ کمی اور خامیاں دور کرنے کے لئے ہم وفاقی حکومت کے ساتھ linkage پیدا کر رہے ہیں اور ہم انہیں request کریں گے اور میں نے وزیراعظم کے دورہ کالا شاہ کاکو میں ان سے request کی اور وفاقی سیکرٹری سے بھی کل بات کی۔ میں نے کل ہی ایم ڈی پاسکو سے ڈائریکٹ بات کی۔ اس کے علاوہ وفاقی وزیر گوندل صاحب جن کے دل کا آپریشن ہوا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں صحت دے، ان سے بھی میرا رابطہ رہا ہے اور انہیں بھی میں نے کہا ہے کہ پاسکو کو پابند بنائیں کہ کاشتکاروں کو ان کی محنت کا صحیح معاوضہ دے کیونکہ کاشتکار کے پاس پیسے آئیں گے تو وہ گندم کاشت کرے گا۔

جناب سپیکر! پچھلے سال ٹوٹل ملک کے اندر 24 ملین ٹن گندم کا ٹارگٹ رکھا گیا تھا لیکن 21 ملین ٹن مجموعی طور پر گندم پیدا ہوئی تھی۔ اس سال ہماری پنجاب حکومت نے 20 ملین ٹن گندم کا ٹارگٹ رکھا ہے اور یہ اتنا بڑا ٹارگٹ ہم تب achieve کریں گے جب کاشت کار کو رعایتی قرضہ ملے گا، جب کاشت کار کو اس کی فصل کی قیمت ملے گی، جب کاشت کار کو پانی ملے گا تو یہ ٹارگٹ تب پورے ہوں گے۔ گندم کے لئے صوبوں کی مشاورت سے 950 روپے فی من جو قیمت مقرر کی گئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ بڑی مناسب قیمت ہے۔

جناب سپیکر! ڈی اے پی اور یوریا کھاد پر 2200 روپے فی بیگ subsidy دی گئی ہے، ایک میرے بھائی بات کر رہے تھے کہ 5800 روپے قیمت ہو گئی تو ایک دن انہوں نے قیمت بڑھائی کہ 5800 ڈی اے پی اور فاسفورس کھاد فروخت کریں گے تو جب انہوں نے قیمت بڑھائی تو اسی دن ہم نے میٹنگ بلائی جس میں سیکرٹری زراعت موجود تھے اور میں بھی موجود تھا اور ان سب کھاد کمپنی والوں کو بھی بلایا گیا تھا اور کہا کہ آپ کے ساتھ subsidy طے ہے۔ اگر ان کی EACA کی کمیٹی نے فیصلہ نہیں کیا تو فنانس ڈیپارٹمنٹ کو اعتراض ہو گا تو آپ کو تو subsidy مل جائے گی۔ پنجاب کھاد کا بڑا stake holder ہے اور یہاں پر ہم پنجاب میں فرٹیلائزر کا 70 فیصد استعمال کر رہے ہیں تو آپ

کو ہمیں پوچھنا چاہئے تھا۔چنانچہ ہم نے انہیں وارننگ دی کہ اگر چوبیس گھنٹے کے اندر آپ نے یہ قیمت واپس نہ لی تو ہم آپ کے پورے سٹاک کو takeover کر لیں گے اور گودام بھی takeover کر کے حکومت پنجاب براہ راست کسانوں کو کھاد فروخت کرے گی جس کی وجہ سے انہوں نے چوبیس گھنٹے کے اندر وہ نوٹس واپس لیا اور آج 3050 روپے فی بیگ ڈی اے پی کی قیمت کراچی میں ہے اور 50/100 روپے کرایہ وغیرہ کی مد میں ڈال کر مختلف اضلاع میں اس کی قیمت 3100 یا 3150 روپے ہے۔

جناب سپیکر! میں اس ایوان میں کھڑے ہو کر ممبران سے کہتا ہوں کہ از راہ مہربانی وہ تعاون فرمائیں کیونکہ یہ اجتماعی مسئلہ ہے، یہ حکومت کا مسئلہ نہیں ہے، یہ مسلم لیگ (ن) کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ پوری قوم اور ملک کا مسئلہ ہے۔اپنے حلقوں میں دیکھیں ہم نے محکمہ زراعت کے افسران کو warn کیا ہے اور ڈی سی او صاحبان کو بھی کہا ہے، ان کے ڈی ڈی او (آر) ہیں، ان کے پاس ہمارے ڈی ڈی او (اے) ہیں، ان کے پاس capacity نہیں ہے لیکن وہاں پولیس ہے اور ڈی پی او صاحبان کو کہا ہے کہ وہاں پر 3100 یا 3150 سے زیادہ بیچیں تو ہمیں آگاہ کریں اور اگر محکمہ زراعت کا کوئی بندہ اس میں ملوث ہوا تو پہلے اس کے خلاف کارروائی ہو گی اور ڈیلر حضرات کے خلاف بعد میں کارروائی ہو گی۔

جناب سپیکر! اسی طرح یوریا کھاد کی ہمارے ہاں 22 لاکھ ٹن ضرورت ہے۔ابھی ایک لاکھ 15 ہزار ٹن امپورٹ کی جا رہی ہے اور ملک کے اندر چار لاکھ ٹن ماہانہ یوریا کی پیداوار جاری ہے۔ ڈی اے پی 55 ہزار ٹن پیدا ہو رہی ہے اور 8 لاکھ 90 ہزار ٹن ڈی اے پی یہاں پر پہلے سے موجود ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ڈی اے پی کی کمی نہیں ہو گی اور یوریا کی کمی کے لئے بھی بار بار کہا ہے اور اب بھی مرکزی حکومت سے کہا ہے کہ مہربانی کر کے اس کو exploit کریں اور یوریا فوری طور پر امپورٹ کریں کیونکہ مرکزی حکومت نے امپورٹ کرنی ہے اور ہم انہیں کہہ سکتے ہیں کہ وہ امپورٹ کریں تاکہ یہاں پر کھاد کی کمی نہ ہو۔ہمیں اس بات کا افسوس ہے کہ کسانوں کے ساتھ زیادتی ہوئی اور کھاد بلیک پر فروخت ہوئی۔جب دیہاتوں کی سطح پر جائیں گے تو وہاں پر کھاد کا پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے کمی ہو جاتی ہے اور وہاں پر پھر بلیک مارکیٹنگ والے بھی آتے ہیں اور پھر ہولڈنگ والے بھی آتے ہیں۔

جناب سپیکر! ملتان میں 42 ہزار بیگز کا ایک سٹاک پڑا تھا، وہاں پر فائر نگ ہوئی اور پرچہ درج ہوا اور ہم نے وہ برآمد کر کے کاشت کاروں میں تقسیم کرا دیا۔ جہاں جہاں بھی سٹور تھے تو ہم نے کارروائی کی ہے اور اب کہیں بھی ہولڈنگ نہیں ہے۔ اگر کہیں کوئی ہولڈنگ ہے تو ہمیں آگاہ کریں، پریس ہمیں آگاہ کرے، ہمارے معزز ممبران آگاہ کریں تو ہمارے محکمہ والے جائیں گے، سیکرٹری جائیں گے اور میں خود جاؤں گا، ان لوگوں کو پکڑیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ ملک ہم سب کا مشترکہ ملک ہے۔ یہ ترقی کرے کھاد کسانوں اور کاشت کاروں کو انشاء اللہ تعالیٰ دستیاب ہو گی اور ہم پوری کوشش کریں گے کہ انہیں کھاد بروقت دستیاب ہو۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ خصوصی طور پر intervention ہے، میں بتانے کے بعد اپنی بات ختم کروں گا کہ ابھی حکومت نے جو خصوصی اقدامات کئے ہیں کہ کاشت کے لئے زرعی آلات کی مشینری پر 69 کروڑ روپے کی سکیم دی ہے اس کے علاوہ 24 کروڑ روپے کے زرعی آلات قرعہ اندازی کے ذریعے تقسیم ہو چکے ہیں۔ گندم کی پیداوار، خوراک کا تحفظ اور فوڈ سکیورٹی کے لئے 586 لاکھ روپے کا پراجیکٹ رکھا تھا تو اس کے لئے آٹھ کروڑ 55 لاکھ روپے کی رقوم باقاعدہ شفاف طریقے سے جیسے گرین ٹریکٹر سکیم تھی، اس کی شرائط محکمہ زراعت کی وساطت سے باقاعدہ اخبارات میں ایڈورٹائز ہوئیں، پورے پریس میں مسلسل اشتہارات آتے رہے ہیں، میڈیا پر آتے رہے ہیں۔ ٹریکٹر سکیم کے لئے اور ان زرعی آلات کے لئے بھی اور اس میں وہی شرط تھی کہ ساڑھے بارہ ایکڑ تک والے خرید سکتے ہیں۔ جو کاشت کار ساڑھے سات سے پچیس ایکڑ تک اور اس میں پھر وہی شرائط تھیں کہ وہ زرعی بنک کا نادہندہ نہ ہو، پہلے یہ سہولتیں حکومت سے نہ لی ہوں، ان شرائط کے تحت وہ شفاف قرعہ اندازی کے ذریعے کاشت کاروں کو تقسیم کی گئی ہیں۔

جناب والا! تیسرا Tunnel technology ہے۔ اس کے لئے 55 کروڑ روپے ہیں، جس میں سے 22 کروڑ 50 لاکھ کی A.Bs kit کی قرعہ اندازی ہو چکی ہے۔ tunnel farming کے ذریعے high value crop، سبزیاں اور پھل خراب ہو جاتی تھیں تو اس میں یہ تھا کہ tunnel farming off season ہوتے ہیں، بے موسمی سبزیاں جس میں کھیرا، ٹماٹر، کدو، کریلا اور دیگر ہیں۔ اس میں یہ ہے کہ ان کی قیمت دگنا ملتی ہے بلکہ ایک ایکڑ تین لاکھ میں ملتا ہے تو یہ حکومت کی نئی

intervention ہے تاکہ کسان encourage ہوں تو tunnel farming کے لئے اتنی رقم رکھی ہے تاکہ اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا کر سبزیوں میں خود کفیل ہوں۔

ابھی ایک بات چلی ہے کہ یہاں پر پھل، سبزیاں اور آم خراب ہوتے ہیں تو اس کے لئے ہمارا ایک ذیلی ادارہ P.A.M.C.O بنایا ہے۔ Punjab Agriculture Marketing Company کے نام سے ہے جس کے ذریعے فوری وزیراعلیٰ صاحب کے حکم پر انہوں نے 75 کروڑ روپے ان کو ریلیز کر دیئے ہیں۔ اسلام آباد، لاہور، ملتان، رحیم یار خان، بھلوال اور کراچی میں cool chain cold storage بنائے جا رہے ہیں تاکہ وہاں مارکیٹ سے سبزیاں اور پھل آئیں اور export ہوں۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ تقریباً 2۔ارب ڈالر کی برآمدات میں اضافہ ہوگا اور یہ حکومت پنجاب کا بہت اچھا اقدام ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ depregation ہے، sprinkle ہے اس کے لئے 6۔ارب 91 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ 61 کروڑ 46 لاکھ روپے اس سال خرچ ہوں گے۔ تھل کینال تھل کا علاقہ ہے، منصوبہ برائے ترقی علاقہ تھل یہ 2۔ارب 28 کروڑ 50 لاکھ کا project ہے اور اس کے لئے 20 کروڑ اس سال خرچ ہوں گے وہاں پر کھالے بنائے جائیں گے، نالیاں بنائی جائیں گی، water courses کے علاوہ وہاں پر drip کا system بھی قائم کیا جائے گا۔ furrow plantation ہوتی ہے، پٹریوں پر جب کاشت کی پیداوار بڑھتی ہے اس کے لئے 12 کروڑ رکھے گئے ہیں۔ منصوبہ برائے اصلاح آبپاشی کے لئے 3۔ارب 51 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ یہ بڑے بڑے چند پراجیکٹ کی میں نے تفصیل بتائی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سارے projects ہیں جن پر حکومت عملدرآمد کر رہی ہے۔ یہاں پر میرے ایک معزز ممبر نے laser leveller اور پانی کی بات کی تھی پچھلی حکومت میں آپ کو پتا ہے کہ ایک میگاواٹ بجلی بھی پیدا نہیں ہوئی۔ ابھی محترم وزیراعلیٰ چائنہ تشریف لے گئے تھے وہاں sign M.O.U 19 ہوئے جن میں 6 زراعت پر ہیں۔ Drip irrigation پر چولستان کے لئے بہت بڑا پراجیکٹ ہے اور بہاولپور کے لئے اور اس علاقے میں جو sandy area ہے وہاں پر کاٹن کاشت ہوگی۔ اس کے علاوہ پاکستان میں pesticide کے لئے active engineering کی فیکٹری نہیں ہے اس کے لئے M.O.U

sign ہوا ہے۔ Research کے لئے وزیراعلیٰ نے حکم دیا ہے کہ پانچ سو سائنسدان doctorate کے لئے باہر جائیں گے۔ یہ تمام تر concern اس لئے ہے کہ وزیراعلیٰ نے زراعت کو پہلی ترجیح دی ہوئی ہے اس پر ان کی پوری ٹیم کام کر رہی ہے اور ہم بھی ان کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ یہاں پر بہت سارے مسائل ہیں کیونکہ میں نے پہلے عرض کیا کہ کھاد کا مسئلہ ہے وہ پاکستان میں تیار نہیں ہو رہی ہے، یوریا کھاد 48 لاکھ ٹن پیدا ہو رہی ہے جبکہ 54 لاکھ ٹن ہماری ضرورت ہے۔ D.A.P تمام کی تمام import ہوتی ہے، ڈیزل آئل کا مسئلہ Federal Government سے متعلقہ ہے اب جو پنجاب کے بس میں ہے اس کے لئے ہم پوری طرح سے active ہیں۔ ہمارا wing extension ایک ہزار نمائشی پلاٹ گندم کے لئے تیار کر رہا ہے۔ social mobilization کے لئے ان کے کالج کے طلباء ہیں، یونیورسٹیوں کے طلباء ہیں، سوشل ویلفیئر کا محکمہ ہے اور دیگر محکمے involve کئے جا رہے ہیں، سکولوں کالجوں میں ریلی منعقد کی جا رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت پانچ منٹ کے لئے مزید بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): کافی سارا مواد پرنٹ کر کے تقسیم کیا جا رہا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ پنجاب کے کاشتکار جو جفاکش اور محنتی ہیں ان کی محنت رنگ لائے گی اور پاکستان اپنی زرعی پیداوار میں خود کفیل ہو گا اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ 20 ملین گندم کا ٹارگٹ پورا کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں research کے شعبے کی بات چھوڑ گیا تھا۔ آپ دیکھیں کہ گندم کے لئے نئی اقسام کی چار varieties اس سال approve ہوئی ہیں۔ پہلے Seed Council کا اجلاس دو دو سال بعد ہوتا تھا اس دفعہ ہم Seed Council کے تین اجلاس کر چکے ہیں۔ ملتان میں Cotton Crops Management Group(CCMG) کی میٹنگ ہوتی ہے اس کی وہاں پر پانچ میٹنگ ہو چکی ہیں۔ یہاں جو میٹنگیں ہوئی ہیں اس میں بیج کی چار نئی approve verities کی ہیں۔ لاثانی 2008 ہے، فیصل آباد 2008 ہے، چکوال 50 نئی ورائٹی آئی ہے۔ چکوال میں وہاں بارانی علاقوں کی

بات ہوئی تو وہاں mini dam کا project بن رہا ہے۔ وہاں پر 20 کروڑ روپے rental اور والوں کے لئے project بنایا ہے اس پر کام ہو گا۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ وہاں mini dam کے لئے پانی کا انتظام کیا جائے۔ پہلی دفعہ Seed Corporation کے ذریعے وہاں پر seed تقسیم کروایا گیا ہے اور seed کی نئی ورائٹی تقسیم کرائی گئی ہے۔ Seed Corporation کے پاس پچھلے سال ٹوٹل 11 لاکھ من seed اکٹھا کیا گیا تھا۔ اس سال مشکل ترین حالات کے باوجود 13 لاکھ من seed اکٹھا کیا گیا اور 10 لاکھ من seed نیا تیار کر کے کسانوں کو دیا جا رہا ہے۔ یہ ایسے اقدامات ہیں جس طرح میں نے پہلے عرض کیا کہ یہ time taking ہیں۔ B.T. cotton یہ کاٹن کی ورائٹی ہے اس پر بیماریوں کا حملہ ہوتا ہے۔ آج تک کوئی نئی ورائٹی approve نہیں ہوئی، یہ پہلی دفعہ B.T. cotton کی ورائٹی approval میں جا رہی ہے، ان کے ساتھ معاہدہ ہو چکا ہے۔ امریکہ کی Monsanto کمپنی ہے، وہ کہتی ہے کہ یہ ہماری پراپرٹی ہے، ہماری ملکیت ہے، royalty دی جائے، ختم ہو گئی بات، اس کو approve کیا جا رہا ہے۔ بار گر (2) پر سول لائن، بائیو ٹیکنالوجی چائنہ کی کمپنی ہے، اس پر M.O.U sing ہو گئے ہیں۔ یہ خوشخبری ہے کہ اس Monsanto سے ہمارا معاہدہ ہو رہا ہے، بار گر (2) کاٹن کی ورائٹی ہے B.T. cotton ہے جس میں سنڈیاں حملہ کرتی ہیں اس کی وجہ سے وہ سنڈیاں حملہ نہیں کرتیں کیونکہ اس میں زہر ہوتا ہے جو اس کو مار دیتا ہے۔ اس حکومت میں وزیر اعلیٰ نے آتے ہی B.T. cotton پر میٹنگ رکھی۔ یہ انڈیا میں ہے اور اب پاکستان آ گے جا رہا ہے، اب B.T. cotton بار گر (2) پر Monsanto کے ساتھ ایک معاہدہ عنقریب ہونے والا ہے اور چائنہ کے ساتھ یہ معاہدہ ہم نے پہلے ہی کر لیا ہے۔ یہاں پر چائنہ کی ٹیم آئے گی وہ یہاں پر ہماری لوکل ورائٹیوں پر کام کریں گے۔ ہمارا research پر بہت تیزی سے کام ہو رہا ہے اور آپ اگلے دو سالوں میں دیکھیں گے کیونکہ ایک نئے seed تیار کرنے میں سات سال لگتے ہیں اس لئے فوری طور پر یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم آج کہیں کہ کل ہی ہم نئی ورائٹی لے آئیں گے۔ ماضی میں اس پر کام نہیں ہوا ہم نے P.A.R.B بجٹ میں ایک ارب روپے دیا ہے اور زراعت کے لئے 3۔ارب روپے رکھے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ research کا کام بھی ٹھیک ہو گا، extension کا کام بھی ٹھیک ہو گا، water management کا کام بھی ٹھیک ہو گا۔

جناب سپیکر! میں ایک بات چھوڑ گیا تھا اس کے بعد اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ ہمارے اقتدار میں آنے سے پہلے بلڈوزر کا کرایہ 13 سو روپے فی گھنٹہ بنتا تھا اب ہم نے وزیر اعلیٰ کو سمری بھیجی ہے، ہماری کمیٹی بنی تھی اس میں ورکنگ گروپ تھا اس میں ایم پی اے بھی تھے۔ اس کمیٹی نے recommend کیا جیسے ہی recommend کیا وزیر اعلیٰ نے اسی طرح منظور کر لیا اور اب بلڈوزر کا کرایہ 500 روپے فی گھنٹہ ہے۔ اس میں تیل حکومت نے دینا ہے اس کے لئے پیسے منظور ہو چکے ہیں، PLO تیل اضلاع میں پہنچ چکا ہے، پنڈی ڈویژن میں پہنچ چکا ہے۔ وہاں پر 100 بلڈوزر پہنچ چکے ہیں، وہاں بارانی علاقوں میں بھیجے ہوئے ہیں۔ اگر کہیں خرابی یا کمی ہو گی تو مزید بھی بھجوائیں گے اور 100 بلڈوزر مزید آ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ 500 روپے فی گھنٹہ ایک طرح سے مفت ہے۔ آپ بتائیں کہ اتنے مشکل حالات میں جہاں اتنا constrain ہو، اتنی پیسوں کی کمی ہو تو ایسے کام کرنا بہت بڑے اقدام ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہماری چالیس لاکھ ایکڑ زمین پڑی ہے۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر سال 25 فیصد نئی زمین زیر کاشت لانی ہے، 25 فیصد فی ایکڑ پیداوار بڑھانی ہے۔ یہ دونوں target achieve ہوں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم زرعی اجناس میں خود کفیل ہو جائیں گے۔ بہت شکریہ

محترمہ نرگس فیض ملک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

محترمہ نرگس فیض ملک: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ نہایت اہم issue کی طرف دلانا چاہتی ہوں کہ ایک دن پہلے جیو ٹی وی پر ایک پروگرام دکھایا گیا کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ ابھی عیدالاضحیٰ کی آمد ہے اور ہمارا مذہبی فریضہ ہے۔ پنجاب کے دور دراز علاقوں سے یہاں پر جانور لائے جا رہے ہیں ان کے لانے میں جو مشکلات ہیں اور خاص طور پر ضلع بندی ٹیکس، راہداری ٹیکس، پارکنگ ٹیکس کے علاوہ ان کو کافی دشواریاں ہیں جس کی وجہ سے جانور مارکیٹ میں بہت مہنگے بک رہے ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ جو مختلف قسم کے ٹیکس ہیں ان پر نظر ثانی فرمائی جائے۔ پنجاب حکومت اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ایک دینی فریضے کی ادائیگی کے لئے اپنے شہریوں کے لئے اگر آسانی پیدا کریں

گے تب ہی تو لوگ یہ فرض آسانی سے پورا کر سکیں گے۔اس سے بہت دشواریاں پیدا ہو رہی ہیں اور قیمتیں آسمان کو چھو رہی ہیں۔ ہر مسلمان چاہتا ہے کہ اس مذہبی فریضہ کو ادا کرے اس لئے جتنی جلدی ہو سکے آپ اس پر حکم صادر فرمائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔آج جو زراعت پر بحث ہوئی اور جس طرح منسٹر صاحب نے ماشاء اللہ اس کو sum up کیا ہے اور یہ سارا کچھ منسٹر صاحب کی finger tips پر تھا اس سے ایک بات تو ظاہر ہوتی ہے کہ پنجاب حکومت پوری کوشش کر رہی ہے اور پوری محنت سے اس پر کام کر رہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ پنجاب کے کسانوں کی سنی جائے گی اور پنجاب کی زراعت ترقی کرے گی۔اب آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے۔اب اجلاس کل بروز جمعتہ المبارک مورخہ 28۔نومبر 2008 صبح 9 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔